سخنورانِ دکن

یعنی

عہد عثمانی

کے

اردو شعرا کا تذکرہ

مرتبہ

تسکین عابدی

سلسلہ نشریات ادبیہ

حیدرآباد دکن

۱۳۵۷ھ

۱۹۳۸

طبع اوّل (۱۰۰۰) جلد
قیمت
تین ۳ روپیہ
۸

(ملنے کے پتے)

مکتبہ ابراہیمیہ ناشر و کتب فروش

احمد حسین جعفر علی تاجر کتب چار مینار

مکتبہ علمیہ چار مینار

غلام دستگیر تاجر کتب چار مینار

حیدرآباد دکن

مطبوعہ
عہد آفرین برقی پریس حیدرآباد دکن

پیش لفظ

از

"علامہ نیاز فتحپوری ایڈیٹر نگار"

"سخنوران دکن" اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل انوکھا تذکرہ ہے۔ اس میں تمام اُن شعرار کے حالات اور کلام کے نمونے درج کئے گئے ہیں جو ۱۹۱۱ء سے ۱۹۳۸ء تک سرزمین دکن میں موجود تھے یا ہیں یعنی اسمیں اعلیحضرت حضور بندگانعالی، شاہزادگان بلند اقبال، ملکۂ دکن اور خواتین دکن سے لیکر حیدرآباد کے اُن شعرار تک سب پائے جاتے ہیں جو اس وقت حیدرآباد میں موجود ہیں خواہ وہ دکن کے ہوں یا غیر دکنی۔

سب سے بڑی خوبی اس تذکرہ کی یہ ہے کہ ملکی وغیر ملکی کے سوال سے بلند ہو کر اس کو مرتب کیا گیا ہے یعنی اسوقت جس قدر شعرا حیدرآباد میں مقیم ہیں ان سب کو تسکین صاحب نے "دکن والا" ہی تصور کیا ہے۔ اسلئے وہ عصبیت جو حیدرآبادی اور ہندوستانی

اہلِ قلم میں پائی جاتی ہے اس میں مطلق نظر نہیں آتی۔

یوں تو یہ تذکرہ ایک ردیف وار انتخاب کی حیثیت رکھتا ہے مگر اس سے حیدرآباد کی شاعرانہ ترقی اور آیندہ رجحانات کا بھی پتہ چلتا ہے حضور بندگان عالی کے عہد مسعود میں اُردو شاعری نے جسقدر ترقی حیدرآباد میں کی ہے اُس کا اندازہ اس تذکرہ سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

تسکین صاحب نہ صرف بہترین مصوّر ہیں بلکہ ادبی مذاق بھی نہایت پاکیزہ رکھتے ہیں اور علمی خدمت کا ولولہ بھی۔ اسلئے ان تینوں باتوں نے ملکر اس تذکرہ کو بہت مفید اور دلچسپ بنا دیا ہے۔ اس مجموعہ میں تسکین صاحب کی مصوّرانہ قلمکاری کے نمونے بھی ہیں اور تحقیقی ادب کے بھی۔ ترتیب میں کافی محنت و سنجیدگی سے کام لیا گیا ہے اور مختصر حالات کے ساتھ شعراء کے کلام کا جو انتخاب دیا گیا ہے اس سے تسکین صاحب کے ادبی ذوق کا پتہ چلتا ہے۔

اسمیں شک نہیں کہ تسکین صاحب نے ملک کی ایک اہم خدمت پوری کی ہے جس کی ملک کو قدر کرنا چاہیئے، اس تذکرہ کے مطالعہ سے مجھے سب سے زیادہ مسرت اس احساس سے ہے کہ حیدرآباد کے نوجوانوں کا ادبی ذوق بہت ترقی کر رہا ہے جو یقیناً فیض ہے حضور بندگان عالی کی ادب پروری اور علم نوازی کا فقط

۱۳ ستمبر ۱۹۳۸ء

نیاز فتحپوری

تعارف

از

حضرت اختر قریشی ایڈیٹر سفینۂ نسواں

پندرہ، بیس سال پہلے جو کتابیں شائع ہوتی تھیں ان کے ساتھ تقریظیں ہوتی تھیں یا تاریخیں، مگر اب کچھ تو مذاق کے سلجھاؤ کی وجہ سے اور کچھ مغربی اثرات کے سبب ہماری کتابی اشاعتوں کا طرز بالکل بدل گیا ہے۔ اب ہر کتاب پر مقدمہ "قایم" ہونے لگا، انتساب ضروری ہو گیا، پیش لفظ لازمی ٹھیرا اور تعارف تو گویا سب چیزوں سے مقدم سمجھا گیا، اور یہ "بدعت" ہے بھی بڑی لطیف —— کیونکہ کسی کتاب کے مطالعہ سے پہلے اس کے مصنف یا مولف سے واقف ہو جانا کتاب کے مطالعہ کو اور بھی دلچسپ بنا دیتا ہے۔ نیز اس کے نقاط نظر کو سمجھنے میں بڑی آسانی ہوتی ہے۔

تعارف نگاری کو میں نے "بدعت" اس لئے کہا ہے کہ بعض وقت

"قرعۂ فال" مجھ جیسے "دیوانوں" کے نام پڑجاتا ہے۔ اگر یہ نہ ہوا ہوتا تو میں تعارف کو بدعت کہنے کا ہرگز گنہگار نہ بنتا ـــــــ مقدمہ، تمہید، پیش لفظ، تنقید، یا تبصرہ یہ ساری چیزیں اتنی مشکل نہیں جتنی کہ "تعارف" نگاری ہے۔ اس میں تصنیف یا تالیف پر نظر ڈالنا پڑتا ہے اور اس میں صاحب تصنیف یا تالیف کو "نظر لگانا" ـــــــ بہرحال چونکہ "سخنورانِ دکن" کے لئے تعارف نگاری کا خوشگوار فرض تسکینؔ نے میرے سپرد کیا ہے اس لئے میں نے اس فرمائش کی تکمیل پر خود کو آمادہ کیا، اور یہ تعمیل اس لئے بھی ہو رہی ہے کہ میں ایک بے تکلف دوست اور قدیم نیازمند ہونے کی حیثیت سے ان سے بہت زیادہ واقف ہوں۔

تسکینؔ امام زین العابدینؓ کی اولاد سے ہیں آپ کے نام کے ساتھ عابدی کی نسبت اسی وجہ سے ہے۔ تسکینؔ کے اجداد اوائل عہد آصفی میں دکن آئے اور مختلف فوجی اور سیول خدمات سے سرفراز رہے۔ چنانچہ تسکینؔ کے والد مولوی سید برہان الدین صاحب مرحوم نے ابتداً فوج میں ملازمت کی اور پھر صرفخاص مبارک میں منتقل ہو گئے۔ حضور بندگانعالی کی فوجی تعلیم میں مولوی سید برہان الدین صاحب نواب سرافسر الملک بہادر مرحوم کے ہمراہ رہ چکے ہیں مرحوم جملہ فنون سپہ گری کے ماہر تھے اسی لئے انھوں نے تسکینؔ کو بھی ابتداً سپہ گری کی تعلیم دی، چنانچہ گھوڑے کی سواری، نشانہ اندازی وغیرہ میں تسکینؔ نے خاصی مہارت حاصل کی ہے۔ خصوصاً شہسواری میں غیر معمولی کمال رکھتے

ہیں تسکین کی ابتدائی تعلیم ان کے والد ہی کی نگرانی میں گھر پر ہوئی اور پھر مدرسہ دارالعلوم میں شریک ہو کر باضابطہ سلسلہ جاری رکھا، اردو، فارسی کی تکمیل مولینا سید تمکین کاظمی سے کی اور مضمون نگاری و انشار پردازی میں بھی حضرت تمکین ہی سے مشورہ کرتے رہے، اور اب بھی بغیر اپنے اُستاد کی اجازت کے اپنے علم کی دولت سے ایک جملہ بھی کسی اخبار یا رسالہ کو نہیں دیتے۔ یہ تسکین کی سعادتمندی اور ماحول کا اثر ہے۔

چونکہ فن صورت کشی سے تسکین کو فطری ذوق تھا اور آپ کے بڑے بھائی مرحوم (مولوی سید عبدالغفور صاحب) ملک کے ایک اچھے آرٹسٹ تھے۔ (جن سے حضور بندگان عالی نے بعض مشاہیر ایران مثلاً حافظ، سعدی، مولینا روم وغیرہ کی تصاویر بنوائی تھیں) اس لئے ابتداءً اپنے بھائی سے اس فن کو حاصل کرنا شروع کیا اور انھیں کے ساتھ بمبئی اور مدراس جا کر آرٹ کے بعض اہم شعبوں کی تکمیل کی، آرٹ کے ساتھ ہی ساتھ ادبی رجحان بھی بڑھتا گیا اور آپ نے شاعری اور مضمون نگاری شروع کی، چنانچہ ہندوستان کے بیشتر چوٹی کے رسائل میں آپ کے افسانے، ڈرامے اور ادبی، علمی مضامین طبع ہوتے رہتے ہیں۔

زیر نظر "اذکارِ لطیف" کی ترتیب جس محنت اور سلیقہ سے انھوں نے کی ہے وہ تو ظاہر ہی ہے۔ اشعار کا انتخاب، حالات کی تحریر آپ کے

ذوق شعری اور قدرت انشار کو ظاہر کرتے ہیں ۔ "آپ بیتی" پھر بھی آسان ہوتی ہے لیکن "جگ بیتی" کا اظہار ذرا کٹھن ہوتا ہے ۔ اوروں کے حالات کو مختصر اور جس انداز میں آپ نے بیان کیا ہے وہ واضح بھی ہیں اور دلنشیں بھی —— یہ تو تھا انشار پردازی کا حال، اب فنِ مصوّری پر جو قدرت ان کو حاصل ہے اس کو بھی سُنئے ۔ یہ ایک قدرتی عطیہ ہے جو میرے نوجوان دوست کو قدرت نے ودلعیت فرمایا ۔ روغنی (آئل پینٹ) آبی (واٹر کلر) اور پنسل سب پر آپ کو یکساں عبور حاصل ہے چنانچہ اس تذکرہ کے لئے حضور بندگانعالی کا ایک شعر

حُسن کے رعب سے اے یارِ شبِ خلوت میں
شمع کی لَو ہے وہ لرزاں کہ بُجھائے نہ بنے

کو پنسل سے بنایا ہے ۔ جس کا بلاک شائع ہو رہا ہے ۔ نیز حضرت بندگان اقدس کی شبیہ مبارک کو جس سے یہ ادبی مرقع منور بنا ہوا ہے آپ نے ایک قدیم ترین بالکل چھوٹے سے عکس کو پیش نظر رکھ کر خود ہی انلارج کیا اور پھر اس کا بلاک بنوا لیا ہے، اس طرح یہ نایاب عکس محفوظ ہو گیا ۔ شاہانِ آصفیہ کی روغنی تصویریں (جن میں سے ایک حضرت آصف جاہ اول کی آئل پینٹ تصویر بلدیہ ہال میں لگی ہوئی ہے جس کی نقاب کشائی حضور بندگاں عالی نے کی) شہزادگان والا شان اور دلہن شہزادیوں کے بعض آبی مرقعے، نیز نوجوان

"مصور شاعر" کی "پرواز تخیل" کے اکثر نمونے ملک اور ملک سے باہر اچھی نظروں سے دیکھے گئے۔

ایک شاعر لفظوں میں اور ایک مصوّر رنگوں کے ذریعہ سحر کرتا ہے —— لیکن جہاں شاعری اور مصوّری دونوں یکجا ہو جائیں تو یہ وہ جادو ہے جو سر چڑھ کے بولنے لگے، میرے دوست ایک ایسے ہی "ساحر" ہیں —— میرے ایک ادنیٰ شعر کو انھوں نے کچھ اس انداز میں مصوّر کیا اور میرے تخیّل کی سطح کو کچھ ایسی رنگینیوں سے اُبھارا ہے کہ خود میں حیران ہوں —— میں نے کہا تھا ؎

لُطف تو جب ہے کہ قلبِ سنگ سے ٹپکے لہو
نالہ و شیون میں بلبل یہ اثر پیدا تو کر

بظاہر یہ شعر کسی طرح تصویری قالب میں نہیں ڈھالا جا سکتا، لیکن اس ساحر کی "سحر کاری" نے اس کو رنگین جامہ پہنا دیا —— خیال کیجئے، ایک ایسی حسین دوشیزہ جس کے "خال" پر "سمرقند و بخارا" ہی نہیں بلکہ دونوں جہان بخش دئے جاتے ہوں محبت کی کشش اس کو اپنے ہجراں نصیب عاشق کے بسترِ مرگ پر لاتی ہے اور وہ "ظالم جو خدا کو بھی نہ سونپا" جا سکے مرنے والے کے سرِ نیاز کو اپنے زانو پر رکھ لیتی ہے اور آنسو بہاتی ہے —— اس تصویر کا تصور کیجئے اور اوپر کے شعر کا مصرعۂ اول مطالعہ فرمایئے اور اس ساحر کی داد

دیجئے۔ شاعر کا تخیل اتنا نچلا تھا کہ وہ "پتھروں" سے صرف "شرار" پیدا کر سکا مگر مصوّر نے "قلبِ سنگ" سے آنسو گرا کر پانی کے ان قطروں کو لہو کی بوندوں سے بالاتر کر دیا۔ ایک "دل والے" کے نزدیک لہو کی وہ قیمت نہیں جو انِ دُرہائے سفتہ کی ہوتی ہے۔ اور حقیقت میں عورت کا رونا "قلبِ سنگ" سے لہو کا ٹپکنا دونوں برابر ہے۔ عورت جب ہنستی ہے تو قدرت ساری کائنات پر ایک لطیف سی مستی طاری کر دیتی ہے۔ مگر اس کے رونے سے کائنات کا ہر ذرّہ لرزاں نظر آنے لگتا ہے۔ تسکینؔ نے ایک ایسے "سنگین قلب" سے لہو ٹپکا کر اپنی قدرتِ کمال کا نادر مظاہرہ کیا۔ اس تصویر کا بلاک ٹھیک نہ بن سکا ورنہ یہ نمونہ بھی شریک اشاعت رہتا۔

میرے دوست ایک اور مستقل کام "ادبی مصوّری کے سلسلہ میں پیش کرنا چاہتے ہیں جس کی تیاری ہو رہی ہے۔ خدا اسے جلد مکمل کرنے کی ہمت دے۔ نیز "صد پارۂ دل" کے نام سے اُردو شعراء کے سو بہترین فارسی رباعیوں کا ایک چھوٹا سا مجموعہ میں نے مرتب کیا ہے۔ خیال تھا کہ اس کو شائع کر کے "زاویہ ادبیہ" کے سلسلہ اشاعت میں منسلک کر دوں مگر باہمت مصورانِ رباعیات کو تصویری شکل میں بھی پیش کرنے کا قصد رکھتا ہے۔ خدا کرے یہ کام بھی جلد پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے۔

ہندوستان میں بہترین آرٹسٹ بھی ہیں اور اعلیٰ پایہ کے ادیب بھی،

مگر کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا کہ جو بیک وقت لفظوں اور رنگوں یا لکیروں کے ذریعہ اظہار خیال کر سکے، یعنی مصوّر بھی ہو اور ادیب بھی۔ ایک اچھا ادیب اچھا مصوّر ہوتا ہے وہ الفاظ میں اپنے تخیّل کے اظہار کی قوت رکھتا ہے اور لفظی تصویر کھینچ سکتا ہے مگر مصوّر ادیب نہیں ہو سکتا، وہ اپنا مافی الضمیر لکیروں اور رنگوں ہی میں ظاہر کر سکتا ہے الفاظ میں نہیں۔ مگر یہاں قدرت نے یہ دونوں چیزیں میرے نوجوان دوست میں ودیعت کی ہیں، اپنے تخیّل کو تسکین نہ صرف رنگوں اور لکیروں میں ظاہر کرنے کی قدرت رکھتے ہیں بلکہ الفاظ میں بھی، نظم و نثر دونوں طرح اظہار خیال اور نمائش جذبات پر حاوی ہیں، یہی چیز ان کو میری اپنی نظر میں ہندوستان کے اور مصوّروں اور انشاء پردازوں سے ممتاز کرتی ہے۔

ادب حقیقتاً آرٹ ہی کا ایک اہم شعبہ ہے۔ اچھا ادیب وہی ہو سکتا ہے جو اچھا آرٹسٹ ہو، ادب سے آرٹ جدا ہو ہی نہیں سکتا، اگر آرٹ کو ادب سے نکال لیا جائے تو پھر ادب ہی باقی نہیں رہتا، تسکین نے ایک مکمل آرٹسٹ کی حیثیت سے اس تذکرہ کی ترتیب دی ہے۔ انتخاب میں اِن کے اسی ذوق نے کام کیا ہے۔ جابجا لیتھوگرافی کے بعض اچھے نمونے بھی آپ کو نظر آئیں گے جو موصوف ہی کی قلمکاری کے نتیجے ہیں۔

سرِورق پر "سخنورانِ دکن" آپ کو ایک بالکل نئے انداز میں لکھا ہوا ملیگا، بظاہر جلی قلم سے نستعلیق میں کتاب کا نام لکھ دیا گیا ہے مگر اس کے اندر ایک

عجیب وغریب گلکاری بھی موجود ہے جو اپنی نوعیت کی ایک نئی چیز ہے اس کو خطِ گلزار سے کوئی تعلق نہیں، یہ نوجوان آرٹسٹ کی جدّت آفرینی ہے اور بس، تسکین اس کتاب کو "عروس جمیل" کی طرح "لباس حریر" میں پیش کرنا چاہتے تھے مگر حیدرآباد میں طباعتی سہولتوں کے فقدان، کاغذ کی گرانی اور اپنی مصروفیتوں اور پریشانیوں کی وجہ سے افسوس ہے کہ وہ "تسکینِ ذوق" کا ساماں فراہم نہ کر سکے۔ پھر بھی جو کچھ ہوا وہ اُنہی کی تنہا کوشش، اَن تھک محنت اور ذاتی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ تذکرہ کسی "اہلِ ثروت" کا رہینِ منت رہا اور نہ شعراء کے چندے کا شرمندہ۔

ایک خوددار اور غیور نوجوان نے ملک کے لئے جو کچھ ہو سکا اپنے ذوق کی رعایت سے پیش کیا ہے۔ اب اہلِ ملک کا کام ہے کہ اس کی قدر کریں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ تذکرہ اپنی نوعیت کی پہلی چیز ہونے کی وجہ سے مقبول عام ہوگا اور جلد اس کے طبع ثانی کا انتظام کرنا پڑے گا فقط

اختر قریشی

بارہ دری پیلس
گوشہ محل
حیدرآباد دکن

مقدمہ

از

اُستاذی حضرت مولینا سیّد تمکین کاظمی

سخنوران دکن کا مقدمہ لکھوانا چاہیئے تھا کسی مشہور اور قدیم "مقدمہ باز" سے اس بدعتِ مقدمہ کے موجد مولینا عبد الحق (آف اُردو) ہیں۔ مگر اب ہر بھاری بھرکم شخصیت والا مقدمہ لکھنے لگا ہے، اسی لئے اس کتاب کا مقدمہ بھی کسی "نام نہاد" ہی سے لکھوایا جاتا تو بہتر تھا مگر عزیزم تسکین عابدی کو اصرار ہے کہ مجھی کو مقدمہ لکھنا چاہیئے چنانچہ ان کے اصرار سے مجبور ہو کر یہ مقدمہ لکھ رہا ہوں۔

آج کل اُردو ہندی کا جھگڑا ادبیات سے گزر کر سیاسیات کی حدود میں پہونچ گیا ہے اور "ہندو مسلمان" نفرت انگیز پروپیگنڈے کو "اُردو ہندی" کی حیثیت سے کیا جا رہا ہے، ایسے پرشور زمانے میں اُردو ادب پر کچھ لکھنا

ایک حد تک سیاسیات میں اُلجھنا ہے اور سیاسیات سے میں کوسوں دُور ہوں البتہ تاریخی اعتبار سے اتنا ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ اُردو ہندو مسلمانوں کی مشترکہ زبان ہے اُردو کے لئے ہندوؤں نے بھی اسی قدر جد وجہد کی ہے جس قدر کہ مسلمانوں نے جتنا حق "ماں باپ" کا اولاد پر ہوتا ہے اتنا ہی حق "ہندو مسلمانوں" کا اردو پر ہے ——— مسلمان اگر اُردو کو اپنی ملک تصوّر کرتے ہیں تو یہ ان کی غلطی ہے اور ہندو اگر مسلمانوں کے اِس ادعا کی وجہ سے اس "پوتر پُتری" کو "ملکش" سمجھتے ہیں تو یہ اِن کی غلطی ہے۔ اُردو ہندوستان کی زبان ہے اور ہندو مسلمان دونوں اس کے "ماتا پتا" ہیں ۔۔۔

تاریخ دکن شاہد ہے کہ مسلمانوں کے دوش بدوش ہندوؤں نے اُردو کی تعمیر میں حصہ لیا ہے، پنڈت گانگو، لالہ منسارام، لالہ لچھمی نراین شفیق (صاحب چمنستان شعراء) مہاراجہ چندولال بہادر، راجہ رائے رایاں، راجہ گردہاری پرشاد مہاراجہ کشن پرشاد بہادر کی اُردو خدمات اور زرپاشیاں بھلائی نہیں جاسکتیں میں بلاخوف تردید یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج کل کے ہندوؤں نے اپنے اسلاف کی اُردو خدمات کو بھلا دیا ہے بجائے اپنے بزرگوں کی اُردو خدمات کا اظہار کرکے اُردو پر استحقاق جتانے کے اُردو کو مسلمانوں کی زبان سمجھ کر اِس سے بیزاری کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

اُردو نہ تو شاہجہاں کے عہد کی پیداوار ہے اور نہ عہدِ اکبری کی، اس دَور سے بہت پہلے دکن میں اُردو کی داغ بیل پڑ چکی تھی اور عہد بہمنیہ میں اُردو عالمِ وجود میں آچکی تھی گو ابھی یہ آفت کا پرکالہ گھٹنیوں چل رہی تھی مگر اس پر بڑے بڑے منتی فدا تھے خواجہ بندہ نوازؒ سے لے کر فیروز شاہ بہمنی تک اس کی زلفِ گرہ گیر کے اسیر تھے سب سے پہلے شاہان بہمنیہ نے گانگو پنڈت کے مشورے سے اُردو کو سرکاری زبان قرار دیا اور "ہندوی" یا ہندی مدت تک شاہان بہمنیہ کی سرکاری زبان بنی رہی جسے عام لوگ دکنی کہتے تھے۔

حضرت خواجۂ دکن بندہ نوازؒ گیسو دراز نے گیسوئے اُردو کو سنوارنے میں اتنا ہی حصہ لیا جتنا کہ مذہب کی اشاعت اور اعلائے کلمۂ حق میں لیا تھا حضرت کے کئی ایک رسائل نثر میں اور ایک ضخیم فرس نامہ جو کئی ہزار ابیات پر مشتمل ہے نظم میں موجود ہے۔ شاہان بہمنیہ نے اس نوخیز کی انتہائی سرپرستی کی اور اپنا دَور ختم کر کے عادل شاہیہ اور قطب شاہیہ کو سونپا، عادل شاہیوں نے اس نوخیز کی بڑی آؤ بھگت کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ رستمی، نصرتی، امین، میوا، مومن، ہاشمی، مرزا، جیسے شعرا شانہ بدست گیسوئے اُردو کو سنوارنے لگے۔ قطب شاہیوں نے ملا غواصی، ملا قطبی، ابن نشاطی، جنیدی، نوری، فائز، شاہی، مرزا، اس آفتِ زمانہ کی حفاظت کے لئے مقرر کرنے کے علاوہ خود بھی اس کی خدمت کی محمد قلی قطب شاہ، عبداللہ قطب شاہ، اور ابوالحسن تانا شاہ

نے وہ والہانہ خدمت کی کہ "بھاگ نگر"[۱] میں اسی بھاگونتی کا چرچا گھر گھر ہو گیا۔

مغلیہ دَور میں مغلوں نے بھی اس نئی نویلی کی بڑی آؤ بھگت کی اور ہر طرح پروان چڑھایا۔ عاجزؔ، بحریؔ، امینؔ، ولی دکنیؔ، وجدیؔ، آزادؔ جیسے فدائی اس نوخیز کے پیدا ہو گئے اور انہوں نے وہ وہ آرائشیں اور زیبائشیں کیں کہ اس فتنۂ نوخیز کو آفتِ زمانہ بنا دیا۔

بارہویں صدی ہجری کے وسط میں حضرت آصف جاہ نظام الملکِ اعظم نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے دکن کو مفتخر فرمایا تو آپ کی نگاہ بھی اس آفتِ زمانہ پر پڑی اور اس بس کی گانٹھ نے حضرت کا مَن موہ لیا پھر کیا تھا اس پرکالۂ آتش کے حُسنِ جہاں سوز میں چار چاند ہی لگ گئے ولی اورنگ آبادیؔ، داؤد دکنیؔ، سراجؔ اورنگ آبادی، درگاہ قلی خاں سالار جنگ، نوازش علی خاں شیداؔ، تجلیؔ علیشاہ، نورالدین رنگینؔ، عاشق علیخاں ایماؔ، صمصام الدولہ صارمؔ، لچھمی نراین شفیقؔ، عنایت اللہ فتوتؔ، غلام علی آزادؔ غلام علی ارشدؔ جیسے بلبل اس گل صد برگ پر فدا ہونے لگے اور ان کے زمزموں سے چمنستانِ دکن گونج اٹھا، نواب نظام علی خاں بہادر نے بھی اس کی بڑی قدر دانی فرمائی، قمرالدین منتؔ، احسن اللہ خاں بیاںؔ، مرزا علی لطفؔ، حافظ تاج الدین مشتاقؔ، شیر محمد خاں ایمانؔ، محمد صدیق قیسؔ،

---

[۱] حیدرآباد کا قدیم نام - ۱۲

حسن علی خاں ایماؔ، عباس علی خاں احسانؔ، عبدالوالی عزلتؔ، عارف الدین خاں عاجزؔ نے اس فتنۂ زمانہ کے حسنِ جہاں سوز کو رشکِ تجلّی طور بنا دیا یہ تو خیر تھے مگر

ع زنے از پردہ بروں آید و کارے بکند

کے مصداق ماہ لقا بائی چندا نے بھی اس پر فدا ہو کر اپنا تن من دھن نثار کر دیا اور اردو میں ایک دیوان مکمل اور مردوف کر لیا جو اردو کے لئے پہلی چیز ہے کیونکہ اس سے پہلے کسی عورت نے باضابطہ شاعری کر کے دیوان مکمل نہیں کیا تھا۔

نواب سکندر جاہ کے زمانہ میں اس فتنۂ نوخیز کی بڑی آؤ بھگت رہی مہاراجہ چندو لال جیسا "اندر" اس سنگھاسن کی پری پر ریجھ گیا پھر کیا تھا اس کے کارن شیخ حفیظؔ، اور شاہ نصیرؔ کو دلّی سے بلوایا گیا، غالبؔ اور ذوقؔ کو بھی مہاراجہ نے طلب فرمایا مگر ان سے دلی کی گلیاں نہ چھوٹیں۔ مرزا داؤد ہنرؔ، بہاؤ الدین خاں عروجؔ، وغیرہ نے اس پر کالہ آفت کے چاہنے والوں میں بڑا نام پیدا کیا۔

نواب ناصر الدولہ بہادر اور نواب افضل الدولہ بہادر کے زمانے میں بھی اس نوخیز نے بڑا عروج پایا، حافظ محمودؔ، شاہ معین خاموشؔ، مرزا سالکؔ، روشن خاں روشنؔ، افتخار علی شاہ وطنؔ، مظفر الدین مزاجؔ، حفیظ الدین یاسؔ، بچو مال تمکینؔ، سیتل پرشاد خرمؔ، شمس الدین فیضؔ، بہاری لال رمزؔ وغیرہ نے اسی کی محبت میں وہ نالہ ہائے موزوں کئے جو آسمان ادب پر شعر بن کر چمکے۔

عین اسی ہنگامہ میں جبکہ احمد علی عصرؔ حیدر علی حیدرؔ ذوالفقار علی صفاؔ احمد علی شہیدؔ جیسے آتش نوا ترانۂ الفت سنا رہے تھے اعلیحضرت میر محبوب علیخاں بہادر نے تخت سلطنت پر قدم رنجہ فرمایا۔ حضرت غفران مکان نہ صرف بلند پایہ شاعر ہی تھے بلکہ ایک بلند مرتبہ نقاد بھی واقع ہوئے تھے، حضرت کو اس نوخیز کی چلبلی ادائیں اور دلفریب گھاتیں ایسی بھائیں کہ اس سے دلچسپی پیدا ہو گی، اُستاد داغؔ، امیر مینائیؔ، ظہیر دہلویؔ، نظم طباطبائیؔ، سورج بھان میکش تھانویؔ، نادر علی برترؔ وغیرہ حیدرآباد آگئے مہاراجہ کشن پرشاد بہادر شادؔ، فیاض الدین خاں فیاضؔ، تراب علی نزدرؔ، غلام علی جوشؔ، دلاور علی دانشؔ، امیر حمزہؔ، مخدوم حسینی رفعتؔ، اقبال یار جنگ بہادر اقبالؔ، لقمان الدولہ بہادر دلؔ، خیرات علی سخیؔ، آصف یاور الملک بہادر وزیرؔ، محمد علی نجؔ، صادق جنگ علمؔ، اعظم علی ثنایقؔ ضیغم جنگ سرفرازؔ، وغیرہ نے اس دور میں اپنی شیوا بیانی اور آتش نوائی سے ایک ہلچل پیدا کر دی اور "نئی نویلی اردو" اب نکھر کر اس نوبت پر آگئی جسے دیکھکر اُستاد داغؔ نے بے ساختہ کہہ دیا ع

اُف نزی کافر جوانی جوش پر آئی ہوئی

یہ دور اپنی تابناکیوں کا جلوہ دکھا رہا تھا کہ اعلیحضرت بندگانعالی نواب میر عثمان علیخاں بہادر خلد اللہ ملکہ وسلطنتہٗ تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہوئے، پھر کیا تھا یہ نشہ دو آتشہ

ہو گیا، اُستاد جلیل، عبدالحیٔ بازغ، ضیا گورگانی، نادر علی برتر، ضامن کنتوری رضی الدین کیفی، منتخب الدین تجلی، جلال الدین توفیق، محمد علیخاں ناظم، وارث علی وارث، حسن علیخاں امیر، صولت جنگ بہادر عابد، عزیز یار جنگ بہادر عزیز نجم الدین ثاقب، احمد حسین امجد، وغیرہ نے اُفق شعر کو چہارم آسمان بنا دیا،

حضور بندگان عالی نہ صرف اعلیٰ پایہ کے شاعر اور عدیم النظیر سخن فہم ہیں بلکہ فقید المثال نقاد بھی واقع ہوئے ہیں خسرو ملک معانی کی نقطہ رسی و ژرف نگاہی نے اردو کو اور نکھار دیا اور وہ اُردو جو بقول قایم چاند پوری "اک بات لچرسی یہ زبان دکھنی تھی" علمی زبان بن گئی اُردو ذریعۂ تعلیم بنائی گئی، اُردو میں علوم و فنون منتقل کئے جانے لگے اردو یونیورسٹی قایم ہو گئی اور وہ اُردو جس کی تعلیم صرف ابتدائی جماعتوں تک دی جاتی تھی اب اپنے پی، ایچ۔ ڈی، ڈی لٹ۔ اور ری سرچ اسکالر پیدا کرنے لگی۔ اُردو نے نہ صرف دکن بلکہ پورے ہندوستان میں استحکام حاصل کر لیا اور بندگان عالی کی فیاضی اور زرپاشی سے ہندوستان کے منتخب افراد کو حیدرآباد میں جمع کر دیا۔ اور حیدرآباد حقیقی معنیٰ میں رشک بغداد بن گیا ؎

قایم دایم رہے الٰہی یہ شہر رشکِ فردوس حیدرآباد دکن

توفیق، کیفی، تجلی، ناظم، عابد، امیر وغیرہ نے ایک ایک کرکے آنے والو کے لئے جگہ خالی کی اور صفی، غیور، سرمد، باز وغیرہ وغیرہ نے اس جگہ قبضہ کر لیا

حیدر آباد کی جدید پیداوار جامعہ عثمانیہ کے وہ ہونہار اور بلند پرواز سپوت ہیں جنہوں نے اپنی شیریں نوائی سے اس کا ایقان پیدا کرا دیا کہ مستقبلِ قریب میں ان میں کا ہر ایک فرد اپنے رنگ کا خاص شاعر اور شیوا بیاں ہوگا، وجد، زیبا، مخدوم، بدر، باقی، رشدی، میکش وغیرہ کی بلند پروازیاں دیکھ کر بے ساختہ دعا دینے جی چاہتا ہے کہ یہ "اٹھان" قیامت کی ترقی کرے اور یہ "شباب" عمرِ جاوداں کی طرح بڑھے۔

ابتداً دکنی شاعری کا انداز جو کچھ رہا اس سے سب واقف ہیں۔ "دندانِ تو جملہ در دہانِ اند" قسم کی شاعری کی جاتی تھی، چنانچہ ایک دکنی بزرگ فرماتے ہیں۔

کیا مجھ سے پوچھتا ہے سیرجن کدھر گیا گھر کی طرف گیا ہے تو تحقیق گھر گیا

یا مولینا ہاشمی کا یہ شعر پڑھئیے۔

جہانکو نکو گگن تم دیدہ چیڑر ہو گا بیٹی ہو ہاشمی کی دنیا میں شور ہوگا

یا سیدھی سادی باتیں مولینا نوری کی طرح یوں کہی جاتی تھیں،

ہر کس کہ خیانت کند البتہ بترسد بیچارۂ نوری نہ کرے ہے نہ ڈرے ہے

چنانچہ سعدی دکھنی نے اسی کو ریختہ بنایا اور "ہم ریختہ ہم گیت ہے" کہہ کر ریختہ میں موتی رولنا شروع کیا" مگر یہ رنگ زیادہ مدت تک نہیں رہا نہایت تیزی کے ساتھ اس میں تبدیلی ہونے لگی اور اشعار میں سوز وگداز

پیدا ہونے لگا:

کت در رہوں جاؤں کہاں، مجھ دل پہ پہل بجھراٹ ہے
اک باٹ کیسے ہوں گے صنم یاں جی ہی بارا باٹ ہے

یا

جگ ہنسائی نہ کر خدا سوں ڈر   بے وفائی نہ کر خدا سوں ڈر

اس رنگ کو خدائے سخن ولّی نے نکھارا اور شاعری کو فرش زمیں سے عرش معلی پر پہونچا دیا۔ چونکہ ابتداً دلّی کو اُجاڑ کر دولت آباد کو آباد کیا گیا تھا اور امیران صدہ (بانیانِ سلطنت بہمنیہ) دلّی ہی سے آئے تھے شہنشاہ اورنگ زیب نے دلّی والوں ہی کو لاکر اورنگ آباد کو آباد کیا تھا، حضرت آصف جاہ اور ان کے مصاحب و خواص ہمراہی اور خدام دلّی ہی کے تھے اس لئے دکن کی زبان طرز معاشرت وغیرہ دلّی ہی کی سی رہی مگر جب لکھنؤ بنا اور پھر بگڑا تو شعراء لکھنؤ نے بھی حیدرآباد ہی میں پناہ لی اور دلّی اسکول میں لکھنؤ اسکول سمانے لگا۔ دلّی اسکول تو اپنی جگہ آخر تک قائم رہا مگر لکھنؤ اسکول اپنی وضع نباہ نہ سکا چولی، محرم، مسّی، دھڑی کے مضامین کم ہونے لگے اور خود لکھنؤ اسکول کے اساتذہ نے دلّی والوں کا تتبع شروع کر دیا، ان میں بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے کچھ دلی اسکول کا اثر قبول کیا اور کچھ لکھنؤ اسکول کا اور اس طرح ایک جدید رنگ جو دلّی سے الگ اور لکھنؤ سے

جدا تھا قائم ہو گیا، اس رنگ میں لکھنؤ والے بھی رنگے گئے اور دلّی والے بھی اور بڑے بڑے اساتذہ نے اس کی چھینٹیں فخر سمجھ کر سر آنکھوں پر لیں، چنانچہ شیخ حفیظ، فیض، علوی، میکش، نظم طباطبائی، برتر غازی پوری وغیرہ کے دواوین اس کے شاہد ہیں، موجودہ اساتذہ میں مہاراجہ بہادر شاد فصاحت جنگ بہادر جلیل، ضامن کنتوری، عزیز یار جنگ بہادر عزیز اور صفی وغیرہ اسی رنگ کے شاعر ہیں، اُستاد جلیل، امیر مینائی کے جانشین اور لکھنؤ اسکول کے اُستاد ہیں مگر آپ کے کلام میں لکھنؤ سے ہٹا ہوا دلّی کی ثقاہت لیا ہوا ایک رنگ ہے۔ اسی طرح مہاراجہ بہادر دکنی بزرگ ہیں اور آپ کو اساتذہ دلّی سے تلمذ رہا ہے مگر آپ کے کلام میں دلّی کی ثقاہت اور لکھنؤ کے چوچلے کے ساتھ ساتھ ایک اور نادرت بھی نظر آئے گی جس کا احساس صرف ذوقِ سلیم کر سکتا ہے۔ یہی حال عزیز، ضامن اور صفی کا ہے۔

حضور بندگان عالی خسرو ملک معانی شہنشاہ اقلیم نکتہ دانی اُستاد جلیل سے مشورۂ سخن فرماتے ہیں حضور کا کلام فصاحت التیام اس لذت اور بے ساختگی سے مملو ہے جو دکن اسکول کا حصہ ہو چکی ہے بندگانعالی کے اشعارِ دُر بار نہ صرف فصاحت و بلاغت کی جان بلکہ تخیّل و محاکات کے عمدہ ترین اور بے مثال نمونے ہیں کیا بلحاظ زبان و طرزِ ادا اور کیا بلحاظ محاسن شعری و معنوی کلام السلطان، سلطان الکلام ہی ہوتا ہے۔

تذکرہ نویسی میں دکن ہمیشہ سارے ہندوستان سے آگے رہا ہے لالہ لچھمی نرائن شفیق کا چمنستان الشعراء اور گل رعنا اور فتوحات اور افتخار وغیرہ کے تذکرے دنیائے تذکرہ میں شاہکار کی حیثیت رکھتے ہیں مگر آج تک دکنی اور کسی ایک عہد کے شعراء کا تذکرہ مرتب نہیں کیا گیا مولینا صوفی ملکاپوری نے شعراء دکن کا ایک تذکرہ دو حصوں میں شائع کیا تھا مگر اس میں خواجہ حافظ بھی دکنی شاعر بنا دئے گئے تھے کیونکہ ان کا قصد دکن تشریف لانے کا تھا اس قسم کی بدحواسیاں اور لوگوں نے بھی کی ہیں مگر وہ کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، دکن کے شعراء کا اور پھر ایک خاص دور کی حد تک محدود تذکرہ کسی نے آجتک مرتب نہیں کیا تھا، عزیزم تسکین عابدی نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور عہد عثمانی کے شعراء کا تذکرہ مرتب کر دیا اس میں اواخر عہد حضرت غفران مکان کے شعراء سے لے کر عہد حال کے شعراء تک کے حالات اور کلام کے نمونے ہیں، اس تذکرہ میں ۶۰۰ (چھ سو) شعراء کے حالات ہیں اگر بے احتیاطی سے کام لیا جاتا تو اس تعداد کا چوگنا ہو جانا بہت آسان تھا مگر تسکین عابدی نے احتیاط کی ہے اور ایسے شعراء کو نہیں لیا ہے جو ایک آدھ شعر کے مالک ہیں،

۱۹۱۱ء سے ۱۹۳۸ء تک کے شعراء کے حالات اور کلام کی فراہمی اور پھر ان کی ترتیب ظاہر ہے کہ کس قدر صبر آزما اور حوصلہ فرسا کام تھا مگر

تسکین عابدی نے اس کتاب کو نہایت استقلال اور ہمت سے انجام دیا اور ایک مستقل تذکرہ مرتب کر کے شائع کر دیا ہے۔

تسکین کو نہ صرف شعر وسخن ادب اور افسانہ کا ستھرا مذاق ہے بلکہ وہ بہترین آرٹسٹ اور ایک ماہر فن حسن کار بھی ہیں آرٹ کے تقریباً تمام شعبوں سے انھیں لگاؤ ہے خصوصاً ادب لطیف، شعر اور مصوری سے متعلق ان کی معلومات بڑی اچھی ہیں، حالات کی ترتیب اور اشعار کے انتخاب سے اس کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے کہ یہ کس ذوق کے اور کتنے صحیح المذاق نوجوان ہیں، دورانِ ترتیب میں جن دقتوں اور رکاوٹوں کا سامنا ہوا اور نام نہاد شعراء نے جس طرح پریشان کرنا چاہا وہ خود انہیں کی زبانی سن لیجئے۔

میں خوش ہوں کہ آج ایک اپنی نوعیت کا بالکل نیا تذکرہ آپ حضرات کے آگے پیش کر رہا ہوں، اب آپ کی قدردانی پر اس کے دوسرے اڈیشن کی طباعت کا انحصار ہے اگر آپ نے خاطر خواہ قدردانی کی اور پہلا اڈیشن جلد نکل گیا تو انشاء اللہ دوسرا اڈیشن بھی بہت جلد شائع ہو گا۔

تسکین نے اس تذکرے کی ترتیب میں عصبیت سے بالکل کام نہیں لیا ہے اِن تمام شعراء کو انہوں نے دکنی تصور کیا ہے جو دکن میں مقیم ہیں چاہے وہ پہلے دلّی میں رہے ہوں یا لکھنؤ میں خدا کا شکر ہے کہ یہ تذکرہ "ملکی غیر ملکی" بحث سے پاک ہے۔ اسی طرح تسکین نے کوشش کی ہے کہ ہند و شعراء کا کلام

بھی شائع کریں مگر بد نصیبی سے بہت کم ہندو حضرات کا کلام فراہم ہو سکا،
بعض ہندو احباب نے وعدے کئے مگر فراہمیٔ مواد میں افسوس ہے کہ
کوئی مدد نہیں دی۔ حیدرآباد میں اُردو کی ترقی ہندوؤں اور مسلمانوں کی متفقہ
کوشش کا نتیجہ ہے، یہ گانگو پنڈت برہمن وزیر سلطنت بہمنیہ تھا جس نے
"ہندوی" کو سرکاری زبان بنایا، مہاراجہ چندولال کی زرپاشیاں اور
ادب نوازیاں کھلی ہوئی ہیں، اِس آخر دَور میں مہاراجہ چندولال کے حقیقی
جانشین ہز اکسلنسی سر مہاراجہ یمین السلطنۃ بہادر نے جس قدر شعر نوازی اور
ادب پروری کی ہے ایک مستقل مقالہ اس موضوع کے لئے درکار ہے۔
اُستاد داغؔ، امیرؔ، ظہیرؔ، جلیلؔ، اخترؔ، ثاقبؔ، برترؔ، فانیؔ، سبھی اس
شیدائے شاعری کے زیر بارِ منت رہے۔ آج بھی راجہ نرسنگ راج عالیؔ،
ست گرد پرشاد رہبرؔ، رگھوناتھ راؤ دردؔ، راگھویند راؤ جذبؔ، گورسرن بلی آزادؔ
وغیرہ جیسے اچھے شاعر دکن میں موجود ہیں اور یہ حضرات اُردو کو اپنی مادری زبان
کی حیثیت سے استعمال کرتے اور اس کی خدمت کرتے رہتے ہیں،

سید تمکین کاظمی

سلطان پورہ
حیدرآباد دکن

کچھ اپنی طرف سے

حضور بندگانِ عالی کی تخت نشینی کے بعد حیدرآباد میں جو علمی ترقی، ادبی چہل پہل اور تحقیقی سرگرمیاں پیدا ہونے لگیں وہ اظہر من الشمس ہیں مگر اِن زرین کارناموں کی منور ضیا کو محفوظ کرنے کے لئے ایک ایسے ادارے کی ضرورت ہے جو اِن ترقیوں کی تاریخ مکمل کر سکے، میں نے عہدِ زرین کے صرف شعراء کو لیا ہے اور ۱۹۱۱ء سے ۱۹۳۸ء تک کا تذکرہ مرتب کیا ہے جو اس وقت آپ کے پیش نظر ہے،

۲۷ سال کے شعراء اور ان کے کلام کے نمونے فراہم کرنا بظاہر تو کچھ مشکل نہیں معلوم ہوتا مگر حقیقت میں بڑی دقت طلب چیز ہے۔ کوئی تذکرہ اس زمانے کا موجود نہیں جس سے مجھے یا کسی دوسرے تذکرہ نویس کو مدد مل سکتی اور جو تذکرے ہیں اُن میں صرف چند شعراء کے حالات آ گئے ہیں اور بس — رسائل اور گلدستے کلام کی فراہمی میں مدد دیتے ہیں مگر حالات کا پتہ نہیں چلتا، بڑی دقت ابتدائے عہدِ عثمانی کے شعراء کے حالات کی فراہمی میں ہوئی اور اس سے کٹھن منزل موجودہ شعراء کے حالات اور کلام کا فراہم کرنا تھا، اکثر شعراء کے

پاس جا کر تقاضے کئے اکثروں کو خطوط لکھے مگر سوا چند حضرات کے کسی نے توجہ نہیں کی، بعضوں نے انکساراً اپنے آپ کو اس قابل خیال نہیں کیا کہ تذکرہ میں ان کا ذکر آئے اور بعض محض اپنی "شاعرانہ ذہنیت" کی وجہ سے یہ سمجھے رہے کہ عام تذکرے میں ان کا ذکر ان کے شایانِ شان نہیں، بہرحال اِن دونوں قسم کے شعراء نے بخالت کی اور مجھے بڑی دقّت اُٹھانی پڑی۔

ہمارے پاس ایک گروہ ایسا بھی ہے جو ہر کام کرنے والے کی مخالفت کرتا ہے۔ یہ لوگ سوا باتوں کے کوئی کام نہیں کرتے اور ان کا کام جو وہ کرنا چاہتے ہیں اور جس کی تشہیر ہر شخص کے سامنے کیا کرتے ہیں صرف ان کے اپنے تخیل کی چار دیواری ہی تک محدود رہتا ہے۔ اس پر ذہنیت کا یہ عالم کہ "ہم چوں من دیگرے نیست" اگر کوئی دوسرا کچھ کرنے لگے تو جی بھر کر مخالفت کرتے ہیں، چنانچہ اس "طائفۂ دزدانِ ادب" میں سے بعضوں نے ہمارے خلاف پروپیگنڈا بھی کیا مگر ایک "فرشتی" نے جس طرح کہ معلم الملکوت نے آدم کو باغِ ارم سے نکالنے کا عہد کرلیا تھا اور جسے اس نے پورا کیا اسی طرح مجھے بھی "گنجِ ادب" سے نکال باہر کرنے کا مصمم ارادہ کرکے میرے درپئے ذلت ہوا اور جب میں نے اپنے اس تذکرہ کا سنگِ بنیاد رکھ کر سخنورانِ عصر سے اس کی تکمیل کی استدعا کی تو "راندۂ عرش فرشتی" نے مجھے مدد دینی شروع کی اور قدیم شعراء کا کلام فرضی ناموں سے مرتب کرکے ڈیڑھ دو سو شعراء کا اضافہ میرے

مواد میں کر دیا جس میں سے تقریباً پچاس ایک خود آنجناب کے فرضی ارشد تلامذہ تھے، خدا نے فضل کیا کہ مجھے ان کی پے در پے نوازش پر شبہ ہوا اور میں نے پتہ چلا لیا ورنہ وہ حالات اور اشعار تذکرہ میں درج ہو ہی جاتے۔

اس ۲۷ سالہ عہد زرین میں دکن نے ہزارہا شعراء پیدا کیے جن کے حالات اور کلام کے نمونے میں نے فراہم کر لیے ہیں مگر اس تذکرہ میں صرف (چھ سَو) شعراء کو لیا ہے۔ زیادہ کوشش موجودہ شعراء کو پیش کرنے کی کی ہے اور مرحومین میں سے بھی اکثر شعراء کو لے لیا گیا ہے مگر کم، اگر اس عہد مبارک کے تمام شعراء کا انتخاب میں شائع کرنا تو موجودہ ضخامت کی کئی جلدیں درکار ہوتیں، اس امر کی بھی کوشش کی گئی ہے کہ زیادہ کلام فراہم کر کے اس میں سے انتخاب کیا جائے اور حالات عموماً مختصر لکھے گئے ہیں۔

اس تذکرہ کی طباعت اواخر ۱۹۳۶ء میں شروع کی گئی تھی مگر آخری اجزا ۱۹۳۸ء میں طبع ہوتے ہیں، ظاہر ہے کہ اس عرصے میں دُنیا نے کئی کروٹیں لیں اور سینکڑوں مرے۔ ہزاروں پیدا ہوئے، چنانچہ ابتدائی اجزا کی طباعت کے وقت ہز اکسیلنسی سر مہاراجہ بہادر کرسیٔ صدارت عظمیٰ پر جلوہ فرما تھے مگر مارچ ۱۹۳۷ء میں مستعفی ہو گئے، نواب لطف الدولہ بہادر حیات تھے مگر ان اجزا کی طباعت کے بعد ۳۰ر مارچ ۱۹۳۷ء کو انتقال فرمایا، اسی طرح مودود احمد تشنہ، نادر علی برتر، شرف الدین ساقی، خیر اللہ خیر، اور محمد حسین ادیب،

بھی ان دنوں زندہ تھے جبکہ ان کے حالات طبع ہوئے مگر طباعت کے بعد ۱۹۳۷ء ہی میں ان حضرات نے انتقال کیا۔

افسوس ہے کہ میری خانگی پریشانیوں اور طباعتی دشواریوں کی وجہ سے اس قدر تاخیر اس تذکرہ کی تکمیل میں ہوئی اور ممکن تھا کہ میری پریشانیاں طول کھینچتیں اور تذکرہ یوں ہی پڑارہ جاتا مگر حضرت مولینا سید خورشید علی مدظلہ ناظم دفتر دیوانی و مال وملکی سرکار عالی نے بروقت میری دستگیری فرماکر مجھے نہ صرف پریشانیوں سے نجات دلائی بلکہ اس قابل بنا دیا کہ میں اس کام کی تکمیل کرسکوں مولینا موصوف کی نوازشوں کی وجہ سے ایک طرف تو مجھے افکار و آلام سے نجات ملی اور دوسری طرف مولینا نے میری دل افزائی فرماکر اس تذکرہ کی تکمیل میں بہت بڑا حصہ لیا جس کے لئے میں مولینا موصوف کا ممنونِ احسان ہوں۔

نواب عنایت جنگ بہادر کا بھی ممنون ہوں کہ نواب صاحب موصوف نے نہ صرف مجھے اس تذکرے کے سلسلہ میں مفید مشورے دئے بلکہ خاصی دلچسپی میرے کام سے لی۔

حضرتِ محترم اُستاذی مولینا سید تمکین کاظمی کے بزرگانہ شفقت اور احسانات کا شکریہ ادا کرنا میرے امکان سے باہر ہے۔ یہ مولینا ہی کے فیوض و برکات کا نتیجہ ہے کہ آج میں ایک ایسا اہم کام انجام دے رہا ہوں جس کا مجھے آج سے آٹھ دس سال پہلے گمان تک نہ تھا، میں اس امر کا اظہار کرتے ہوئے بجید

مسرور ہوں کہ آپ نے میری استدعا پر اپنی اوّلین فرصت میں اس تذکرے کے لئے ایک گراں مایہ مقدمہ لکھ دیا۔

محترمی مولینا نیاز فتحپوری کا بے انتہا منت پذیر ہوں کہ باوجود کم فرصتی کے آپ نے سخنوران دکن کے اجزا کو دیکھا اور اپنی انمول طرز میں "پیش لفظ" تحریر فرمانے کی زحمت گوارا فرمائی۔

مولوی میر تراب علی خاں صاحب بازؔ کا بھی رہین منت ہوں کہ آپ نے حالات کی فراہمی میں میری بہت مدد کی اور اس تذکرہ کے سلسلہ میں ہر وقت مسرت کا اظہار کیا۔

محبّی اخترؔ قریشی صاحب نے نہ صرف فراہمی مواد اور طباعت میں میرا ہاتھ بٹایا، بلکہ "تعارف" بھی لکھ دیا جس کے لئے میں عزیز اخترؔ کا شکر گزار ہوں،

اس تذکرہ کے کاتب منشی غلام محی الدین خاں اکبر آبادی کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اس تذکرہ کو بزمانۂ علالت بڑی دل چسپی اور محنت سے لکھا اور مجھے کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں دیا، منشی صاحب ایک کہنہ مشق، زود نویس کاتب ہونے کے علاوہ صحیح نویس اور خوشنویس بھی ہیں،

اس تذکرہ کی طباعت ابتداً میں نے کریمی مشین پریس میں شروع کرائی ابتدا کے چند اجزا تو مجھے وقت پر ملے مگر بعد میں "روائتی سُستو گرانی" نے اس مطبع کو بھی متاثر کر لیا اور مجھے بڑی تکلیف اٹھانی پڑی، آخری اجزا و پیش لفظ

وغیرہ مطبع عہد آفریں میں طبع ہوئے ہیں جہاں وعدے کی پابندی اور کام کی عمدگی پیشِ نظر رہتی ہے۔

تصاویر کے بلاک ہیں نے فوٹوہاف ٹون کمپنی لاہور میں بنوائے ہیں البتہ پانچ بلاک مستعار لے کر طبع کئے گئے ہیں اور بس۔

مجھے اپنی کمزوریوں کا احساس ہے۔ ایک فردِ واحد جس قدر کوشش کر سکتا تھا میں نے کی ہے اور ایک کتاب کے لئے جس قدر صعوبتیں برداشت کی جا سکتی تھیں برداشت کی ہیں مگر باوجود اس کے ترتیب اور طباعت میں بعض خامیاں رہ گئی ہیں جس کا مجھے افسوس ہے اگر برادرانِ وطن نے قدر کی اور موجودہ جلدیں جلد ختم ہو گئیں تو انشاء اللہ دوسرا اڈیشن بہت جلد شائع کیا جائے گا جس میں ان فروگزاشتوں کی تلافی کی جائے گی۔

حضور بندگان عالی کی شبیہ مبارک تخت نشینی کے وقت کی ہے جس کا ایک دُھندلا سا عکس مجھے بڑی دقّت سے ملا اور میں نے پنسل سے انلارج کر کے بلاک بنوایا ہے۔ بندگان عالی کے ایک شعر کو بھی میں نے پنسل میں بنایا ہے جو شریک تذکرہ ہے، بندگانِ عالی کے اشعار دُربار نہ صرف فصاحت و بلاغت کی جان ہوتے ہیں بلکہ محاکات کے عمدہ ترین نمونے بھی انشاء اللہ قریب میں حضور اقدس کے بعض اور اشعار کی تصاویر بھی پیش کی جائیں گی۔

آخر میں ان تمام حضرات کا مکرر شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے قدمے سخنے میری مدد کی اور ان بزرگوں کا بھی رہینِ منت ہوں جو میرے کام سے دلچسپی لیتے رہے۔

۳۰ ستمبر ۱۹۳۸ء
محلہ رسالہ عبداللہ قدیم
حیدرآباد دکن

تسکین عابدی

فہرس

عثمان	حضور بندگانعالی خلد اللہ ملکہ	۱
اعظم	نواب اعظم جاہ بہادر	۷
شجیع	نواب معظم جاہ بہادر	۹
کاظم	نواب کاظم جاہ بہادر	۱۲
حشمت	نواب حشمت جاہ بہادر	۱۵
ہاشم	نواب ہاشم جاہ بہادر	۱۶
تقی	نواب تقی جاہ بہادر	۱۸
بشارت	نواب بشارت جاہ بہادر	۱۹
سعادت	نواب سعادت جاہ بہادر	۲۰
شاد	مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر	۲۱
لطف	نواب لطف الدولہ بہادر	۲۵
معین	نواب معین الدولہ بہادر	۲۸
اعجاز	حضرت دلہن پادشاہ خلد اللہ ملکہا	۳۳
ادا	ف، بیگم	۳۵
ادا	اہلیہ اسحق احمد	۳۵
ادا	اہلیہ ابو الحامد نظامی	۳۵
ادیب	عابدہ بیگم	۳۶
اسیر	رحمت بیگم	۳۶
افسر	ام الخیر عزیز فاطمہ	۳۷
انجم	بنت حیدر یار جنگ بہادر	۳۷
امجاد	کمال النساء	۳۷
باطن	حسینی بیگم	۳۹
باقرہ	عصمت النساء	۳۹
بدر	بدر النساء	۳۹
برق	بنت عمر خاں	۴۰
بشیر	بشیر النساء	۴۰
ترک	اقبال بیگم	۴۱
تراب	تراب النساء	۴۱
تقیہ	تقیہ بیگم	۴۲
ثریا	نساء بیگم	۴۲
جہاں	جہاں بانو نقوی	۴۳

جیلانی	اہلیہ نواب ظہیر یار جنگ بہادر	۴۴	صفیہ	صفیہ بیگم	۵۵
جیلانی	جیلانی بیگم	۴۴	عابد	عابد النسار	۵۵
حافظہ	افسر النسار	۴۵	عزیز	عزیز النسار	۵۶
حجاب	امۃ الزہرا	۴۵	عسکری	بنت رعد	۵۶
حیا	صغرا بیگم	۴۶	فاطمہ	افضل النسار	۵۷
حیا	ــــــ	۴۶	قمر	صفیہ بیگم	۵۷
رابعہ	رابعہ بیگم	۴۷	کریم	کریم النسار	۵۷
رعنا	س بیگم	۴۷	کمتر	رقیہ بیگم	۵۸
زہرہ	زہرہ بنت بیگم	۴۸	کنیز	کنیز فاطمہ بیگم	۵۸
زہرہ	بنت عبد الرب	۴۸	گوہر	کلثوم بیگم	۵۹
سارہ	سارہ بیگم	۴۹	لطیف	لطیف النسار	۵۹
سلمیٰ	جمال النسار	۵۰	لیلیٰ	لیلیٰ بیگم	۶۰
سلطانہ	اکبر النسار بیگم	۵۰	محمودہ	محمودہ اختر	۶۰
سلطانہ	اہلیہ محمد اللہ خاں	۵۱	مدنی	شہناز بیگم	۶۱
سکینہ	سکینہ بیگم	۵۱	مریم	مریم بیگم	۶۱
ش	ش بیگم	۵۲	مریم	مریم بیگم	۶۲
شاکرہ	شاکرہ بیگم	۵۲	منعم	امۃ الفاطمہ	۶۲
شریف	شریف بانو	۵۳	نسیم	ع، بیگم	۶۳
شہزاد	ــــــ	۵۳	نفیس	ن، بیگم	۶۴
عصمت	عصمت النسار	۵۴	نکہت	ع، بیگم	۶۴
صغرا	بیگم علیخاں	۵۴	نوشابہ	نوشابہ خاتون	۶۵

وفا	افسر سلطانہ	۶۵
ہاجرہ	ہاجرہ بیگم	۶۶
	آ	
آفت	جمشید جی	۶۹
آلف	جہانگیر علیخاں	۶۹
آرزو	جعفر علیخاں	۷۰
آرام	غلام احمد شریف	۷۰
آزاد	محمد حسین	۷۰
آزاد	گورسرن بلی	۷۱
آزاد	انصاری	۷۱
آزاد	عبد البصیر	۷۲
ابجد	محمد اصغر	۷۳
ابد	محمد اسمٰعیل	۷۳
ابر	غلام دستگیر	۷۴
ابرار	ابرار احمد	۷۴
ابوظفر	عبد الواحد	۷۵
ابراہیم	حسینی	۷۵
اثر	صدیق احمد	۷۶
اثر	احمد اللہ بیگ	۷۶
اثر	جلال الدین	۷۷
اثر	احمد علیخاں	۷۷
اثر	عزیز اللہ	۷۷
اثر	افتخار علی	۷۸
اجلال	علی محمد	۷۸
احمد	احمد علیخاں	۷۹
احمد	امیر احمد	۷۹
احمد	احمد علی شاہ	۸۰
احمد	سید احمد	۸۰
احقر	احقر صدیقی	۸۰
اختر	نواب اختر یار جنگ بہادر	۸۱
اختر	علی اختر	۸۱
اختر	اختر قریشی	۸۲
احترام	احترام احمد	۸۳
ادیب	محمد حسین	۸۴
ارمان	قادر محی الدین	۸۴
ازل	اسمٰعیل شریف	۸۵
اسد	صدیق علی	۸۶
اسد	احتشام احمد	۸۶
اسد	صفی اللہ خاں	۸۶
اسعد	سعید الرحمٰن	۸۷
اسمٰعیل	محمد اسمٰعیل	۸۷
اشہر	منظر علی	۸۸

اشک	جلال الدین	۸۹
اشرف	اشرف الدین علیخاں	۸۹
اشرف	محمد نصیر	۹۰
اشرف	علی اشرف	۹۰
اشرف	اشرف حسین	۹۱
اصغر	نواب اصغر یار جنگ بہادر	۹۱
اطہر	اعظم اللہ حسینی	۹۲
اطہر	بشیر احمد	۹۲
اطہر	محبوب علی	۹۳
اظہر	دلدار حسین	۹۳
اظہر	منصور علی	۹۴
اعظم	یاور علی	۹۴
اعظم	اعظم علیخاں	۹۸
اعجاز	اعجاز حسین	۹۸
اعجاز	یعقوب خاں	۹۸
افضل	افضل الدین	۹۹
افسر	حشمت علی	۹۹
افسر	شیخ احمد	۱۰۰
اقدس	محمد عباس	۱۰۰
اقبال	عبدالوحید خاں	۱۰۱
اکبر	اکبر علی	۱۰۱

اکبر	وفا قانی	۱۰۳
اکرم	اکرم الدین خاں	۱۰۴
اکرم	محمد اکبر قادری	۱۰۵
الم	مہدی حسین	۱۰۵
امید	شاہ علیخاں	۱۰۶
امین	امین علیشاہ	۱۰۶
امجد	احمد حسین	۱۰۷
امیر	حسن علیخاں	۱۰۸
امیر	محمد امیر	۱۰۹
امیر	امیر احمد	۱۱۰
امید	شیخ نبی	۱۱۱
انوار	حقیقت نما شاہ	۱۱۱
انجاد	غلام محمد خاں	۱۱۲
اوجعفر	باقر حسین	۱۱۲
اختر	معظم خاں	۱۱۳
اخگر	قاسم علی بیگ	۱۱۳
	ب	
بابر	ظہیر الدین احمد	۱۱۴
باز	تراب علی خاں	۱۱۴
بازغ	عبدالحئی	۱۱۵
باغ	کاظم علی	۱۱۶

باقی	عبدالقیوم	۱۱۷
باقر	باقر علی	۱۱۸
بانی	محمد حسین	۱۱۸
بدر	ابوالکلام	۱۱۸
بدر	بدرالاسلام	۱۱۹
بدیع	بدیع الدین احمد	۱۲۰
برتر	نادر علی	۱۲۰
برتر	محمد احمد	۱۲۱
برق	محمود مرزا	۱۲۱
بزم	عباس حسین خاں	۱۲۲
بزمی	غوث اللہ شاہ	۱۲۲
بسمل	امین الحسن	۱۲۲
بسمل	عبدالرزاق	۱۲۴
بشر	عبدالحلیم	۱۲۴
بشیر	صالح بن ناصر	۱۲۵
بشارت	بشارت علی خاں	۱۲۶
بلیغ	انوار الدین	۱۲۶
بلال	احمد عبدالعلی	۱۲۶
بہار	سید علی	۱۲۷
بہادر	بہادر علیخاں	۱۲۷
بیگم	عابد مرزا	۱۲۸
بیتاب	غضنفر علی	۱۲۹
بیکس	غوث الدین	۱۳۰
	پ	
پہلوان	محمد غفار	۱۳۱
	ت	
تاثیر	ندیم الحسن	۱۳۲
تاج	تاج الدین	۱۳۲
تائب	صبغت اللہ	۱۳۳
تبارک	تبارک علی	۱۳۳
تجلی	منتجب الدین	۱۳۳
تدبیر	عبدالحکیم	۱۳۷
ترکی	ترک علی شاہ	۱۳۸
تسلی	قطب الدین علی	۱۳۹
تسکین	عابدی	۱۴۰
تسلیم	بشیر الدین	۱۴۱
تسنیم	فریدالدین حسین	۱۴۲
تسنیم	اسمٰعیل احمد	۱۴۳
تشنہ	مودود احمد	۱۴۳
تصور	علی نواز	۱۴۴
تفضل	تفضل حسین	۱۴۵
تمنا	ابراہیم علی	۱۴۶

تمکین	قادرالدین خاں	۱۴۶
تمکین	تمکین کاظمی	۱۴۶
توفیق	جلال الدین	۱۴۸
توحید	اللہ بخش	۱۵۲
	ث	
ثاقب	نجم الدین	۱۵۴
	ج	
جامی	خورشید احمد	۱۵۵
جاوید	مصطفیٰ احمد	۱۵۶
جدت	خواجہ محی الدین	۱۵۶
جذب	راگھوبیندر راؤ	۱۵۶
جلیل	محمد اسمٰعیل	۱۵۸
جلیل	نواب فصاحت جنگ بہادر	۱۵۸
جمال	جمال الدین حسین خاں	۱۶۰
جمیل	نزاب علی	۱۶۰
جنوں	نذیر حسین	۱۶۰
جوہر	سید محمد	۱۶۱
جوہر	تلجارام	۱۶۲
	چ	
چاق	عبدالرزاق	۱۶۳
چچا	سید اسحٰق	۱۶۳

چشتی	محمود صدیقی	۱۶۴
	ح	
حامد	حامد علیخاں	۱۶۵
حامد	حامد محی الدین	۱۶۵
حامد	احمد سعید	۱۶۶
حبیب	حبیب اللہ	۱۶۶
حزیں	شعیب احمد	۱۶۷
حسرت	عبدالقدیر	۱۶۷
حسرت	ذکراللہ	۱۶۸
حسرت	غلام محی الدین	۱۶۸
حسن	نواب حسن نواز جنگ بہادر	۱۶۸
حسن	حسن الدین	۱۶۹
حسن	علی حسن	۱۷۰
حشمت	حبیب علیخاں	۱۷۰
حقیر	غلام دستگیر	۱۷۱
حکیم	حیدر علیخاں	۱۷۱
حکیم	اورنگ آبادی	۱۷۲
حکیم	دلدار علی	۱۷۲
حلیم	نواب صادق جنگ بہادر	۱۷۳
حلمی	محمد عباس	۱۷۳
حیدر	حیدر بادشاہ	۱۷۴

خ

خالد	سیف اللہ خاں	۱۷۵
خاطر	سورج نرائن	۱۷۵
خسرو	نواب حسین نواز جنگ بہادر	۱۷۶
خلق	نواب بہادر یار جنگ بہادر	۱۷۷
خلیق	محمد حسین	۱۷۸
خلیل	سید ابراہیم	۱۷۸
خواب	احمد علی	۱۷۹
خوشدل	رحمت اللہ	۱۷۹
خوشتر	بشن سنگھ	۱۷۹
خورشید	خورشید احمد	۱۸۰
خورشید	کریم بخش	۱۸۰
خیر	خیر اللہ	۱۸۰
خیال	عبدالحمید قریشی	۱۸۱
خیالی	عبدالحمید	۱۸۲

د

دل	نواب لقمان الدولہ بہادر	۱۸۳
درخشاں	مومن علی	۱۸۳
درد	نذر علی	۱۸۴
درویش	درویش محی الدین	۱۸۴
دلباز	سید محمد	۱۸۵

ذ

ذبیح	ماجد علی	۱۸۶
ذرہ	دلدار علی	۱۸۶
ذکی	سید محمد علی	۱۸۶
ذکی	عبدالسلام	۱۸۷
ذکی	غلام جیلانی	۱۸۸
ذہین	غلام مصطفیٰ	۱۸۸
ذہین	خواجہ محی الدین	۱۸۹

ڈ

ڈاکٹر		۱۹۱

ر

راز	عبدالقادر	۱۹۲
راز	قدرت احمد	۱۹۲
راز	قاسمی	۱۹۳
راحت	شرافت علی	۱۹۳
راسخ	عباس حسین	۱۹۴
راشد	عبدالرزاق	۱۹۴
راہی	احمد علی مرزا	۱۹۵
رحمت	رحمت اللہ	۹۵
رحیم	رحیم اللہ خاں	۱۹۶
رحیم	عبدالرحیم قادری	۱۹۶
رحیم	عبدالرحیم	۹۶

رسا	غلام مصطفیٰ	۱۹۷
رشدی	حبیب اللہ	۱۹۸
رشید	عبدالرشید	۱۹۹
رشید	غلام دستگیر	۱۹۹
رشید	ترابی	۲۰۰
رشید	رشید الدین کاظمی	۲۰۱
رضا	غلام مصطفیٰ	۲۰۱
رضا	عبدالرزاق	۲۰۱
رضوی	محمد ابراہیم	۲۰۲
رعد	نادر علی	۲۰۲
رعنا	حمید الدین	۲۰۳
رفیق	محمد علیخاں	۲۰۳
رفیق	عبدالغفار	۲۰۳
رنگ	وزیر خاں	۲۰۴
رنگین	محمد ایوب	۲۰۴
روشن	روشن رائے (ج)	۲۰۵
رونق	امام بیگ	۲۰۶
رہبر	ست گرو پرشاد	۲۰۶
رہبر	غلام دستگیر خاں	۲۰۷
ریاض	ریاض الدین علی	۲۰۷

ز

زاہد	حیدری	۲۰۸
زاہد	عبداللطیف	۲۰۸
زاہد	باقر علی	۲۰۹
زبیر	محمد زبیر	۲۰۹
زعیم	غلام محمد	۲۱۰
زور	محی الدین قادری	۲۱۰
زور	معین الدین احمد	۲۱۱
زیبا	علی حسنین	۲۱۲
زیبا	حبیب حسین	۲۱۲
زیرک	علی احمد	۲۱۳

س

ساجد	سُبحانی	۲۱۴
ساحر	برہان الدین	۲۱۴
سالک	علی حسن نقوی	۲۱۵
ساقی	شرف الدین	۲۱۵
سامی	ویرا سامی	۲۱۵
سحر	عزیز الحق	۲۱۶
سحر	محمد حسین	۲۱۶
سخا	نظیر حسین	۲۱۷
سخنور	یعقوب علیخاں	۲۱۷

سرآب	سمیع الزماں	۲۱۹	سیف	لیاقت علی	۲۳۳
سرتاج	———	۲۱۹	سیف	فخر الدین خاں	۲۳۴
سردار	علی نقی خاں	۲۲۰	سیفی	سید حسین	۲۳۴
سرمد	عظمت اللہ خاں	۲۲۰	سیفی	عبدالرحیم	۲۳۵
سرور	احمد محی الدین	۲۲۳		ش	
سرور	ابوالقاسم	۲۲۳	شاغل	شیخ حسین	۲۳۶
سروش	فتح اللہ	۲۲۴	شاکر	شاکر علی	۲۳۶
سریر	سید علی	۲۲۵	شاکر	یوسف علی	۲۳۷
سطوت	محمد علی	۲۲۶	شاہد	زین العابدین	۲۳۷
سعدی	عبدالحی	۲۲۶	شباب	شیخ احمد	۲۳۸
سعید	نواب تراب یار جنگ بہادر	۲۲۶	شباب	معین الدین علیخاں	۲۳۸
سعید	عابد علی	۲۲۷	شباب	سیف الدین	۲۳۹
سعید	محمد سعید	۲۲۸	شبیر	علی شبیر	۲۳۹
سفیر	شایق حسین	۲۲۸	شبیر	شبیر بادشاہ	۲۴۰
سلام	سلام اللہ	۲۲۹	شبنم	محمد شمعون	۲۴۱
سلامی	عبدالرحمن	۲۲۹	شرف	شرف الدین علیخاں	۲۴۱
سلطان	سلطان احمد	۲۳۰	شرر	عبدالغفور	۲۴۲
سلیم	وحید الدین	۲۳۰	شرر	دولت خاں	۲۴۲
سلیم	محمد یونس	۲۳۲	شرر	شیخ احمد	۲۴۲
سلیم	سراج محی الدین	۲۳۲	شریف	محمد شریف	۲۴۳
سید	سید حسین	۲۳۳	شعار	شعار احمد	۲۴۳

شفیق	پرورش علی	۲۴۴
شفا	خواجہ عبدالقادر	۲۴۴
شکیب	بدرالدین	۲۴۴
شمشاد	غلام پنجتن	۲۴۵
شمس	سید عمر	۲۴۶
شمیم	نبی الحسن	۲۴۷
شمس	عبدالرحیم	۲۴۸
شمس	شمس الدین	۲۴۸
شمشیر	عبدالکریم خاں	۲۴۹
شوق	غلام محمد	۲۵۰
شوق	برہان الدین احمد	۲۵۰
شوق	عبدالحمید	۲۵۱
شوکت	احمد علی خاں	۲۵۱
شہرت	اعجاز علی	۲۵۱
شہید	نواب شہید یار جنگ بہادر	۲۵۲
شیدا	محمد علی	۲۵۳
شیدا	عبدالعزیز	۲۵۴
شیدا	شیخ احمد	۲۵۴
	ص	
صابر	عبدالوکیل	۲۵۵
صابر	انواراللہ	۲۵۵

صابر	نعیم الدین	۲۵۶
صابری	بشیر احمد	۲۵۶
صادق	جعفر علی	۲۵۶
صادق	عبدالغنی	۲۵۷
صبا	غلام علی	۲۵۷
صبر	نظام الدین	۲۵۸
صدر	اکرام الحق	۲۵۸
صدق	تصدق حسین	۲۵۸
صدیقی	عبدالعلی	۲۵۹
صغیر	حبیب الدین	۲۵۹
صفی	بہبود علی	۲۶۰
صمد	عبدالصمد	۲۶۲
صمد	رضوی	۲۶۲
صمصام	عباس شیرازی	۲۶۳
صہبا	احمد حسین	۲۶۳
	ض	
ضامن	کنتوری	۲۶۴
ضیا	مرزا منیر الدین	۲۶۵
ضیغم	عبداللہ خاں	۲۶۶
	ط	
طالب	نواب عثمان نواز جنگ بہادر	۲۶۸

طالب	سراج الدین	۲۶۸	عبدالعزیز	———	۲۸۰
طاہر	ملک طاہر	۲۶۹	عتیق	انور الدین	۲۸۱
طاہر	طاہر علی	۲۶۹	عتین	محی الدینخاں	۲۸۱
طیب	غلام طیب	۲۷۰	عثمان	عثمان خاں	۲۸۱
طیب	طیب علی	۲۷۰	عثمان	صحرائی	۲۸۲
	ظ		عجیب	محمد حسین	۲۸۲
ظریف	عبدالقادر	۲۷۱	عدیل	———	۲۸۲
	ع		عریاں	———	۲۸۳
عابد	نواب صولت جنگ بہادر	۲۷۳	عرشی	عبدالرزاق	۲۸۴
عابد	زین العابدین	۲۷۴	عروضی	معین الدین	۲۸۴
عابد	عابد علی بیگ	۲۷۴	عزیز	نواب عزیز یار جنگ بہادر	۲۸۵
عابد	سید محمد عابد	۲۷۵	عزیز	عزیز احمد	۲۸۷
عاجز	قدرت اللہ	۲۷۵	عزیز	عبدالقادر	۲۸۷
عارف	لطف علی	۲۷۵	عزیز	عزیز اللہ	۲۸۷
عاقل	فخر الدین	۲۷۶	عشرتی	غلام خواجہ خاں	۲۸۸
عاقل	عاقل علیخاں	۲۷۷	عشق	حبیب اللہ	۲۸۸
عالی	محب اللہ خاں	۲۷۷	عظمت	عظمت اللہ خاں	۲۸۸
عالی	نرسنگ راج	۲۷۸	عظیم	لطیف احمد	۲۹۰
عالی	اسمٰعیل خاں	۲۷۹	عفو	شاہ ابراہیم	۲۹۰
عبرت	عبدالرسول	۲۷۹	علی	علی احمد	۲۹۱
عبدالسلام	انصاری	۲۸۰	علم	شمس الدین	۲۹۱

علیم	علیم الدین خاں	۲۹۲
علیم	علیم الدین	۲۹۲
عندلیب	عبدالوہاب	۲۹۳
عیش	شرف الدین	۲۹۳
عینی	غوث الدین	۲۹۴
	غ	
غازی	غازی الدین خاں	۲۹۵
غربت	میر خاں	۲۹۵
غفار	عبدالغفار	۲۹۶
غفور	عبدالغفور	۲۹۶
غمگین	عبدالصمد	۲۹۷
غنی	محمد ابراہیم	۲۹۸
غیور	عابد علی	۲۹۸
	ف	
فاتح	محمود فاتح	۲۹۹
فاروق	فاروق علی	۲۹۹
فاضل	قطب الدین محمود	۳۰۰
فاضل	حسام الدین	۳۰۰
فاضل	محمد حسین	۳۰۱
فاضل	محمد فاضل	۳۰۱
فانی	نواب احمد نواز جنگ بہادر	۳۰۲

فانی	شوکت علیخاں	۳۰۲
فخر	فخر الدین	۳۰۳
فدا	عبدالغفور	۳۰۳
فدائی	ہدایت محی الدین	۳۰۴
فرحت	رائے بالا پرشاد	۳۰۴
فرحت	فرحت اللہ بیگ	۳۰۴
فرحت	امان خاں	۳۰۵
فرخ	نواب فرخندہ یار جنگ بہادر	۳۰۵
فروغ	عبدالوالی	۳۰۶
فروغ	محمد علی	۳۰۶
فزا	محمد غوث	۳۰۶
فضل	عبدالمقتدر	۳۰۷
فقیر	فقیر احمد	۳۰۷
فوق	دُرّ علیخاں	۳۰۸
فہیم	غلام دستگیر	۳۱۰
فیاض	ابو الفیض	۳۱۰
فیاض	فیاض علی	۳۱۱
فیضی	اشرف الدین	۳۱۱
	ق	
قابل	بھروں پرشاد	۳۱۲
قادر	قادر حسین	۳۱۲

قاسم	محمد قاسم	۳۱۳
قاصد	محمد یحییٰ	۳۱۳
قاضی	حفیظ الدین	۳۱۴
قتیل	محبوب علی	۳۱۴
قدر	یحییٰ حسینی	۳۱۴
قدرت	نواب قدرت نواز جنگ بہادر	۳۱۵
قدرت	نور الرسول	۳۱۵
قطب	نواب قطب یار جنگ بہادر	۳۱۶
قمر	سید ابراہیم	۳۱۷
قمر	سید منجو	۳۱۷
قمر	عبد الحمید خاں	۳۱۸
قمر	کاظم حسین	۳۱۸
قمر	قمر حسن	۳۱۸
قوی	عبد الحق	۳۱۹
قیس	بدیع اللہ	۳۱۹
قیصر	ابو الحسن	۳۲۰
قیصر	قیصر علی	۳۲۰
قیصر	محمد علی خاں	۳۲۱
	ک	
کاتب	عبد الرحیم	۳۲۲
کاظم	کاظم علی خاں	۳۲۳
کلیم	انیس احمد	۳۲۳
کمال	کمال الدین	۳۲۳
کمتر	————	۳۲۴
کیفی	رضی الدین حسن	۳۲۴
	گ	
گل	عبد الکریم	۳۲۷
گرامی	مصطفیٰ علی اکبر	۳۲۷
گلشن	محی الدین حسینی	۳۲۸
گہر	فیض اللہ خاں	۳۲۸
	ل	
لبیب	نظام شاہ	۳۲۹
لطفی	عباس حسین	۳۳۰
لمعہ	نوازش علی	۳۳۱
	م	
ماہر	منظور حسین	۳۳۱
ماہر	علی رضا	۳۳۱
مبشر	عزیز الدین	۳۳۲
مجنوں	احمد مصطفیٰ	۳۳۲
مجید	محمد جہانگیر	۳۳۲
محب	محب حسین	۳۳۳
محبت	معین الدین	۳۳۳

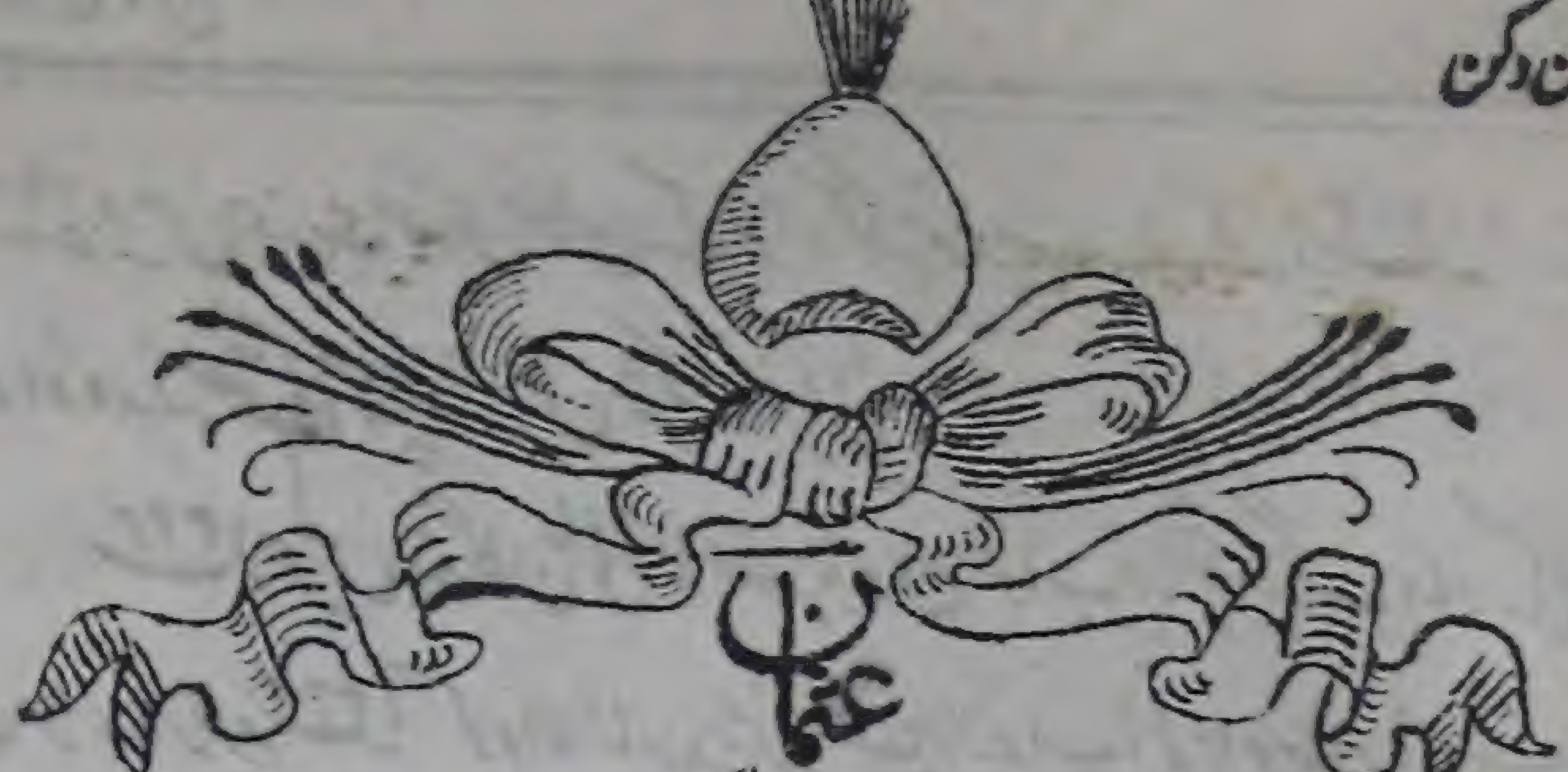
محبوب	محبوب راج	۳۳۴	معتمد	گیسو دراز خاں	۳۴۳
محبوب	شیخ محبوب	۳۳۴	مقتول	بادشاہ محی الدین	۳۴۴
محسن	میر محسن خاں	۳۳۵	مفید	تاج الدین	۳۴۴
محسن	حبیب محسن	۳۳۵	مقصد	عبدالحفیظ	۳۴۴
محسن	محسن اللہ خاں	۳۳۵	مکند گیر	———	۳۴۵
محسن	محسن علی	۳۳۵	ملال	عنایت علی	۳۴۵
محشر	محشر عابدی	۳۳۶	منیر	منیرالدین	۳۴۶
محمود	سید محمود	۳۳۷	منظور	نواب منظور جنگ بہادر	۳۴۶
مخدوم	مخدوم محی الدین	۳۳۷	منظور	سید علی	۳۴۷
مدن	مدن موہن	۳۳۸	مہر	آفتاب علی	۳۴۷
مرزا	مرزا حسن بیگ	۳۳۸	موحد	محمد حسین	۳۴۸
مرکز	یٰسین علیخاں	۳۳۹	مونس	مونس احمد	۳۴۸
مزاج	نواب نثار یار جنگ بہادر	۳۳۹	مہدی	محمد مہدی	۳۴۹
مست	نوازش علی	۳۴۰	مہدی	محمد علی	۳۴۹
مست	عبدالغفور خاں	۳۴۰	میکش	محمد علی خاں	۳۵۰
مسرور	محمد علی	۳۴۱		ن	
مسلم	طاہر علیخاں	۳۴۱	نائب	عبدالستار	۳۵۱
مشتاق	مشتاق احمد	۳۴۲	ناچیز	محبوب علی شاہ	۳۵۱
مشیر	فخرالدین	۳۴۲	ناداں	اُمراؤ مرزا	۳۵۲
مظہر	منظہرالدین	۳۴۳	ناطق	احمد بیگ	۳۵۲
معین	معین الدین علیخاں	۳۴۳	ناظم	محمد علیخاں	۳۵۳

ناظم	عبدالمقتدر خاں	۳۵۳	نہار	سید محمد علی	۳۶۲
ناظم	ظہور الحسن	۳۵۴	نیساں	شامن علی	۳۶۳
ناظر	پاپا لال	۳۵۴		و	
نامی	عبدالغفور خاں	۳۵۵	واثق	ارشاد حسین	۳۶۴
نامی	کوہ سوار	۳۵۵	وارث	عبدالوارث	۳۶۴
نثار	سید علی الحسن	۳۵۶	واصل	قادر علی خاں	۳۶۵
نجم	محمد احمد	۳۵۶	واصف	محمد علی	۳۶۵
نجم	نجم الدین	۳۵۶	واصفی	عبدالصمد	۳۶۵
نجیب	نجیب الدینخاں	۳۵۷	واقف	داؤد علیخاں	۳۶۶
نسیم	سلطان محی الدین خاں	۳۵۷	وجد	سکندر علی	۳۶۶
نشتر	عبدالجلیل	۳۵۷	وجودی	بادشاہ محی الدین	۳۶۷
نشتر	محمد شریف	۳۵۸	وحید	وحید اللہ	۳۶۷
نظم	نواب حیدر یار جنگ بہادر	۳۵۸	وحید	عبدالوحید	۳۶۸
نظم	ٹھاکر پرشاد	۳۵۹	وحید	وحید الدین خاں	۳۶۸
نظمی	نظام الدین علیخاں	۳۵۹	وفا	رکن الدین احمد	۳۶۹
نواز	نواز بخش حسین	۳۶۰	وفا	غلام محمد	۳۶۹
نور	نور الحق	۳۶۱	وفا	حبیب اللہ	۳۷۱
نور	محمد شاہ نور خاں	۳۶۱	وفا	صدیق الزماں	۳۷۱
نور	نور الدین خاں	۳۶۱	وفا	صالح بن عمر	۳۷۲
نور	عبدالکریم	۳۶۲	وفا	عمر خاں	۳۷۲
نوری	نور اللہ محمد	۳۶۲	وفا	ولایت علی	۳۷۳

وقار	کاظم علیخاں	۳۷۳	ہوش	بلگرامی	۷۹
وکیل	عبدالقادر	۳۷۴		ی	
وکیل	عنایت حسین	۳۷۴	یزدانی	محمود علی	۸۱
ولا	نواب عزیز جنگ بہادر	۳۷۵	یٰسین	غلام یٰسین خاں	۸۱
	ہ		یقین	سید غوث	۸۲
ہاتف	عاشق حسین خاں	۳۷۶	یکتا	فریدالدین	۸۲
ہاشمی	فرید آبادی	۳۷۷	یوسف	یوسف علیخاں	۸۳
ہرمز	شیخ ہرمز	۳۷۷	یوسف	یوسف علی	۸۴
ہلال	محی الدین اکبری	۳۷۹			



حضور بندگانعالی



نواب میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہ

حضرت اقدس و اعلیٰ قدر قدرت، سکندر شوکت، دارا حشمت، فریدوں منزلت، ہز اگزالٹڈ ہائینس مظفر الملک و ممالک آصف جاہ، نظام الدولہ، نظام الملک، سپہ سالار، سر میر عثمان علیخاں بہادر، فتح جنگ، سلطان العلوم آصف سابع، یارِ وفادار، جی سی ایس آئی، جی سی ای، شہر یارِ دکن و برار ادام اللہ اقبالہ

بندگانِ عالی کی ولادت باسعادت ۲۹ - جمادی الاول ۱۳۰۳ھ ہجری (۵ - اپریل ۱۸۸۶ء) کو ہوئی پانچ سال کی عمرِ شریف تھی کہ رسمِ تسمیہ خوانی ادا ہوئی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا، بندگانِ عالی نے مولٰنا انوار اللہ خاں المخاطب بہ نواب فضیلت جنگ بہادر سے عربی اور مذہبی تعلیم پائی، نواب عماد الملک سے اردو شاد الملک آقا سید علی شوستری سے فارسی کی تحصیل اور مسٹر ایجرٹن سے انگریزی کی تکمیل فرمائی، کرنل سر افسر الملک بہادر سے فنونِ سپہ گری کی تعلیم حاصل فرمائی، بندگانِ عالی کی ولیعہدی کا زمانہ علومِ متعارفہ کی تحصیل اور امورِ سلطنت کے تجربہ میں بسر ہوا،

سنہ ۱۹۰۰ء میں حضرت غفران مکان کے ہمراہ کلکتہ تشریف لے گئے، سنہ ۱۹۰۳ء میں شاہ اڈورڈ ہفتم کی تاجپوشی میں شرکت فرمائی۔

سنہ ۱۳۲۴ھ میں بندگانِ عالی کا عقدِ ہمایون، نواب جہانگیر جنگ بہادر کی صاحبزادی سے ہوا، ۵ر محرم سنہ ۱۳۲۵ھ کو والاشان پرنس آف برار نواب اعظم جاہ بہادر ولیعہد اور ۱۵ر ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۵ھ کو والاشان شہزادہ معظم جاہ بہادر تولد ہوئے۔

۴ر رمضان سنہ ۱۳۲۹ھ (۲۲ر مہر سنہ ۱۳۲۰ف) (۲۹ر اگست سنہ ۱۹۱۱ء) کو بندگانِ عالی نے ستائیس سال کی عمر میں تختِ سلطنت پر جلوہ فرمایا، سنہ ۱۹۱۱ء ہی میں شاہ جارج پنجم کی تاجپوشی میں شرکت فرمائی، سنہ ۱۹۱۲ء میں وائسرائے کی دعوت قبول فرما کر شملہ تشریف لے گئے۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں جنگِ عظیم شروع ہوئی تو سلطنتِ برطانیہ کو عظیم الشان امداد دی، امداد کے لئے امپیریل سروس ٹروپس روانہ کی گئی۔ ایک کروڑ چونسٹھ لاکھ روپیہ نقد دیا گیا اور پندرہ لاکھ روپیہ محکمہ بحری کے لئے الگ مرحمت ہوا۔ ان کے علاوہ نو لاکھ روپے کا سامانِ حرب علٰحدہ دیا گیا، سرکاری جو افواج جنگ پر بھیجی گئی تھیں ان کے پورے مصارف برداشت کئے گئے، اور جب حکومتِ ہند کی مالی حالت خراب ہو گئی تو (۵۰) لاکھ روپے کی چاندی سے مدد کی گئی، سنہ ۱۹۱۸ء میں ملک معظم نے "یارِ وفادار سلطنتِ برطانیہ" کا خطاب دیتے ہوئے اپنے ایک دستخطی مکتوب کے ذریعہ سے ان خدمات کا اعتراف کیا۔ جنوری سنہ ۱۹۲۲ء میں پرنس آف ویلز حیدرآباد تشریف لائے تو انہوں نے بھی اپنی تقریر میں ان خدمات کا اعتراف فرمایا۔

بندگانِ عالی نے اپنی تخت نشینی کے بعد سے رعایا کی فلاح و بہبود کے لیئے ہر ممکنہ سعی فرمائی۔ تعلیم عام کر دی، تعمیرات اور آرایش کے محکمے قائم فرما دئے، مالگزاری میں رعایا کو سہولتیں بہم پہونچائیں تقاوی دے کر زراعت پیشہ لوگوں کی امداد فرمائی۔ زراعت اور علاجِ حیوانات کے محکموں کی تنظیم بھی انہیں مزارعین کی سہولت کے خیال سے ہوئی۔

بالآخر ذی حجہ ۱۳۳۶ھ میں ایک فرمان کے ذریعہ عثمانیہ یونیورسٹی قایم کر کے حیدرآباد کو بغداد بنا دیا، سنہ ۱۳۳۶ف میں دارالترجمہ قایم ہوا جس نے علوم و فنون کی سینکڑوں کتابیں اور کروڑوں علمی اور فنی اصطلاحات کا ترجمہ اردو میں کر دیا۔

نومبر ۱۹۱۹ء میں بندگانِ عالی نے اگزیکٹیو کونسل قایم فرمایا۔ بڑے بڑے تالاب اور بہترین عمارات بنوائیں، نفیس ترین سڑکیں اور غریب رعایا کے لیئے نام پلی، ملک پیٹھ یاقوت پورہ اور مغلپورہ وغیرہ میں مکانات بنوائے اور اناث و ذکور دونوں کی تعلیم کے لیئے روپیہ پانی کی طرح بہا دیا۔

۱۴ مئی ۱۹۳۳ء کو رزیڈنسی مسترد ہو گئی اور اس حصے کی آرایش بھی شروع کی گئی، سنا جا رہا ہے کہ عنقریب سکندرآباد بھی مسترد ہو جائے گا۔ خدا وہ دن جلد لائے۔

بندگانِ عالی کو اوائل عمر ہی سے لہو و لعب سے تنفر رہا، تخت نشینی کے بعد سے ملک میں اصلاحیں کیں، اور نہ صرف فرامین ہی جاری کئے بلکہ خود بنفسِ نفیس اپنی ذاتِ ستودہ صفات کو نمونہ بنا کر پیش کیا اور طبقۂ امرا، عہدہ داروں اور رعایا کی اصلاح کی، بندگانِ عالی نہ صرف ایک مصلح اور مدبر کی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ ایک مفکر اور ادیب

بھی ہیں امورِ سیاسی اور مذہبی دونوں میں فکر فرماتے ہیں اور ادب و شعر پر بھی انتہائی عبور رکھتے ہیں۔ نثر کا ایک ایک فقرہ مسجع و مقفیٰ ہوتا ہے تو نظم کا ایک ایک شعر گوہرِ خوش آب، خوش نصیب ہے دکن کہ اس ملک کو بندگانعالی جیسا سلیم الطبع، عالم، فاضل، مدبّر، متفکر، سیّاس، سخنگو، سخنور، سخن فہم، سخن شناس، حلیم، بردبار، فہیم اور عادل، سخی اور رعایا پرور بادشاہ نصیب ہوا۔ دعا ہے کہ خداوندِ عالم بندگانِ عالی کا سایۂ عاطفت ہمارے سر پر ہمیشہ قایم اور برقرار رکھے۔

زندہ کردی چوں مسیحا علم و فن را در دکن
شاد باش اے حضرتِ عثمان علیخاں شاد باش

بندگانِ عالی فارسی، عربی اور اردو تینوں زبانوں میں شاعری فرماتے ہیں۔ فارسی اور اردو میں اس قدر فکرِ سخن فرمائی ہے کہ دونوں زبانوں کے دو دیوان نہایت ضخیم مرتب ہو سکتے ہیں۔

اردو کلام نہایت بلند پایہ اور نفیس ہوتا ہے، زبان نہایت ستھری خیالات بلند ترین اور اچھوتے، روزمرہ بہترین اور صاف، مضامین سادہ اور خوش اسلوب کیا بلحاظِ رفعتِ تخیل اور کیا بلحاظ محاسنِ شعر ہر غزل اپنی آپ جواب ہوتی ہے استاد جلیل القدر نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل سے مشورہ فرماتے ہیں، اردو فارسی کے علاوہ برج بھاشا پر بھی اعلیٰ عبور ہے، چنانچہ بندگانِ عالی نے اتنی عمدہ اور اعلیٰ ٹھمریاں ارشاد فرمائی ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے، یوں تو بندگانِ عالی



حُسن کے رُعب سے اے یار شبِ خلوت میں

شمع کی لو ہے وہ لرزاں کہ بجھائے نہ بنے

(اعلیٰحضرت میر عثمان علی خان بہادر خلد اللہ ملکہ)

کا سارا مطبوعہ کلام جو جرائد اور رسائل وغیرہ میں اب تک طبع ہو کر ہم تک پہونچا ہے اس قابل ہے کہ سنہری حرفوں میں نقل کیا جائے۔ مگر اس وقت صرف چند اشعار بلا انتخاب تبرکاً نقل کئے جاتے ہیں۔

محبت میں نہ دل باقی نہ ہی تاب و تواں باقی
ابھی حصے میں ہیں کیا جانے کیا کیا سختیاں باقی

گل و ریحان و سنبل سب خزاں میں ہو گئے رخصت
مگر بلبل کے لب پر رہ گئی آہ و فغاں باقی

شبِ دوشینہ کی بدمستیاں میں کیا کہوں ساقی
نکل آیا ہے دن اور ہے ابھی خوابِ گراں باقی

زبانِ شمع سے سنتا ہوں قصہ سوزِ الفت کا
شبِ آخر ہوگئی لیکن ابھی ہے داستاں باقی

خدا ہی کشتیٔ دل کا ہے حافظ بحرِ الفت میں
نہ لنگر جس کا باقی ہے نہ جس کا بادباں باقی

سُراغ آخر کو مل ہی جائے گا یارانِ رفتہ کا
غنیمت ہے جو اب تک ہے نشانِ کارواں باقی

سلاطینِ سلف سب ہو گئے نذرِ اجل عثماںؔ
مسلمانوں کا تیری سلطنت سے ہے نشاں باقی

چمنِ دہر عنادل سے کب آباد ہوا
جو نوا سنج ہوا قیدیٔ صیاد ہوا

مثلِ آئینہ ہوئے دیکھ کے صورت تیری
اور کچھ رنگِ رخِ معنیٔ بہزاد ہوا

اے صبا پوچھ نہ بربادیٔ تربت میری
تودۂ خاک بھی صد حیف کہ برباد ہوا

دیکھ کر قامتِ موزوں کو ترے زیرِ زمیں
اِس طرف سرو اُدھر شرم سے شمشاد ہوا

کیا کہوں حال میں نیرنگِ قفس کا عثماںؔ
ایک پابند ہوا دوسرا آزاد ہوا

دیکھ کر چہرہ ترا ماہِ درخشاں کی قسم
پھنس گئے دام میں ہم زلفِ پریشاں کی قسم

اور ہوں گے گہر و لعل پہ مرنے والے
ہم ہیں شیدا لب پہ ترے لعلِ بدخشاں کی قسم

مثلِ پروانہ بنے دیکھ کے صورت تیری
جل بجھے ہم خاک ہوئے شمعِ شبستاں کی قسم

موسمِ گل کا گیا، تو بھی دکھا دے نقشہ
پی لے اے شیخ تجھے سبزہ و ریحاں کی قسم

پس گئے سو بار رہِ عشقِ بتاں میں آ کر
بن گئی خاک ہماری درِ جاناں کی قسم

دیکھ لے قیس اسے جامہ دری کہتے ہیں
تار باقی نہ رہا جیب و گریباں کی قسم

ہو گئی ختم نبوت جو نبی پر عثماں
ہے یہ ایمان، ازل سے مرا قرآں کی قسم

داغِ غم اشک کے چھینٹوں سے مٹائے نہ بنے
چند قطروں سے لگی دل کی بجھائے نہ بنے

رخِ روشن کا نظارہ تو ہے آسان لیکن
شعلۂ حسن سے دامن کو بچائے نہ بنے

موسمِ گل کا ہے ہم سے یہ تقاضا پیہم
شیخ کو بھی تو بغیر آج پلائے نہ بنے

غنچۂ دل کو کھلائے گی تو کیا بادِ صبا
تجھ سے جب پردۂ رخسار اٹھائے نہ بنے

حسن کے رعب سے لے یار شبِ خلوت میں
شمع کی لو تھی وہ لرزاں کہ بجھائے نہ بنے

ہم ترے عشق میں برباد کچھ ایسا ہوں کہ آج
غمزہ و ناز و ادا سے بھی ستائے نہ بنے

نہیں کچھ کھیل حقیقت کو بدلنا عثماں
یاد رکھ دل ہے ترا اس کو بنائے نہ بنے

اعظم

والاشان شہزادہ اعظم جاہ ـــــ نواب میر حمایت علی خاں بہادر دام اقبالہٗ

بہادر پرنس آف برار ہز جنرل و کمانڈر انچیف و ولیعہد دولت آصفیہ

والاشان کی ولادت باسعادت ۸۔ محرم سنہ ۱۳۲۵ھ کو ہوئی۔ حضور بندگان عالی نے اپنی نگرانی میں تعلیم و تربیت فرمائی عربی، فارسی اور انگریزی کی بہت باضابطہ تعلیم دی گئی، فنونِ سپہ گری میں بھی خاص مہارت حاصل ہوئی۔

سنہ ۱۹۳۱ء میں والاشان نے یورپ کا سفر فرمایا اور اسی دوران میں عقد مبارک ۱۲ نومبر سنہ ۱۹۳۱ء (یکم رجب سنہ ۱۳۵۰ھ) بروز پنجشنبہ کو بمقام نیس (جنوبی فرانس) خلیفۃ المسلمین سلطان عبدالمجید خاں سابق سلطان ترکی کی اکلوتی شہزادی دُرِ شہوار سے ہوا، ۶ اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء (۱۵ جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۲ھ مطابق یکم آذر سنہ ۱۳۴۳ ف) یوم جمعہ کو نواب میر برکت علی خاں بہادر مکرم جاہ تولد ہوئے۔ ۱۰ شہریور سنہ ۱۳۴۱ ف کو بندگان عالی نے حضرت ولیعہد بہادر کو افواج آصفی کے کمانڈر انچیف کے عہدے سے سرفراز فرمایا۔

دے سنہ ۱۳۴۶ ف میں ملک معظم نے پرنس آف برار کا لقب عطا فرمایا۔

والاشان کی تعلیم و تربیت نہایت مکمل اور بہت صحیح طریقے پر ہوئی ہے۔

تشجیع

نواب میر شجاعت علیخاں بہادر دام اقبالہٗ — شہزادۂ والاشان میجر جنرل اعظم جاہ بہادر، صدر نشین آرائش بلدہ۔

والاشان کی ولادت ۱۵۔ ذی قعدہ ۱۳۲۵ھ کو ہوئی حضور بندگانِ عالی نے اپنی نگرانی میں تعلیم و تربیت دلوائی اور عربی و فارسی، انگریزی کی خاص تعلیم دی گئی۔

سنہ ۱۹۳۱ء میں نواب والاشان نے شہزادۂ اعظم جاہ بہادر کے ساتھ یورپ کا سفر فرمایا اور اسی مبارک سفر میں والاشان کا عقد ۱۲۔ نومبر ۱۹۳۱ء یکم رجب ۱۳۵۰ھ روز پنجشنبہ بمقام نیس خلیفۃ المسلمین سلطان عبد المجید خاں سابق سلطان ترکی کی حقیقی بھتیجی اور سلطان مراد خاں دوم کی نواسی شہزادی نیلوفر سے ہوا۔

یکم ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ کو بندگانِ عالی نے صدر نشین مجلس آرائش بلدہ کے عہدۂ جلیلہ سے ممتاز فرمایا۔

شہزادۂ والاشان، نہایت تعلیم یافتہ اور بہت با مذاق ہیں طبیعت اچھی پائی ہے، مذاق شعر نہایت ستھرا اور اعلیٰ ہے فکر شعر خوب فرماتے ہیں علمی ادبی مطالعہ جاری رہتا ہے۔ دیوان مرتب ہو چکا ہے جو زیر طبع ہے۔ سلام اور غزل

پر زیادہ طبع آزمائی فرماتے ہیں۔

آئے گر اُن کی مہربانی سے | موت اچھی ہے زندگانی سے
ختم یہ ہو تو شورِ حشر اُٹھے | متصل ہے مری کہانی سے
کہہ چکے حالِ دل زباں سے بہت | اب سنا لینگے بے زبانی سے
منزلِ عشق میں نشان تیرا | ہم نے پایا ہے بے نشانی سے
رنگِ جوشِ بہارِ اصل چمن | مانگ لائے تیری جوانی سے
قتل کرتے ہیں وہ کریں کیا غم | پر جلا دیں گے مہربانی سے

کیا ہے نسبت کسی خوشی کو شجیع
غمِ الفت کی شادمانی سے

محشر کا تھا سماں تیرے ناز و ادا کے بعد | تلوار چل گئی نگہِ فتنہ زا کے بعد
پیدا پھر ایسے چاہنے والے نہ ہو سکے | نامِ وفا ہی مٹ گیا اہلِ وفا کے بعد
جب تک نہ ہو فراق مزا کیا وصال کا | مہر و وفا کا لطف ہے جور و جفا کے بعد
ہے بندگی میں اُن کی ہر اک بندۂ خدا | بت بھی خدائی کرنے لگے ہیں خدا کے بعد
کھولے ہیں بند کیا کسی گل پیرہن نے آج | آتے ہیں کیوں نسیم کے جھونکے صبا کے بعد
یہ بھی تھا اُن کے لطف و عنایت کا مقتضا | یہ ہم خطا جو مجھ سے ہوی ہے خطا کے بعد

عظمت میں اور شرف میں شجاعت میں فضل میں
حسینؑ ہی شجیع رہے مرتضیٰؑ کے بعد

ہیں یہ الفت کے کرشمے کہ مرے حصے میں — زیست ایسی ہے کہ مرتا ہوں قضا سے پہلے
گرچہ بے خود ہوں مگر ہوش ہی آتا تاقی — ہوش اُڑے تھے نگہِ ہوش رُبا سے پہلے
مجھ کو وہ چین سے مرنے بھی نہ دیں گے شاید — آ گئے ہیں مرے بالیں پہ قضا سے پہلے



کاظم

نواب میر کاظم علیخان بہادر دام اقبالہٗ ـــ شہزادۂ کاظم جاہ آپ کی ولادت ۵ رشعبان ۱۳۲۰ھ کو ہوئی ۔ شاہانہ طور پر نہایت اہتمام کے ساتھ تعلیم و تربیت ہوئی عربی، فارسی، انگریزی اچھی طرح جانتے ہیں، شاعری کا شوق ہے، غزل خوب فرماتے ہیں ۔

عجب انداز عجب ناز سے آئی ہے بہار　　شاخ پر بار بھی ہے پھولوں کا انبار بھی ہے
جام پر جام پلانے کا ہے موقع ساقی　　ابر دُربار بھی ہے بادۂ گلنار بھی ہے

یاد آ گئیں ہماری وفائیں جو بعد قتل　　قاتل بھی شرمسار ہے جور و جفا کے بعد
صدمے اٹھائے لاکھ مرے دل نے عشق میں　　قایل وہ کب ہوئے مرے صبر و رضا کے بعد

اب علاج دل بیمار کہاں ممکن ہے　　لا دوا ہو گیا درد اپنا دوا سے پہلے
دیکھنا شانِ حقیقت کا اگر ہے منظور　　دل کو آئینہ بنا ذکرِ خدا سے پہلے

ہزار نغمے سنائے چمن چمن لیکن
ستم کے شکوے پہ کھلتی نہیں زباں صیاد
ابھی بہار ہے مجھ کو چمن میں رہنے دے
چلا ہے لیکے یہاں سے مجھے کہاں صیاد

تجھ کو خوفِ خدا نہیں آتا
فائدہ کیا ہے جانستانی سے
دل ہوا ہے مرا الحمد اللہ
مطمئن دورِ آسمانی سے

یہ دل ہے گوہرِ یکتا کے مانند
یہ سینہ مثلِ آغوشِ صدف ہے
یہ کہتا ہے تجھے سارا زمانہ
شہا تو فخرِ شاہانِ سلف ہے

شاہِ دکن کہ علم کا دریا کہیں جسے
وہ ذات ہے کہ دہر میں یکتا کہیں جسے
کاظم یہ شہ کی شان میں کہتا ہے آسماں
ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

خمسہ بر غزل بندگانِ عالی

دین کے ساتھ کسی کو زر و دینار کے ساتھ
ذوقِ میخوار کو ہے خانۂ خمار کے ساتھ
عشق پروانہ کو ہے شمعِ پُر انوار کے ساتھ
اُنس ہے بلبلِ شیدا کو جو گلزار کے ساتھ
وہی نسبت ہے مجھے کوچۂ دلدار کے ساتھ

پھر بہار آگئی منہ اپنا خزاں نے موڑا
میکدے میں مئی گلگوں کا نہیں اب توڑا

خوب رندوں کو ملا بنتِ عنب کا جوڑا
موسمِ گل نے نیا آج شگوفہ چھوڑا
کہ اڑی جاتی ہے مئے ساغرِ گلنار کے ساتھ



حشمت

نواب میر حشمت علیخاں بہادر دام اقبالہ — شہزادہ حشمت جاہ، آپکی ولادت ۱۴ صفر ۱۳۲۱ھ کو ہوئی، تعلیم و تربیت بڑی اچھی ہوئی، شاعری کا ذوق ہے فکرِ سخن خوب فرماتے ہیں،

اب عہد کر لیا ہے یہ میں نے سزا کے بعد — منت پذیرِ عذر نہ ہوں گا خطا کے بعد
دربارِ حسن و عشق میں دل پہلے نذر ہی — سیکھا یہ ابتدائے کتاب وفا کے بعد
پژمردہ گل پہ وہ تو ہے ماتم کناں مگر — روئے گا کون بلبلِ خونیں نوا کے بعد
آیا ہوں راہزن کے تہ دامنِ اماں — بے اعتنائی نگہِ رہنما کے بعد

سامنا حسن و ادا میں کوئی کر سکتا نہیں — ہاں ترا مدِ مقابل خود ترا آئینہ ہے

قطعہ

معمورِ طرب شاہ کا کاشانہ ہو — ہر روز فزوں شوکتِ شاہانہ ہو
پڑتی رہیں گرہوں پہ یہاں تک گرہیں — ہر ایک گرہ سبحۂ صد دانہ ہو

نواب میر ہاشم علیخاں بہادر دام اقبالہٗ — شہزادہ ہاشم جاہ، ولادت ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ کو ہوی، تعلیم و تربیت نہایت عمدہ ہوی ہے، شاعری کا شوق ہے فکرِ سخن خوب فرماتے ہیں :-

حضرت کی ذاتِ پاک ہے ذاتِ خدا کے بعد — پیدا ہوا نہ کوئی نبی مصطفےٰ کے بعد

اگر تیرے در کی ملے خاک خواجہ — تو ہو جاؤں میں خاک سے پاک خواجہ
یہ پائی ہے گنبد نے تیرے بلندی — کہ خم جس کے آگے ہیں افلاک خواجہ

چھوٹ جائے نہ کہیں گیسوئے مشکیں ہی تیری — باندھ لے دل کو مرے زلفِ دوتا سے پہلے
ہم کو معلوم ہے دنیا کو فنا ہے ناصح — لوٹ لیں کیوں نہ مزے روزِ جزا سے پہلے

چار دن کی ہے حقیقت میں بہار ہستی — زندگی پر کسی انسان کو دھوکہ کیوں ہو
شاہِ عثماں کا پسر دل کا غنی ہوں ہاشم — دولت و جاہ و حشم کی مجھے پروا کیوں ہو

ترانہ ساز عشرت کا ہی ہر انجمن میں ہے
کوئی لذت اگر ہے تو مئے توبہ شکن میں ہے

یہ موسم یہ گھٹا اور یہ ہوائے سرد کیا کہنا
کھلے ہیں پھول ہر سو نغمہ زن بلبل چمن میں ہے

نسیم صبح اتراتی ہوئی پھرتی ہے عالم میں
وہ بوئے عطر افشاں آج گل کے پیرہن میں ہے

ہوئے بے پردہ جلوے جھوم گیا رنگ نشاط ایسا
نئی تاثیر ساقی جام صہبائے کہن میں ہے

گلستان مسرت کا نہ عالم پوچھ اے ہاشم
گماں ہوتا ہے جنت کا بہار ایسی چمن میں ہے

کوئی کیا خوش ہو زندگانی سے
سب کو جانا ہے دار فانی سے

ہے منور یہ عالم امکاں
روئے انور کی ضو فشانی سے



تقی

نواب میر تقی علیخاں بہادر دام اقبالہٗ ـــــــ شہزادہ تقی جاہ، آپ ۲ رجب ۱۳۲۱
کو تولد ہوئے، تعلیم و تربیت اعلیٰ ہوئی ہے فکر شعر بھی فرماتے ہیں، غزل اور سلام
خاص طور پر خوب فرماتے ہیں،

دل کی وہی تڑپ رہی زیرِ مزار بھی — کچھ مل سکا سکون نہ ہم کو فنا کے بعد
سُرخی ہوگیا حنا کی حسینوں کے ہاتھ میں — رنگِ وفا ہی اُڑ گیا اہلِ وفا کے بعد

شربتِ دید کا طالب ہوں قضا سے پہلے — کاش بھر جائیں مری آنکھوں کے کاسے پہلے
کوئی تدبیر ہو اے پیرِ مغاں ایسی بھی — کہ ملے جامِ بقا جامِ فنا سے پہلے

قطعہ

نام کیا کیا گل و شمشاد و سمن کے نکلے — ناز پروردہ سب آغوشِ چمن کے نکلے
اور بھی رنگ تقی جشن گرہ میں دیکھا — جھومتے مست جو صہبائے کہن کے نکلے

بشارت

نواب میر بشارت علی خاں بہادر دام اقبالہٗ ______ شہزادہ بشارت جاہ،
آپ کی ولادت ۱۰ رجب ۱۳۳۴ھ کو ہوئی تعلیم و تربیت نہایت اعلیٰ پیمانہ پر
ہوی، غزل گوئی کا شوق ہے فکرِ سخن خوب فرماتے ہیں۔

شرم کیوں آتی ہے میخانہ میں واعظ تجھ کو — سب ہیں مدہوش یہاں کیا کوئی ہشیار بھی ہے
اے صبا کچھ تو دکھا شانِ مسیحائی کی — کہ ہوا خواہ ترا نرگسِ بیمار بھی ہے

بے پر و بال ہو کے ہم آزاد — ہو گئے بندِ پر فشانی سے
لے اڑا جلوہ شاہدِ مے کو — حملۂ جامِ ارغوانی سے

رکھ دیا بارِ محبت تیرے شیدائی پر — جو کبھی اٹھ نہ سکا ارض و سما سے پہلے
دردِ دل کم جو ہوا اور بڑھا دردِ جگر — حالِ بیمار کا اچھا تھا قضا سے پہلے

بانئ دین نے کیا کفر بشارت باطل — منہدم دہر کا بت خانہ کیا خوب کیا

سعادت

نواب میر سعادت علیخاں بہادر دام اقبالہٗ ——— شہزادۂ سعادت جاہ

ولادت ۶ سفر ۱۳۲۶ھ کو ہوئی ، تعلیم و تربیت اعلیٰ ہوئی ہے ، مذاقِ شعر نہایت اچھا ہے ، فکرِ سخن خوب فرماتے ہیں ۔

ہر شئے کی فکر ہوتی ہے اس کی فنا کے بعد — یاد آئے گی وفا انہیں اہلِ وفا کے بعد
کیوں مغتنم نہ ہم اسے سمجھیں کہ کوئی اور — غمخوار ہوگا کیا دلِ درد آشنا کے بعد
اچھا ہوا کہ اُن کی اداؤں پہ مر مٹے — باقی نہیں ہے موت کوئی اس قضا کے بعد

چارہ گر آج تری شرم خدا نے رکھ لی — درد جاتا رہا تجویز دوا سے پہلے
لب تک آیا نہ تھا نالہ کہ ہوئے اشک رواں — کارواں چلنے لگا بانگِ درا سے پہلے

جلوۂ حسرت نہ دکھلائیے — اب نہ شوقِ دید میں تڑپائیے
صاف کہدیجئے نہیں مطلوب دل — یوں نہ پائے ناز سے ٹھکرائیے
دل دیا تھا اور اس طرح پایا صلہ — قدردانی دیکھ لی بس جائیے



مہاراجہ یمین السلطنت سر کشن پرشاد بہادر

شاد

راجہ کشن پرشاد (ظلہ العالی) ——— راجہ راجایان ہز اکسلنسی مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنہ کے، سی، آئی، ای، جی، سی، آئی، ای، پیشکار و صدر اعظم باب حکومت۔

آپ راجہ راجایان ہری کشن بہادر کے صاحبزادے اور راجہ نرائن پرشاد نرندر بہادر کے نواسے، راجہ چندو لال دیوان دکن کے خاندان سے اور راجہ ٹوڈرمل کی یادگار ہیں، ۱۸۔جمادی الآخر سنہ ۱۲۷۹ھ کو آپ کی ولادت حیدرآباد ہی میں ہوئی، راجہ نرندر بہادر نے آپ کا نام کشن پرشاد رکھا اور اپنی آغوش عاطفت میں پرورش کی، عربی، فارسی، ہندی، سنسکرت اور انگریزی کی تعلیم باضابطہ ہوئی، مرہٹی اور تلنگی بھی آپ نے سیکھ لی، ان زبانوں کو آپ بے تکلف بول لیتے ہیں، فارسی، اردو اور سنسکرت پر آپ کو ادیبانہ عبور ہے، اور ان زبانوں میں شعر بھی کہتے ہیں،

سنہ ۱۳۱۹ھ میں حضرت غفران مکان نے آپ کو راجہ بہادر خطاب سے معزز فرمایا، سنہ ۱۳۰۶ھ میں آپ اپنے نانا راجہ نرندر بہادر سر گباشی کے جانشین اور سنہ ۱۳۱۰ھ میں پیش کاری سے سرفراز ہوئے اور راجہ راجایان مہاراجہ بہادر خطاب بھی سرفراز ہوا،

اسی کے ساتھ وزارتِ افواج بھی عطا ہوئی۔ سنہ ۱۳۱۵ھ میں مجلسِ امرا کے رکن مقرر ہوئے سنہ ۱۳۱۹ھ میں منصرم مدار المہام اور سنہ ۱۳۲۰ھ میں مستقل ہوئے۔ سنہ ۱۳۲۱ھ میں گورنمنٹ آف انڈیا نے آپ کو نائٹ ہڈ اور کے، سی، آئی، ای۔ اور سنہ ۱۳۲۸ھ میں جی، سی، آئی، ای کا اعزاز اور تمغہ عطا کیا، سنہ ۱۳۲۰ھ میں آپ کو یمین السلطنت کے خطاب سے معزز کیا گیا، گیارہ سال تک آپ نے قلمدانِ وزارت سنبھال کر سنہ ۱۳۳۰ھ میں استعفا دیا۔ سنہ ۱۳۳۶ف میں آپ صدر اعظم بابِ حکومت ہوئے اور تا دمِ تحریر اسی عہدہ جلیلہ پر فائز ہیں۔

آپ نہایت زندہ دل، سادہ مزاج منکسر الطبع، حد درجہ پابند وضع ہمدرد ملنسار، اور امیرانہ وضعداری کے پابند ہیں۔ ملک و مالک کے حد درجہ وفادار، شرفا اور امرا کے شفیق اور غمگسار، ماتحتین پر لطف و کرم کرنے میں یکتا ہیں۔ ادبیات سے بہت لگاؤ ہے، کم و بیش پچاس کتابیں آپ کے قلم سے نکل چکی ہیں۔ جو طبع ہو کر نہایت مقبول ہوئیں، افسانہ، ناول، تصوف، عروض، قافیہ تاریخ، سفر نامہ، ادب وغیرہ پر آپ کے بلند پایہ معلومات کا حال ان تصانیف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، کلام کے کئی ایک مجموعے، رباعیات کے مجموعے، کئی ایک مثنویاں بھی طبع ہو چکی ہیں۔ فنون لطیفہ کا نہایت اچھا ذوق ہے، مصوری اور خطاطی میں بھی یدِ طولیٰ حاصل ہے۔ روغنی اور آبی رنگوں (آئیل اینڈ واٹر کلر) میں آپ بڑی اچھی تصویریں بناتے ہیں، آپ کے قطعات خوش نویسی کے بہترین نمونے

ہوتے ہیں۔

باوجود انتہائی مصروفیت کے اردو اخبارات اور رسائل اور جدید مطبوعات اردو کا مطالعہ جاری رہتا ہے، علماء، فضلا، اور شعرا سے صحبتیں گرم رہتی ہیں، انشا پردازوں، شاعروں اور اہل علم کی امداد و اعانت ہمیشہ فرماتے ہیں، مدت سے اپنی ڈیوڑھی پر ماہوار مشاعرہ فرماتے ہیں حیدر آباد کے ہر ایک علمی ادبی کام میں نہایت فراخدلی سے حصہ لیتے ہیں۔ ابتداً حضرت غفران مکان، اور استاد داغ سے مشورہ کیا کرتے تھے، یوں تو تمام اصناف سخن پر کامل عبور ہے مگر غزل، قطعہ اور مثنوی بڑی اچھی کہتے ہیں، طبیعت بڑی اچھی پائی ہے نزاکت و بلندی تخئیل ہر شعر سے نمایاں رہتی ہے۔ نہایت جلد اور سیر غزل کہتے ہیں اور اپنے خاص رنگ کے مالک ہیں۔

فنا کہتے ہیں کسکو؟ موت سے پہلے ہی مرجانا
بقا ہے نام کس کا؟ اپنی ہستی سے گزر جانا

جو روکا راہ میں حرؑ نے تو شہ عباسؑ سے بولے
مرے بھائی نہ غصے میں کہیں حد سے گزر جانا

کہا اہل حرم نے رو کے یوں اکبرؑ کے لاشے پر
جواں ہونے کا شاید تم نے رکھا نام مرجانا

بقا میں تھا فنا کا مرتبہ حاصل شہیدوں کو
وہاں اس پہ عمل تھا موت سی پہلے ہی مرجانا

نہ لیتے کام گر سبطِ نبیؐ صبر و تحمل سے
لعینوں کا نگاہِ خشم سے آسان تھا جانا

دکھائی جنگ میں صورت ادھر جا پہونچے کوثر پہ
یہ اصغرؑ ہی کی تھی رفتار ادھر آنا ادھر جانا

یہاں کا زندہ رہنا موت سی بدتر سمجھتا ہوں
حیاتِ جاوداں ہے کربلا میں جا کے مرجانا

خیال اتنا رہے اے شادؔ برپا جب قیامت ہو
غمِ سبطِ نبیؐ میں پیشِ داور نوحہ گر جانا

اب دماغ و دل میں وہ قوت نہیں وہ دل نہیں ۔۔۔ شادؔ اب اشعار میرے در خورِ محفل نہیں
تو میرے اشکِ ندامت کی حقیقت کچھ نہ پوچھ ۔۔۔ اس کا ہر قطرہ وہ دریا ہے جہاں ساحل نہیں
گھر خدا کا تھا مگر بت اس میں آ کر بس گئے ۔۔۔ اب مرقع ہے حسینوں کا ہمارا دل نہیں
نکتہ چیں ہو میری رندانہ روش پر کیوں کوئی ۔۔۔ میں کوئی زاہد نہیں، واعظ نہیں عاقل نہیں
پردہ داری کرتی ہے در پردہ لیلیٰ عشق کی ۔۔۔ جذبۂ دل قیس کا ہے پردۂ محمل نہیں
انقلابِ دہر سے الٹا زمانے کا ورق ۔۔۔ اہلِ محفل وہ نہیں وہ رونقِ محفل نہیں

ہند میں چلنے لگی ہے اب ہوائے انقلاب
شادؔ سچ ہے یہ جگہ رہنے کے اب قابل نہیں

ساغرِ مئے پیش کر کے شیخ سے کہتا ہوں میں ۔۔۔ ہدیۂ احقر ہے یہ گو آپ کے قابل نہیں
حق میں اب عاشق کے دیکھیں فیصلہ ہوتا ہے کیا ۔۔۔ عشق کا دعویٰ حضورِ حسن تو باطل نہیں

مضمر ہے بقا ہستیِ عالم کی فنا میں ۔۔۔ اک جادۂ وحدت بھی ہے کثرت کی فضا میں
آوازِ الست آپ کی میں سن تو چکا تھا ۔۔۔ اپنے کو پھنسایا ہے بلا کہہ کے بلا میں
نیرنگیٔ اندازِ نظر دیکھ رہا ہوں ۔۔۔ ڈوبی ہوئی ہے شوخ نظر شرم و حیا میں



نواب لطف الدولہ بہادر مرحوم

لطف

نواب لُطف الدولہ بہادر مدظلہ العالی ـــــ نواب شمس الملک ظفر جنگ بہادرؒ کے فرزند اور نواب سر خورشید جاہ بہادر کے پوتے ہیں، ۱۰ رمضان ۱۳۰۰ھ ۱۸۸۲ء کو حیدرآباد میں پیدا ہوئے، محمد لطف الدین خاں نام رکھا گیا، مکان پر تعلیم و تربیت ہوتی رہی، بچپن سے شعر و سخن کا شوق تھا اور اسی زمانے میں شعر کہنا شروع کیا،

اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد ۱۱- ذی حجہ ۱۳۲۴ھ کو پائیگاہ سر خورشید جاہ کے والی مقرر ہوئے ۱۸ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ سے آپ نے اپنے چھوٹے بھائی نواب محمد اکرم الدین خاں بہادرؒ کو ساتھ لے کر اپنی پائیگاہ کا کام انجام دینا شروع کیا۔

۱۷- رجب ۱۳۲۹ھ کو لطافت جنگ اور ۲۹- جمادی الآخر ۱۳۴۱ھ کو لطف الدولہ خطاب سے سرفراز ہوئے، ۲۹ شوال ۱۳۳۹ھ کو معین المہام افواج مقرر ہوئے اور غرۂ رجب ۱۳۴۳ھ کو صدر المہام تعمیرات ہوئے، ۱۳۳۷ف میں صدر المہام عدالت و امورات مذہبی مقرر ہوئے۔ اور اب تک صدر المہامی سے سرفراز ہیں، آپ نہایت علم دوست قابل اور ذی حس امیر ہیں، شعر نہایت اچھے

ہے کہتے ہیں۔

اذیتیں دل کو سب سے پہونچیں بتوں سے کیا اک جہاں سے ہمکو
شکایت اپنے نصیب کی ہے گلہ نہیں آسماں سے ہم کو
نہ قول و عہد و قسم سے مطلب غرض نہیں ہے نہ ہاں سے ہم کو
کلام سننا ہے آج کوئی زبان معجز بیاں سے ہم کو
سنائیں کیا حال دل انہیں ہم چھپائیں کیا حالِ دل کو ان سے
سخن سے فائدہ نہ کوئی نہ کچھ ہے حاصل بیاں سے ہم کو
یہ صاف معلوم ہو رہا ہے عدو سے ملنا غلط نہیں ہے
تمہارے انداز گفتگو سے تمہاری طرزِ بیان سے ہم کو
بھلے ہی غیر ہم نے مانا بھلا کہو تم بلا سے ان کو
بُرے سہی ہم مگر نہ بولو بُرا تم اپنی زباں سے ہم کو
وہ جانے والے ہیں غیر کے گھر مدد کر اے شورِ نالۂ دل
جگانا ہے فتنۂ قیامت کو آج خوابِ گراں سے ہم کو
وفا شعاری وجاں نثاری یہی ہے طرزِ روش ہماری
تمہاری چالیں عدو کی گھاتیں بھلا یہ آئیں کہاں سے ہم کو
ازل سے ہے سجدہ گاہ ہماری ہیں گزاریں گے عمر ساری
مٹاؤ خط جبین کو پہلے اوٹھاؤ پھر آستاں سے ہم کو

انھیں کا ہے نام حضرتِ لطف یہی تو مشہور پارسا ہیں
دکھائی دیتے ہیں میکدہ میں خموں کے وہ درمیاں سے ہمکو

ہے نور آلہی کی جلوہ فگنی تم سے
کونین منور ہے ماہ مدنی تم سے
ہے باغ دو عالم کی تم سے چمن آرائی
پھونچی ہے گلوں کو بھی گل پیرہنی تم سے

الٰہی وسعتِ رحمت کو دیکھکر تیری
گناہ اتنے کئے ہیں کہ کچھ حساب نہیں
ہمیں سے شرم ہمیں سے حجاب ہی سارا
حیا نہیں تمھیں غیروں سے کچھ حجاب نہیں
یہ کوئی رنگ ہے بیٹھے ہو منہ بنائے ہوئے
یہ کوئی بزم ہے ساغر نہیں شراب نہیں



معین

نواب معین الدولہ بہادر مدظلہ العالی ——— نواب سر آسمان جاہ بہادر کے فرزند ہیں، ۷ ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ کو حیدرآباد میں تولد ہوئے اور خانگی طور پر تعلیم ہوتی رہی ۱۳۱۷ھ میں آپ کے والد نے خلعت یتیمی دیا تو حضور غفران مکان نے اپنے سایۂ عاطفت میں لیا۔ ۱۳۲۳ھ میں آپ کی والدہ شہزادی پرورش النساء بیگم صاحبہ نے انتقال کیا تو حضور نے پائیگاہ سر آسمان جاہ کا والی آپ کو مقرر فرمایا ۱۳۳۳ھ میں آپ نے محکمۂ مال کے کام کا تجربہ حاصل فرمایا، ۱۳۳۷ھ میں اعانت جنگ اور ۱۳۴۱ھ میں معین الدولہ خطاب سرفراز ہوا۔ ۲۵ صفر ۱۳۴۲ھ کو آپ صدر المہام صنعت و حرفت مقرر ہوئے، غرۂ رجب ۱۳۴۳ھ کو صدر المہام افواج مقرر ہوئے مگر بعد میں آپ سبکدوش ہوگئے۔

آپ کو بچپن ہی سے شاعری اور شکار کا شوق ہے دونوں میں آپ نے خصوصیت حاصل کی ہے نہایت اچھے شاعر ہیں اور بڑے شہسوار اور قادر انداز، ۱۳۳۱ھ میں آپ بغرض شکار کشمیر تشریف لے گئے جہاں بڑے معرکہ کے شکار کئے ہیں جو مدت تک حیدرآباد کے بچے بچے کی زبان پر تھے



نواب معین الدولہ بہادر

آپ حد درجہ سادہ مزاج ، ہمدرد ، شفیق اور نیک طینت امیر ہیں ۔

بوالہوس عشق میں اے شعبدہ گر کچے ہیں — گو ترے چاہنے والے ہیں مگر کچے ہیں
آتشِ سوزِ نہاں اور بھڑک تھوڑی سی — سیخ مژگاں پہ ابھی لخت جگر کچے ہیں
چھیڑ اچھی نہیں اس ناوک بیداد کے ساتھ — تیرے انگور ابھی زخم جگر کچے ہیں
غیر کے فقروں میں آجائیں تو کچھ دور نہیں — لاکھ پختہ ہیں وہ کانوں کے مگر کچے ہیں
چھٹ گئے کنج قفس سے بھی تو کیا اے صیاد — تاب پرواز کہاں ہے ابھی پر کچے ہیں
بڑھ کے شیشہ سے بھی عشاق کے دل ہیں نازک — اے بتو رہتے ہو تم جن میں وہ گھر کچے ہیں

اے معینؔ اہل حسد میں نہیں دور اندیشی
پختہ کاری کا تو دعویٰ ہے مگر کچے ہیں

رلا رہا ہے زمانہ ہنسا ہنسا کے مجھے — بگاڑتا ہے مقدر بنا بنا کے مجھے
تم اپنی طرز میں یکتا میں اپنے رنگ میں فرد — جفا کے ڈھنگ تمہیں یاد ہیں وفا کے مجھے
گلہ کروں کسی ناآشنا کا کس منہ سے — کہ یاد ہیں ستم و جور آشنا کے مجھے
بتوں کا عشق ہے دل میں مگر یہ خوف بھی ہے — کہ انفعال نہ ہو روبرو خدا کے مجھے

عدو کا ہوں میں عدو اور دوست کا ہوں دوست
معینؔ دیکھ لیا سب نے آزما کے مجھے

غیروں کی دوستی پہ عبث اعتبار ہے — یہ رنگ کیا سمجھتے ہو تم پائیدار ہے
وہ ہے عدو کی بزم ہے اور سو طرح کے رنگ — میں ہوں سکوت شب ہے غم انتظار ہے

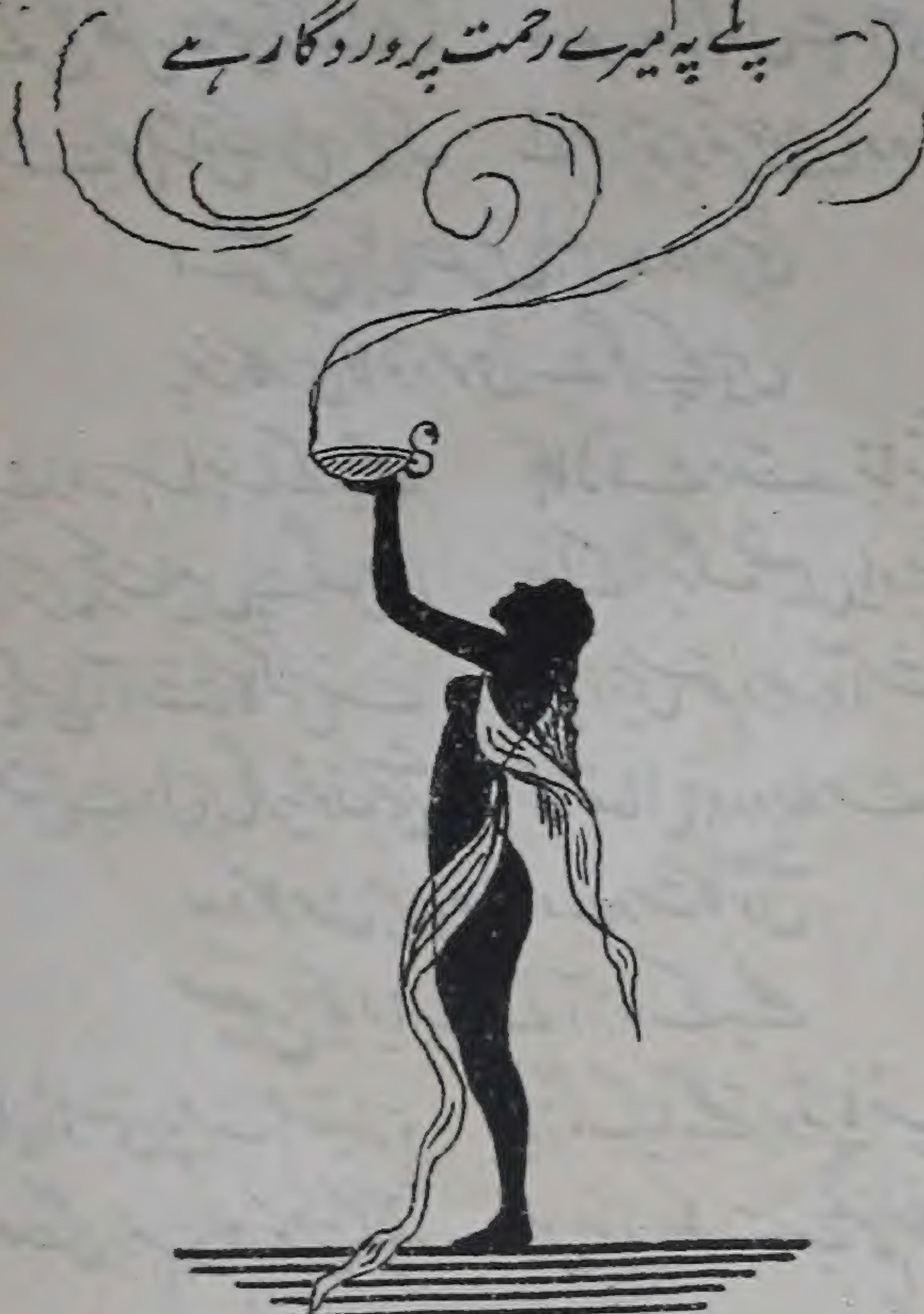
چاہا جو اُس نے مجھ کو عدو کٹ کے مر گئے
تلوار ہے کوئی کہ ستمگر کا پیار ہے

ہے داغ عشق ہی سے مرے دل کی حسرتیں
یہ ایک پھول لاکھ چمن کی بہار ہے

میرا کوئی رفیق نہیں شام ہجر میں
دل ہے تو وہ بھی اس کے لئے بیقرار ہے

دل جس کا خوش ہو اسکو ہے ہر حال میں خوشی
باد خزاں بھی رشک نسیم بہار ہے

کیا غم ہے اے **معینؔ** مجھے میزان حشر کا
پلّے پہ میرے رحمت پروردگار ہے



بعد میں وصول شدہ تصویر





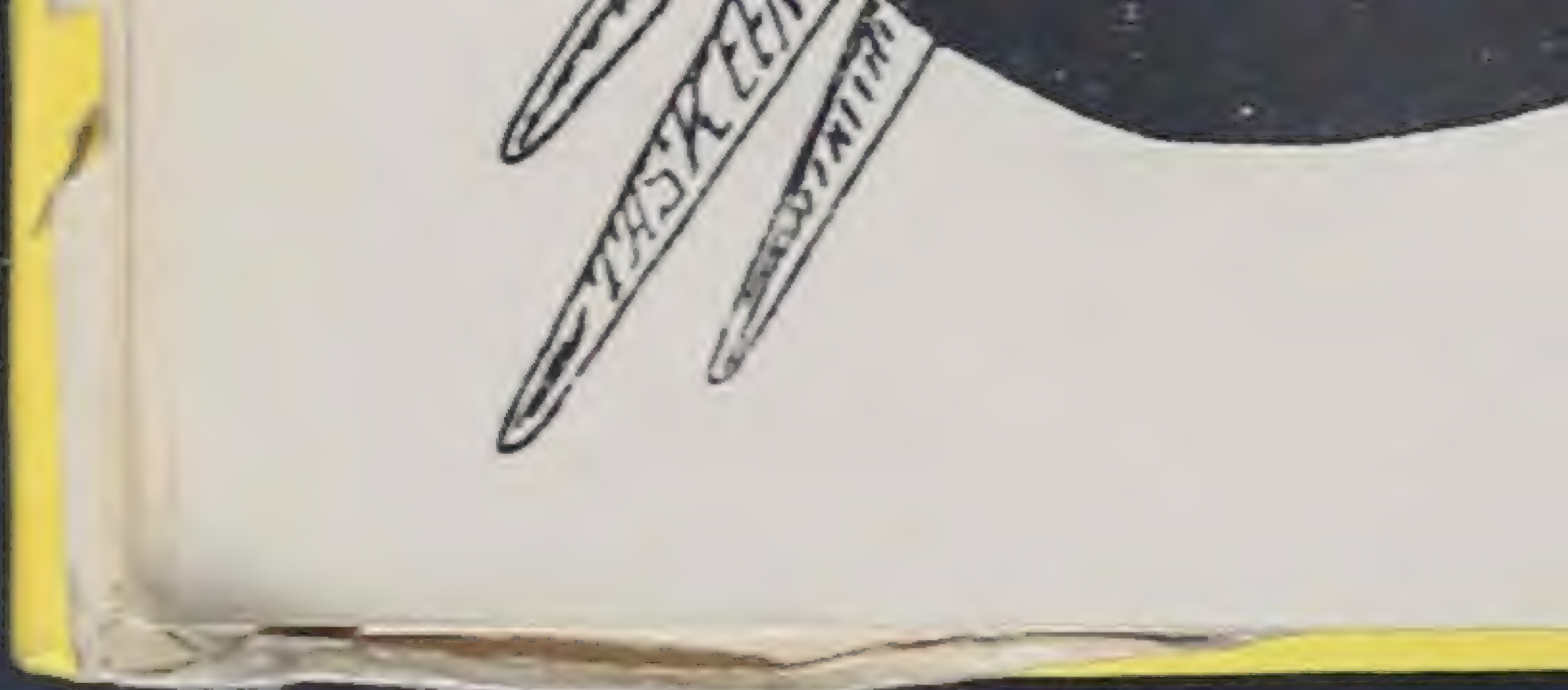




شدہ بلاک









اعجاز

حضرت ملکۂ دکن دلہن پاشاہ مدظلہا — آپ نواب جہانگیر جنگ بہادر ابن نواب حیدر الدولہ حیدر جنگ بہادر ابن حیدر الملک رفیع الدولہ بہادر کی صاحبزادی ہیں، آپ کی دادی راحت النساء بیگم صاحبہ قبلہ نواب روشن الدولہ بہادر خلفِ غفران منزل نواب ناصر الدولہ بہادر کی صاحبزادی تھیں، آپ کے والد اعزاز مرشد زادگی، جاگیر، منصب اور خطاب سے سرفراز تھے آپ کی تعلیم و تربیت والد بزرگوار ہی کی نگرانی میں ہوئی، اور آپ کا عقدِ مبارک حضور بندگانِ عالی اعلیحضرت نواب میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہ سے ۱۹ رصفر ۱۳۲۴ھ ۱۳۱۵ف کو (جبکہ بندگان عالی ولیعہد تھے) حضرت نواب میر محبوب علیخان بہادر نے فرمایا، والاشان پرنس آف برار نواب میر حمایت علیخان بہادر اعظم جاہ ولیعہد و سپہ سالار عساکرِ آصفی آپ ہی کے بطنِ مبارک سے ۸ محرم ۱۳۲۵ھ کو اور والاشان شہزادہ معظم جاہ بہادر ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ کو تولد ہوئے، آپ نے ۱۳۵۴ھ میں فریضۂ حج و زیارت بھی ادا فرمایا ہے، شعر و سخن سے

آپ کو خاص دلچسپی ہے گاہے گاہے فکرِ شعر بھی فرماتی ہیں۔

ان کو عہد وفا کی لاج نہیں ۔۔۔ دردِ دل کا کوئی علاج نہیں
حالِ عاشق کبھی سنا تو کرو ۔۔۔ کیا حسینوں میں یہ رواج نہیں
دو ہی دن میں بدل گیا نقشہ ۔۔۔ کل جو تھا لطف مجھ پہ آج نہیں
بوئے گیسو صبا جو لائی ہے ۔۔۔ دل کو تسکین ہے اختلاج نہیں
سچ ہے اب خسروِ دکن کے سوا ۔۔۔ کوئی شایانِ تخت و تاج نہیں
سارا عالم ہے بندۂ اخلاق ۔۔۔ کوئی سلطان سا خوش مزاج نہیں
درد دینے لگا مزا دل کو ۔۔۔ اب دوا کی کچھ احتیاج نہیں

کیا نبھے عشق ان سے اے اعجازؔ
سنگ و شیشہ میں امتزاج نہیں

میرا مولا درِ اقدس پہ مجھے لایا ہے ۔۔۔ آج کیا اخترِ طالع نے شرف پایا ہے
بڑھ کے جب بیرِ علی رضؑ سے نظر آیا گنبد ۔۔۔ مرحبا صلِ علیٰ لب پہ مرے آیا ہے
ہے وہ در آپ کا دربان ہیں جسکے جبریلؑ ۔۔۔ اور اسی باب سے خالق کا سلام آیا ہے
روضۂ پاک پہ دیکھی وہ تجلی جس سے ۔۔۔ طور پر حضرتِ موسیٰ نے بھی غش کھایا ہے
کیا بشر کی ہے حقیقت جو کوئی وصف کرے ۔۔۔ شان میں آپ کے لولاک لما آیا ہے
عرضِ مقصد جو کیا بیٹھ کے جالی کے قریب ۔۔۔ کس زباں سے کہوں میں جو جواب آیا ہے

اے مسیحِ دو جہاں لطف ہوا اعجازؔ پہ بھی
سب مریضوں نے یہاں جامِ شفا پایا ہے

اداؔ

ف بیگم ——— حیدرآباد کی رہنے والی ہیں اکثر نسوانی رسائل میں آپ کا کلام طبع ہوتا ہے بڑے اچھے شعر کہتی ہیں۔

گرا کر دل پہ اک بجلی سی وہ چلتے ہوئے آخر
تڑپتے رہ گئے ہم رہ گذر پر نیم جاں ہو کر

اداؔ اب خیر ہو دل کی ہمارے بزم جاناں میں
نگاہیں ان کی دلبر پڑ گئیں برق تپاں ہو کر

کامیاب ایک مدعا نہ ہوا
نخل امید کا ہرا نہ ہوا

آپ وعدہ تو ہم سے کر لیتے
اس سے کیا وہ وفا ہوا نہ ہوا

اداؔ

اسحٰق احمد کی اہلیہ اور بڑی اچھی شاعرہ ہیں عموماً مشاعروں کی طرحوں میں غزلیں کہتی ہیں،

فخر جہاں ہمارا شہ ذی وقار ہے
یکتائے روزگار یہی شہریار ہے

گلشن چہک رہا ہے دکن میں بہار ہے
بلبل چہک رہا ہے کھلا لالہ زار ہے

ہر نخل باغ جھوم رہا ہے خوشی سے آج
نکہت گلوں کی آج گلوں پر نثار ہے

عثمان علی کے سایہ میں پھولے پھلے دکن
تجھ سے دعا یہی مرے پروردگار ہے

اداؔ

ابوالحامد نظامی کی اہلیہ حیدرآباد کی رہنے والی اور بڑی اچھی شاعرہ ہیں۔

اب کیوں نہ ہے اوج ثریا پہ مقدر
قسمت سے ملا ہے شہ دیندار دکن کو

ہر سمت سے آتی ہی ہوا عطر میں ڈوبی
پھولوں نے کیا غیرتِ گلزار دکن کو

ہر سرو بھی غیرتِ طوبیٰ ہی۔ یہاں کا
بوٹوں نے بنایا ہے طرحدار دکن کو

ہر جا پہ طرف دیکھ کے جاں بخش فضائیں
فردوس نشاں کہتے ہیں اغیار دکن کو

اے ابرِ سخا جود و کرم عام ہے تیرا
بخشش نے تری کر دیا گلزار دکن کو

روشن ہیں ترے رُخ سے علاماتِ سیاست
جلووں نے کیا جگمگے پر انوار دکن کو

ادیب

عابدہ بیگم ——— بھونگیر میں رہتی اور شعر بھی خوب کہتی تھیں معلوم نہیں اب کہاں ہیں حیدرآباد ہی کی رہنے والی تھیں۔

قوم ہر مشکل تری ہو کر نہ کیوں آسان رہے
تا ہر ہر فرد ہمدردی کا جب خواہاں رہے

اب بھی ہمت کرلے تو، تو ہو کشائش پھر نصیب
پھر نگاہوں میں وہی اگلی سی تیری شاں رہے

چھوڑ دے اب تو نفاق اور کرلے باہم اتفاق
تیری کلفت دور ہو پھر عیش کا ساماں رہے

کام لو ایثار سے ہمت کرو ہمت کرو
قوم کے کام آؤ گو تن میں جبتک جاں رہے

اسیر

رحمت بیگم ——— حیدرآباد کی رہنے والی ہیں رسالہ شہاب میں آپ کا کلام اکثر طبع ہوتا ہے، شعر خوب کہتی ہیں۔

دیکھنا پیدا ہوا اس سے کسی کو اشتباہ
روئے زیبا پر نگاہِ شوق جم جانا نہیں

ناصحا اس لطف سے بالکل ہی تو نا آشنا
خوب ہم سمجھے ہوئے ہیں ہم کو سمجھانا نہیں

اشتیاقِ دید میں ہر دم گزرتا ہے اسیر
ہم نے کب ملنے کو ان کے مغتنم جانا نہیں

افسر

ام الخیر عزیز فاطمہ ——— حیدر آباد کی رہنے والی ہیں محبوبیہ گرلز اسکول میں تعلیم پائی ہیں شعر بھی خوب کہتی ہیں،

اے میرے وطن کے بھائی بہنو! — آؤ میری ایک بات سن لو!
ہے علم کا اب جہاں میں چرچا — بجتا ہے ہر اک جگہ یہ ڈنکا
ہمت سے کرو جو کام اپنا — روشن ہو جہاں میں نام اپنا
ہے تم میں ضرور ہوش مندی — پیدا ہو خیال میں بلندی
ہمت سے بنے ہیں سینکڑوں کام — ہمت والوں کا ہے بڑا نام
کہنے کا مرے برا نہ مانو — مجھکو اپنی رفیق جانا

انجم

نواب حیدر یار جنگ طباطبائی مرحوم کی دختر ہیں شعر بھی خوب کہتی ہیں۔

سختی کے بعد آتی ہے سرحد مراد کی — یہ شاہراہ ملتی ہے دشتِ بلا کے بعد
انجم یہ ہے یہ آصف سابع بعز و جاہ — فتح و ظفر جلو میں ہو فضلِ خدا کے بعد

ایجاد

کمال النساء ——— نواب خسرو جنگ بہادر (فرزندِ کرنل افسر الملک مرحوم) کی اہلیہ سکندر جہاں بیگم کی والدہ ہیں، سکندر بیگم نے ۱۳۴۰ھ میں بائیس سال

کی عمر میں انتقال کیا، تو آپ کو اپنی جواں مرگ بیٹی کا بے انتہا غم ہوا چنانچہ اسی سلسلہ میں آپ نے ایک مثنوی "غمگسار بیوہ" کے نام سے شائع کی، حیدرآباد کے شریف اور معزز گھرانے سے ہیں، سکندر بیگم مرحومہ کی قبر پہ رہتی ہیں ساری دُنیا کو چھوڑ کر بیٹی کی گور پہ بیٹھی رہتی ہیں۔

حمد باری میں سر جھکا کے قلم
شاخِ طوبیٰ کا بن گیا ہمدم

بارور کیوں نہ ہو وہ ذی پایہ
حمد حق ہے اسی کا سرمایہ

نَے میں گویا زباں اسکی ہے
ہر رگِ گل میں جان اسکی ہے

یہی خامے سے آرہی ہے صدا
حیّ و قیوم تیری ذات سدا

دو جہان تیرے اختیار میں ہے
عقل انسان کی کس شمار میں ہے

یاں نہیں عجز کے سوا چارہ
حمد لکھنے کا ہے کسے یارا

سرورِ کائنات فخرِ رسل
باغِ عالم کے سرسبد ہیں گل

بے حساب ان پہ ہو درود و سلام
کہ وہ ہادی ہیں اور خیر انام

اے سکندر جہاں کہاں ہو تم
دخترِ مہرباں کہاں ہو تم

کس نے تمکو جدا کیا ہم سے
نہ رہا لطفِ زندگی غم سے

میری نورِ نظر کہاں ہو تم
رنج فرقت سے مرے ہوش ہیں گم

عدم آباد کو کیا آباد
مجھ ضعیفہ کو کردیا برباد

باطن

حسینی بیگم ـــــ حیدرآباد کی رہنے والی ہیں اور شعر بھی خوب کہتی ہیں، قرئت بھی بڑی اچھی جانتی ہیں، ایک کتاب "حمایت الاسلام" کے نام سے شائع کر چکی ہیں جس میں فرائض اور اخلاق پر چند سبق ہیں نظم اور نثر دونوں لکھتی ہیں۔

شاہِ دکن کی ہم پہ عنایت عظیم ہے　　اہلِ دکن کے ساتھ محبت عظیم ہے
خاک کا پتلا ہے باطن آدمی　　دل کو دے کے آزمایا کون تھا

باقرہ

عصمت النساء بیگم ـــــ حیدرآباد کی رہنے والی اور صاحبزادی سعادت النساء بیگم (بنتی سرو قار الامراء بہادر) کی اتالیقہ تھیں، شعر بھی بڑے اچھے کہتی تھیں، چند سال سے معلوم نہیں کہاں ہیں،

عیب سے خالی نہیں کوئی بشر　　دوسرے کے عیب پر مت کر نظر
مان لو میرا کہا اے صاحبو　　یاد رکھو یہ نصیحت دوستو!
تم کرو ضائع نہ ان اوقات کو　　کام میں لاؤ انھیں دن رات کو
آج کا جو کام ہے ہو جائے آج　　کامیابی کار ہے تا سر پہ تاج

بدر

بدر النساء بیگم ـــــ کیپٹن سید محمد صاحب مرحوم کی صاحبزادی اور آغا شیخ یاور علی صاحب اول تعلقدار ضلع کریم نگر کی اہلیہ ہیں، تعلیم یافتہ خاتون

اور شعر بھی بڑے اچھے کہتی ہیں،

گلدستۂ ریاضِ رسولِ خدا علیؓ
مشکل کشا علی وشہ لافتیٰ علیؓ

نفسِ نبیؐ و قاسمِ فردوس ظلِّ رب
کشتیٔ دینِ حق کے ہو تم ناخدا علیؓ

سب دُور ہو بلا اللہ ہے کچھ بھی خوف و بیم
جب ڈر کے وقت مُنہ سے نکل جائے یا علیؓ

سردارِ انبیا و وصیٔ رسولِ حق
سالارِ اولیا و شہِ دوسرا علیؓ

برقؔ

بشیر النساء بیگم —— نواب محمد عمر خاں وفا مرحوم کی صاحبزادی اور نواب سر افسر الملک کی نواسی تھیں، شعر بڑے اچھے کہتی تھیں عین جوانی میں فوت ہوئیں۔

ہم ترے بندے ہمارا تو خداوند کریم
دستِ قدرت میں ترے دونوں جہاں کی تنظیم

بن ترے حکم کے پتا نہیں ہلتا ہرگز
اذن سے تیرے ہی چلتی ہی زمانے میں نسیم

تجھ سے پوشیدہ نہیں راز کسی کا کوئی
کہ تری ذات ہے اسرارِ نہانی کی علیم

تیرے کوچے کی گدائی کی تمنا ہے مجھے
میرا مطلب یہ نہیں ہی کہ ملے باغ نعیم

کردئے برقؔ تجلی نے مگر حوصلے پست
تم کو واللہ بڑی دُور کی سوجھی تھی کلیم

بشیرؔ

بشیر النساء بیگم —— مرزا ضامن علی غازی کی رفیقۂ حیات ہیں حیدرآباد ہی کی رہنے والی اور بڑی اچھی شاعرہ ہیں، جامعہ عثمانیہ سے بی، اے کر چکی ہیں۔

ضبطِ کلفت کب تک ہو کہاں تک جان مشکل میں رہے
اب تو ناممکن ہے میرا رازِ دل دل میں رہے

جان جاتی ہے چلی جائے بلا سے مجھ کو کیا
آبرو میری جو چشمِ نازِ قاتل میں رہے

اُلٹ جاتی ہے قسمت بھی زمانہ جب پلٹتا ہے
جواب دشمن ہے اپنا وہ کبھی تھا مہرباں اپنا

یشیر امید کیا رکھیں چمن میں ہمصفیروں سے
لگائی آگ انھوں نے جب جلایا آشیاں اپنا

ترک

اقبال بیگم ـــــ گرامی کی بیوی ہیں شعر بھی اچھے کہتی ہیں سرکار کی طرف سے کچھ وظیفہ مقرر ہے۔ گرامی کے انتقال تک حیدرآباد میں تھیں اب غالباً لاہور میں ہیں۔

گرفتاری کا سودا عاشقِ دلگیر رکھتے ہیں
کہ گردن میں کمند اور پاؤں میں زنجیر رکھتے ہیں

ہے کیا حاجت بھلا کوسِ علم کی ہم فقیروں کو
کہ ہم آہِ سحر اور نالۂ شبگیر رکھتے ہیں

تراب

تراب النساء بیگم ـــــ حیدرآباد کی رہنے والی ہیں شعر بھی خوب کہتی ہیں۔

چشم بد دور آج مرکز بن گیا
حیدرآباد دکن تعلیم کا

جانتے ہیں سب حقیقت علم کی
علم کیا شے ہے کہوں کیا میں بھلا

آدمی بنتا ہے اس سے باتمیز
اور آتا ہے سلیقہ کام کا

چاہیئے تعلیم نسواں میں ضرور
ہم کریں عربی کا جاری سلسلہ

پڑھتی ہیں انگریزی اردو فارسی
لڑکیاں اپنی بصد صدق و صفا

کیسی غفلت کیسی نادانی ہے یہ — مطلقاً جانیں نہ وہ عربی ہے کیا

تقیہ بیگم ——— حیدرآباد کی رہنے والی اور مدرسہ انجمن خواتین دکن کی اُستانی نہایت شریف، پاکباز اور تعلیم یافتہ خاتون تھیں انجمن کے مدرسہ میں مفت تعلیم دیتی تھیں انہیں کی کوشش اور محنت سے مدرسہ نے اس قدر ترقی کی تھی کہ اسکی تعلیمی حالت کی عمدگی کی وجہ سے سررشتۂ تعلیمات نے ماہوار چالیس روپیہ کی امداد منظور کی تھی، اسی مدرسہ کی خدمت کرتے کرتے ۱۹۲۵ء میں مریں، شعر بھی خوب کہتی تھیں، انجمن کے سالانہ جلسہ میں ایک نظم پڑھی تھیں جس کے چند شعر نقل کئے جاتے ہیں۔

پھولا پھلا رہے یہ باغِ دکن ہمارا — یہ ہے چمن ہمارا یہ ہے وطن ہمارا
دل تیرِ جہل سے تھے مدت سے اپنے مجروح — اب بھر چلا ہے کچھ کچھ زخمِ کہن ہمارا
ہم نفسِ بد کو ماریں اس سے مراد یہ ہے — اے بی بیو اسی سے ہے نام زن ہمارا
خذ ما صفا کے معنی دع ما کدر کا مطلب — یہ چال ہو ہماری یہ ہو چلن ہمارا

ثریا بیگم ——— حیدرآباد کی رہنے والی اور آج کل ورنگل میں مقیم ہیں، شعر خوب کہتی ہیں۔

وفورِ جوشِ عقیدت سے شاخ شاخ ہے خم — کہ باغباں نے نیا خلعت کتاں بدلا

حیاتِ نو متبسم ہے پھول پھول پہ آج — کلی کلی کا جنم کیا ہی دلستاں بدلا
شجر شجر پہ بہارِ زمردیں چھائی — روش روش پہ نیا فرشِ کہکشاں بدلا

جہاں

جہاں بانو نقوی ——— مسٹر ابو رضا بیرسٹر مرحوم کی دختر نواب دولت یار جنگ فدائی کی نواسی اور نور الحسن نقوی بی، اے کی شریکِ حیات ہیں، جامعہ عثمانیہ سے بی، اے کامیاب کیا ہے، فوقانیہ گرلس اسکول کی صدر معلمہ ہیں آج کل اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ گئی ہوئی ہیں نظم و نثر خوب لکھتی ہیں، افسانوں کا ایک مجموعہ "رفتارِ خیال" کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ شعر بھی خوب کہتی ہیں،

صبا کی چال پہ نکہت کی بادہ پیمائی — عجب نہیں جو روشِ شیخ ناگہاں بدلا
چٹک چٹک کے بنے رشکِ کہکشاں غنچے — چمک چمک کے ستاروں نے آسماں بدلا
جبیں سائی کا سودا اُدھر ہی لے کے گیا — جہاں جہاں وہ صنم سنگِ آستاں بدلا
نگاہِ ناز اُدھر سے اِدھر کو پھرتا تھا — کہ مثلِ قبلہ نما طالعِ جہاں بدلا
صبحِ ہستی آشنائے شامِ مستی ہو چلی — مہرِ تاباں کی درخشانی میں پستی ہو چلی
شاہدِ انجم چھپ گیا تاروں کی بستی ہو چلی — اور مسلط چار سو یک گونہ مستی ہو چلی
شام کے آغوش میں مہرِ تاباں روپوش ہے — شب کی تاریکی میں دنیائے عمل روپوش ہے

جیلانی

نواب سردار نواز جنگ بہادر سابق ناظم ٹپہ سرکار عالی کی صاحبزادی اور نواب ظہیر یار جنگ بہادر اول تعلقدار گلبرگہ شریف کی اہلیہ ہیں، شعر و سخن سے بڑی دلچسپی ہے، بڑے اچھے شعر کہتی ہیں رسالۂ النساء میں ایک معمہ شائع ہوا تھا جسے آپ نے حل کر کے بھیجا تھا اُسی کو نقل کیا جاتا ہے،

آپ کا اُردو رسالہ النساء — مجھ سے تعریف اسکی ہو کیونکر ادا
صفحہ اُنتیس کا مضمون بھی — غور سے میں نے اسے دیکھا پڑھا
کیا عبارت اور کیا اچھا سوال — آپ ہی کی عقل تھی دل آپ کا
عرض جو کچھ ہے اسے کیجے قبول — گر قبول افتد زہے عز و عطا
بات تو یہ ہے ذراسی فکر میں — بھید جو کچھ تھا وہ سارا کھل گیا
خط سے جیلانی کا دل کہتا ہے یہ — واہ کیا اچھا معمہ حل ہوا

جیلانی

جیلانی بیگم ——— حیدرآباد کی رہنے والی خواجہ حسن نظامی سے بیعت ہیں شعر بھی خوب کہتی ہیں۔

اے شاہِ کربلا تو ہمارا سلام لے — اے آلِ مصطفیٰ تو ہمارا سلام لے
دی جان اپنے نانا کی امت کیواسطے — فرزند مرتضیٰ تو ہمارا سلام لے

شمر سے شہ نے کہا کیسی ستمگاری ہے — سر کے لینے کی میرے ہوتی یہ تیاری ہے
ہائے افسوس چمن لوٹ لیا زہرہ کا — ہوئی کونین میں کسطرح تری خواری ہے

حافظہ

افسر النساء بیگم ــــ حیدر آباد کی رہنے والی ہیں شعر بھی اچھے کہتی ہیں،

بیٹھے بیٹھے آگیا اک دن خیال
اسکے آنے سے ہوا بیحد ملال
یاد تڑپانے لگی ماں باپ کی
زندگی میں قدر جنکی، کی نہ تھی
چل بسے دُنیا سے آیا ہوش تب
رنج کرنا اس گھڑی تھا بے سبب
جا کے گورستان میں مِل لیجئے
حالِ دل کچھ اپنا کہہ سُن لیجئے
الغرض شہرِ خموشاں کو رواں
ہو گئی میں دل تھا بیحد ناتواں
جب پڑی مرقد پہ پیاروں کے نظر
خاک میں سوتے پڑے تھے بیخبر
ایک برچھی آن کر دل پہ لگی
تھام ہاتوں سے کلیجہ میں جھکی

حجاب

امۃ الزہرا ــــ نواب شہید یار جنگ بہادر کی شریک حیات ہیں شعر بھی خوب کہتی ہیں۔

ستارہ اوج پہ ہے دورِ آسماں بدلا
گرہ کے جشن نے پھر رنگِ بوستاں بدلا
مجھے بھی دھن تھی کہ کچھ مدح نقشِ پا لکھوں
جو یوں ضمیر پکارا کدھر گماں بدلا
یونہیں ہو جشنِ مسرت سدا بجاہ و حشم
ہو جوشِ گل ہیں یونہی رنگِ بوستاں بدلا
حضور عالیہ، شہزادگانِ والا تبار
شباب سے رہے ہر بختِ نوجواں بدلا

شہ انبیا پہ میرا جو نہ دل نثار ہوتا
تو حیا جہان بھر میں نہ میرا وقار ہوتا

جو کرم کا تیرے سے خالق نہ امیدوار ہوتا
نہ گناہ بندہ کرتا نہ گناہگار ہوتا

میرے دل پہ کاش پڑتا جو نبی کے رخ کا پرتو
میری جان میں جان آتی مجھے کچھ قرار ہوتا

شہ دین کی آج الفت جو نہ ہوتی اپنے دل میں
یہ محال تھا حیا کا کوئی پردہ دار ہوتا

رابعہ

رابعہ بیگم ـــــــ رقیہ بیگم کمتر مرحومہ کی دختر اور ساراؔ کی بہن ہیں، رابعہ اور عاصیہ دونوں تخلص کرتی ہیں، خاصی تعلیم یافتہ ہیں، مجوبیہ گرلز اسکول میں معلمہ ہیں شعر خوب کہتی ہیں۔

میں ہوں چہکنے والی بلبل ہے نام میرا
پھولوں کی ڈالیوں پر ہر دم قیام میرا

اس گل پہ جا چہکنا اس گل پہ جا پھدکنا
میٹھے سروں میں گانا بس ہے یہ کام میرا

زلف برہم تھی مزاجِ یار اگر برہم نہ تھا
بخت یا در تھا دلِ وحشی مگر بے رم نہ تھا

آئے ہیں کس وقت ہا یارب مریضِ غم کے پاس
لب میں گویائی نہ تھی آنکھوں میں باقی دم نہ تھا

عاصیہ جب سے طبیعت خوگرِ حرماں ہوئی
تھا ہجومِ یاس لیکن دل پہ بندِ غم نہ تھا

رعنا

رعنا بیگم ـــــــ حیدرآباد کی رہنے والی ہیں شعر بھی خوب کہتی ہیں، رسالہ زیب النساء لاہور میں آپ کا کلام اکثر طبع ہوتا ہے، مضمون بھی لکھتی ہیں۔

لگاتے دل نہ تم سے ہم، اگر معلوم یہ ہوتا
تمہاری چاہ ہمکو رنج دیگی آسماں ہو کر

حیاؔ

صغرا بیگم —— ڈاکٹر صفدر حسین مرزا مرحوم کی صاحبزادی اور ہمایوں مرزا بیرسٹرایٹ لا کی اہلیہ اور بڑی قابل خاتون ہیں، سارے ہندوستان اور یورپ کا سفر کو چکی ہیں، کئی ایک تصانیف شائع ہو چکی ہیں مدت تک رسالۂ النساء بھی نکالتی رہیں، قومی کاموں کا بڑا شوق ہے، کچھ نہ کچھ کرتی ہی رہتی ہیں۔

گل میں شجر میں تو ہے شمس و قمر میں تو ہے
ہر جا چمک رہا ہے ہر جا پہ تیری بو ہے

الٰہی تو دے اپنی الفت مجھے
ہو دنیائے فانی سے نفرت مجھے

ہیں دنیا میں جب تک کہ زندہ رہوں
عطا کر خدایا تو صحت مجھے

آنکھ میں نور ہو دل میرا منور ہو جائے
جز تجلی کے ترے اور نظر کچھ بھی نہ آئے

بے خبر سب سے رہوں محوِ تصور ہو کر
یاد تیری مجھے دنیا کے بکھیڑوں سے چھڑائے

ناز کیونکر نہ کروں اپنے مقدر پہ بھلا
کھل گئی دل کی کلی روضۂ خواجہ دیکھا

میرے خواجہ مری بگڑی کے بنانیوالے
مقصدوں اور مرادوں کے دلانیوالے

کوئی کیوں آئیگا تربت پہ بھلا مرے بعد
خاک آآ کے اڑائیگی صبا میرے بعد

جیتے جی قدر کسی نے بھی نہ جانی افسوس
روئیگا کون میرے غم میں بھلا میرے بعد

حیاؔ

کسی مدرسۂ نسواں کی معلمہ اور مفید صاحب سے مشورہ کرتی ہیں حیدرآباد کی رہنے والی ہیں، مشاعروں میں اپنی غزل بھی بھیجتی ہیں۔

کیا گر دیدہ تم نے جس سے اس سے تو بہتر ہے
کرو تسخیر اک عالم کو تم شیریں زباں ہو کر

زہرہ

زہرہ بیگم ——— سید امیر حسن صاحب وظیفہ یاب اول تعلقدار کی دختر اور علم دار حسین صاحب کی اہلیہ ہیں۔

دیکھ کر تاج محل ہو گئی حیرت مجھ کو
کیا کہوں کیسی ہوئی پھر تو مسرت مجھ کو

ایک ہی دفعہ جو دیکھی ہے عمارت اسکی
دیکھوں پھر جا کے یہی ہوتی ہے خواہش دل کی

عقل کو دخل نہیں ایسی ہے تعمیر اسکی
ساری دنیا میں جبھی تو ہوئی تشہیر اسکی

صبح سے شام تلک لوگ چلے آتے ہیں
ہو کے حیرت زدہ سیاح چلے جاتے ہیں

دیکھنا جس کو ہو قدرت کا نمونہ دیکھے
چاندنی راتیں ہیں لطف بھی دونا دیکھے

زہرا

زہرا بیگم ——— ڈاکٹر محمد عبد الرب وظیفہ یاب سنٹرل جیل سرجن گلبرگہ کی صاحبزادی اور مولوی سید محمد یوسف الدین مرحوم صوبہ دار گلبرگہ کی ہمشیرزادی کے بطن سے ہیں تعلیم یافتہ اور شاعرہ ہیں، نظم اور نثر دونوں خوب لکھتی ہیں مضمون نگاری کا بھی شوق ہے بڑے اچھے شعر کہتی ہیں، واقعہ ہجرت کو نظم کیا ہے جس کے چند شعر نقل کئے جاتے ہیں۔

مشرکوں نے جو کیں گستاخیاں آنحضرت سے
آپ نے ترک وطن کا کیا قصد اکتا کر

وقت دوپہر کا شدت کی تپش گرم ہوا
آپ اس دھوپ میں تنہا گئے صدیق رض کے گھر

اور فرمایا کہ اے یارِ وفادار سُنو! | تم بھی اب چھوڑنے کیواسطے تیار ہو گھر
اس قدر انکو ہوئی اپنی معیت کی خوشی | آ گئے آنکھوں میں صدیق رضؓ کے آنسو بھر کر
اور ادب سے یہ کیا عرض کہ ماں باپ فدا | خدمت پاک میں دو اونٹنیاں ہیں حاضر

یہ دشت بلا میں ہوئے سامان مہیا | نور نظر سید ابرار کی خاطر
خنجر جو بجھے زہر میں تلواریں چڑھیں باڑ | لختِ جگر حیدرِ کرار کی خاطر

مٹ گئے سارے نشانِ اہلبیت | لٹ گیا سب خاندانِ اہلبیت
دھوپ میں پیاسے لڑے بھوکے مرے | پر نہ کھوئی آن بانِ اہلبیت
ہے یہ حسرت جی میں دیکھوں کربلا | میں رہوں اور آستانِ اہلبیت

سارا

سارا بیگم ——— رقیہ بیگم کمتر مرحومہ کی دختر ہیں خاصی تعلیم یافتہ اور اچھی شاعرہ ہیں مدت تک مجیبیہ گرلز اسکول کی معلمہ رہ چکی ہیں'

جوشِ گریہ نے کر دیا خاموش | قصۂ غم انھیں سُنا نہ سکے
کی دمِ نزع اپنے پرسشِ حال | لب کو جنبش ہوئی بتا نہ سکے
یوں سما جاؤ میری نظروں میں | پھر کوئی دوسرا سما نہ سکے

اگر اس نے پوشاک بدلی ہے دھانی | مرا زخمِ دل کیوں ہرا ہو رہا ہے
یہاں خون ہے چشم گریاں سے جاری | وہاں اس کو شوقِ حنا ہو رہا ہے

سلمٰی

جمال النساء بیگم —— مولوی نادر الدین کی دختر اور جناب امجد کی اہلیہ ہیں، نثر اور نظم دونوں لکھتی تھیں چار چھ سال ہوئے کہ آپ نے انتقال کیا، شعر بہت اچھے کہتی تھیں،

وہ یوسفِ گم گشتہ کس جائے نہاں ہوگا　　کس پہلو میں پوشیدہ وہ راحتِ جاں ہوگا
یہ عالمِ کثرت کب توحید نشاں ہو گا　　اس جسم کی مسجد میں کب شورِ اذاں ہوگا
میرا عربی آقا اللہ کہاں ہوگا

نہ ہو کوئی ہمرہ یہی ہمرہی ہے　　نہ ہوں بے خبر میں یہی آگہی ہے
کبھی ہے قیام اور کسی وقت سجدہ　　کبھی سر کشی ہے کبھی عاجزی ہے
کبھی ٹیس دلمیں کبھی لب پہ آہیں　　مری جان کو اک نہ اک دل لگی ہے
نہ میری سنیں گے نہ بولیں گے مجھسے　　عجب بے کسی ہے عجب خامشی ہے

سلطانہ

اکبر النساء بیگم —— نواب باقر نواز جنگ مرحوم کی پوتی اور ڈاکٹر مرزا رضا خاں وظیفہ یاب سیول سرجن کی اہلیہ ہیں شعر بھی خوب کہتی ہیں۔

طریقہ آپ نے اپنا جو مہرباں بدلا　　اِدھر زمانہ اُدھر رنگ آسماں بدلا
ہُوا کچھ ایسی چلی رنگِ دوستاں بدلا　　زمانہ بدلا زمیں بدلی آسماں بدلا
چمن میں اسیر کو آیا جو وہ گلِ رعنا　　بہار آئی نئی موسمِ خزاں بدلا

سلطانہ

نواب ذوالقدر جنگ بہادر کی صاحبزادی اور مسٹر محمد اللہ خاں سشن جج اورنگ آباد کی شریک زندگی ہیں، شعر بھی خوب کہتی ہیں،

آپ کی دید ہے خدا کی دید منظہر کبریا سلام علیک
وجد میں آ کے آج سلطانہ کہہ رہی ہے شہا سلام علیک

عیاں بوٹے بوٹے سی ہے شان رحمت ہے کیا جانفزا مرغزار مدینہ

سکینہ

سکینہ بیگم —— نواب خدیو جنگ بہادر مرحوم کی صاحبزادی نواب عماد الملک مرحوم کی نواسی سید رحمت اللہ صاحب قادری کی اہلیہ ہیں، نہایت اچھی تعلیم ہوئی ہے شعر بھی خوب کہتی ہیں، اپنے نانا عماد الملک کی مدح میں ایک قصیدہ کہا تھا جس کے چند شعر یہ ہیں۔

عالم ہو تم شفیق ہو تم نکتہ داں ہو تم فاضل ہو تم ادیب ہو تم خوش بیاں ہو تم
فخر دکن ہو باعث فخر جہاں ہو تم باذل ہو تم لطیف ہو تم مہرباں ہو تم
اُستاد شاہ ملک دکن ہو فہیم ہو عاقل ہو تم عزیز ہو تم قدرداں ہو تم
اقبال و عمر میں ہو ترقی دعا یہ ہے مونس ہو تم شفیق ہو تم نانا جان ہو تم
مدح و ثنا سکینہ کہاں تک رقم کرے اکتا ہو تم زمانے میں فخر جہاں ہو تم

ش بیگم

حیدرآباد کی رہنے والی تھیں نظم و نثر دونوں لکھتی تھیں، غزل بھی خوب کہتی تھیں افسوس ہے کہ جوانی میں وفات پائی۔

سینہ چھلنی ہو گیا سن کر فغانِ عندلیب — آہ کیا حسرت بھری تھی داستانِ عندلیب
روز لیجاتا ہے لاکھوں توڑ کر بیدرد پھول — باغباں لینے لگا اب امتحانِ عندلیب
آسماں ہے ایک اور جوہر منور بے شمار — لو ابھر آئے ہیں اب داغِ نہانِ عندلیب

شاکرہ

شاکرہ بیگم ـــــــ یو پی کے ایک قدیم اور شریف گھرانے کی خاتون اور مشہور علی صاحب وکیل کی بیوی ہیں، مدتوں حیدرآباد میں رہیں اب غالباً اپنے والد کے ہمراہ وطن چلی گئی ہیں، سالگرہ مبارک ۱۳۵۳ھ کے مشاعرہ میں غزل کہی تھی۔

ٹھیری جو تیری دید ہماری فنا کے بعد — کیونکر جئیں گے وعدۂ صبر آزما کے بعد
دست طلب دراز ہیں کس کی جناب میں — آمین کہیں فرشتے ہماری دعا کے بعد
غفلت میں کھو دیا عہدِ جوانی ہزار حیف — ہے فکر زادِ راہ کی بانگ درا کے بعد
جدت پسند ہو تو ستم ہوں نئے نئے — ہاں اور کوئی تازہ جفا اس جفا کے بعد

شریف

شریف بانو ــــــ حیدرآباد کی رہنے والی ہیں اور شعر بھی خوب کہتی ہیں، آپ کی نظمیں اکثر رسائل میں طبع ہوتی رہتی ہیں۔

سنتے ہیں ہر خوشی کیلئے یہ ضرور ہے
سینے میں دل ہو دل میں سکون صبر سے مزید

گھر ہو، وطن ہو، دوست ہوں خاطر ہو مطمئن
گلشن ہو آشیانہ ہو اور ہو گلوں کی دید

جب یہ نہیں تو عیش و مسرت ہیں سب الگ
فرقتمیں ذکر وصل بھی ہے کلفت شدید

اندوہگیں دلوں کو مسرت سے کیا غرض
انکی بلا سے عید قریب آئے یا بعید

دل ہی نہیں کہ جس سے گل ول کے شاد ہوں
کسکی نگاہ لطف کو دکھلائیں شوق دید

کنج قفس میں کون ہے بلبل کا ہم نفس
پھولوں کو کیا پڑی ہے جو سنائیں نوید عید

کیف شباب عمر میں یوں مست عیش ہو
ہر شب شب برات ہو ہر روز روز عید

شہزاد

حیدرآباد کی ایک خاتون ہیں شعر بھی نہایت اچھے کہتی ہیں ان کا ایک لاجواب سہرا ہمارے پاس ہے جس کے چند شعر نقل کئے جاتے ہیں اور حالات معلوم نہ ہو سکے۔

گڑیا کا سہرا

سر اقبال پر باندھا گیا ہے گلفشاں سہرا
لڑی مفیش کی کیا ہی بنا ہے کہکشاں سہرا

یہ بیلا ہے یہ گیندا ہے یہ ہے بٹ موگرا دیکھو
دھتورے کی ہیں پھول اسمیں ہے یکتائے زماں سہرا

چنبیلی موتیا جوہی وغیرہ کی حقیقت کیا
بنایا ہے فرنگی گل سے تیرا باغباں سہرا
تری شادی کی محفل کیا ہے اک طرفہ تماشا ہے
کہ سارنگی بجائیں خوک گائیں مچھلیاں سہرا
عجب طبلے کی دیتا تھاپ ہے شہ تال کیا کہنا
کہ جس سے مست ہو کر کھا رہا ہے قلفیاں سہرا
مبارکباد دے شہزاد دلہا اور دلہن کو
ہو ان دونوں کے سر تاجوں کے سر پر گلفشاں سہرا

عصمت

عصمت النساء بیگم

—— حیدرآباد کی رہنے والی اور تعلیم یافتہ خاتون ہیں شعر بڑے اچھے کہتی ہیں،

ہم اپنے دل میں آپکا جو گھر بنائیں گے
کعبہ کو توڑ دیر مقر ر بنائیں گے
قوس قزح تو آپکی بن جائے گی کماں
کیا اب ہلالِ عید کو خنجر بنائیں گے
قصرِ بہشت آپکے لائق ہے واعظو!
ہم اپنا کوئے یار ہی میں گھر بنائیں گے
لکھیں گے گل بدن کو جو خط برگ گل پہ ہم
رگ ہائے گل کو کھینچ کے مسطر بنائیں گے

صغرا

صغرا بیگم علیخاں

—— محبوبیہ گرلز اسکول میں تعلیم پارہی ہیں بڑی اچھی طبیعت پائی ہے، خوب شعر کہتی ہیں۔

خموشی سی عالم پہ جب چھا رہی تھی
میں ہستی سے سوئے عدم جارہی تھی
عجب وحشت انگیز تھا وہ سماں بھی
میں صحرا نوردی سے گھبرا رہی تھی
اکیلی تھی میں اور دل میں مرے ڈر
مجھے اپنی تنہائی دہلا رہی تھی

سُہانا تھا دشت اور اُجلا سماں تھا | جہاں بادِ صرصر بھی منڈلا رہی تھی
اور اسوقت میں مجھ کو رحمت خدا کی | خوش آیند لوری سے بہلا رہی تھی
غرض شانۂ لطف سے شانِ رحمت | مری اُلجھی زلفوں کو سُلجھا رہی تھی

صفیہ

صفیہ بیگم ——— کیپٹن شہرت مرحوم کی دختر ہیں شہرت نے بڑی محنت سے تعلیم دی تھی شعر بھی خوب کہتی ہیں،

ہوائے عیش چلی رنگ بوستاں بدلا | چمن میں بلبلِ شیدا نے آشیاں بدلا
پلا دے بادۂ گلرنگ توڑ دے توبہ | ہمارا طور بھی ساقیٔ مہرباں بدلا

رہ گیا ہے ہر زباں پر ایک افسانہ ترا | یوں بنا کر عالم ہستی کو چھپ جانا ترا
اصل مقصد سب کا تو ہی گو جدا گانہ ہو راہ | ہے کلیسا تیرا کعبہ تیرا بت خانا تیرا

عابد

عابد النساء ——— سید عارف الدین صاحب کی دختر ہیں محبوبیہ گرلز اسکول میں تعلیم پا رہی ہیں شعر بھی خوب کہتی ہیں،

الفت ہے اے خدا کیا ہم کو ذرا دکھا دے | الفت ہے نام کسکا الفت ہمیں سکھا دے
دنیا کا ذرہ ذرہ الفت سے باخبر ہے | الفت ہے کیا ہی مطلب ہمکو بھی کچھ بتا دے
الفت کی لذتوں سے محروم ہو گئے ہیں | الفت کی نعمتوں کا ہم کو مزا چکھا دے
دنیا کی فرقہ بندی بڑھتی ہی جا رہی ہے | آپس کے بیر کو سب دل سے خدا بھلا دے

عزیز

عزیز النساء بیگم ـــــــ مدرسۂ رحمانیہ کی صدر معلمہ تھیں، مدارس نسواں کے مصنوعات کی نمائش ہوئی تو آپ نے ایک نظم کہی، بڑے اچھے شعر کہے ہیں، معلوم نہیں محترمہ اب کہاں ہیں،

یہ لوگ آج ہزاروں کدھر کو جاتے ہیں | عیاں ہے صاف ہمایوں نگر کو جاتے ہیں
لگائی ہے جو نمائش مسز ہمایوں نے | معلمات و نسواں ادھر کو جاتے ہیں
نہیں ہے یہ کوئی مینا بازار یا میلا | جہاں پہ عورتیں سب شور و شر کو جاتے ہیں
یہ طالبات کی ہے دستکاریوں کا نمود | ہزاروں دیکھنے جنکے ہنر کو جاتے ہیں
یہاں پہ جانا ہمارا ہے قوم کی خدمت | نہ سینما کو نہ ہم ناچ گھر کو جاتے ہیں
مسز ہمایوں مبارک ہو آپ کو یہ کام | ہم آئے خوش ہوئے اب اپنے گھر کو جاتے ہیں

عسکری

حکیم میر نادر علی رعد کی دختر بلند اختر ہیں شعر بھی خوب کہتی ہیں،

جشن ہر سال شادمانی سے | ہو فزوں عمر جاودانی سے
حیدرآباد مامنِ عالم | شاہِ عثمان کی قدردانی سے
آپ سلطانِ ملکِ علم و کمال | رحمتِ حق ہیں مہربانی سے
تا قیامت ہو جشن سالگرہ | شادمانی سے کامرانی سے

فاطمہ

افضل النساء ــــــ محمد درویش خاں صاحب کی صاحبزادی اور شمس الدین محمد صاحب علم کی اہلیہ تھیں افسوس ہے کہ سال گذشتہ عین شباب میں فوت ہوئیں شعر بھی کہتی تھیں،

یاد احمد میں بس اب اے دلِ مضطر نہ مچل   چل مدینہ کی طرف چل تجھے لے چلتے ہیں چل

قمر

صفیہ بیگم ــــــ حیدرآباد کی رہنے والی ہیں آج کل ورنگل میں رہتی ہیں، شعر بھی خوب کہتی ہیں،

زمانے کی گردش کو دیکھا کئے   مقدر کے لکھے کو رویا کئے
چلا کچھ بھی تقدیر پر جب نہ زور   تو لاچار قسمت کو رویا کئے

جو کہا تم نے سب بجا نکلا   جو کہا ہم نے ناسزا نکلا
ظلم تیرا کہ میری مظلومی   جو ہوا حد سے وہ سوا نکلا
چاک کر ڈالا نامۂ عصیاں   تری رحمت کا آسرا نکلا

کریم

کریم النساء ــــــ حیدرآباد کی رہنے والی ہیں شعر بھی خوب کہتی ہیں،

بہار آئی شگوفے کھلے سماں بدلا   نکل قفس سے او بلبل اب آشیاں بدلا
ہر ایک ذرہ ہی خورشید فیض سلطاں سے   دکن میں دور ترقی کا بے گماں بدلا

حرم میں جلوہ اسی کا ہے بتکدہ میں وہی | مکین ایک ہے دونوں کا پر مکاں بدلا
کہانی قیس کی قصہ مرا نہیں ہے جدا | حقیقت ایک ہے انداز داستاں بدلا

کمترؔ

رقیہ بیگم —— سید احمد مدنی صاحب کی اہلیہ اور محبوبیہ گرلز اسکول کی معلمہ تھیں، شعر بھی خوب کہتی تھیں،

تجھ کو دیکھا تو نہ آنکھوں میں سمایا پھر عرش | واہ کیا شان ہے اے گنبدِ خضرا تیری
جان اُن پر فدا کئے ہی بنی | تیغِ قاتل کو سر دئے ہی بنی
دل کے ہاتھوں سے ہو گئے مجبور | یارِ الفت کو سر لئے ہی بنی
زمانے نے پیسا ہے کمترؔ کو ایسا | کہ مرنے سے پہلے فنا ہو رہی ہے

کنیزہؔ

کنیز فاطمہ —— حیدرآباد کی رہنے والی ہیں خنجل گوڑہ میں رہتی ہیں شعر بھی خوب کہتی ہیں ایک ولولہ انگیز نظم کے چند شعر نقل کئے جاتے ہیں،

وہ ہمت کیا ہوئی ہم میں جو تھی اسلام کی بہنو! | مسلمانی ہماری رہ گئی اب نام کی بہنو!
فلاکت چھا رہی ہے چار سو ہم پر زمانے کی | خبر لیکن ہمیں اب تک نہیں انجام کی بہنو!
تباہی اک طرف اور پھر شماتت اہلِ دنیا کی | تسلی ہو تو کیونکر ہو دلِ ناکام کی بہنو!
زمانہ میں کبھی پلہ ہمارا سب سے بھاری تھا | نہ تھی مطلق ہمیں پرواہ کبھی آرام کی بہنو!
کہیں بہتر ہے اک دم ڈوب مرنا ایسی خواری سے | یہ ذلت کی بھی آخر زندگی کس کام کی بہنو!

گنیز مرہ قوم کی بہبود ہے تعلیمِ نسواں پر
انہیں پر منحصر ہے اب بقا اسلام کی بہنو!

گوہر

کلثوم بیگم ـــــــ سید علی رضا صاحب منصب دار کی صاحبزادی ہیں، تعلیم یافتہ ہیں اور شعر بھی خوب کہتی ہیں،

دکن کے شاہ کو یہ جشنِ شاہانہ مبارک ہو
شہ عثمان علیخاں جوبلی آنا مبارک ہو

ہر اک دلمیں یہی تھی آرزو کہ جوبلی دیکھیں
مرادیں دلکی اپنی آج بر آنا مبارک ہو

دکن کے رہنے والو قدر جانو اپنے مالک کی
خدا نے تمکو دی یہ نعمت عظمیٰ مبارک ہو

تجھے عثمان علیخاں تا قیامت شمس دوراں تک
ہنسی سے اور خوشی سے حکمراں رہنا مبارک ہو

لطیف

لطیف النساء بیگم ـــــــ سید مظفر الدین صاحب مہتمم کوتوالی کی صاحبزادی اور پروفیسر سید یوسف کی اہلیہ اور منشی فاضل، مولوی فاضل، میٹرک کامیاب ہیں، محبوبیہ زنانہ کالج نامپلی کی معلمہ ہیں شعر بھی بڑے اچھے کہتی ہیں، اپنی سہیلی افضل النساء بنت نظام الدین مرحوم تحصیلدار کی شادی میں سہرا کہا تھا،

رخ افضل پہ یہ سہرا مبارک ہو مبارک ہو
سماں یہ عیش و عشرت کا مبارک ہو مبارک ہو

مہکتی پھول کی کلیاں لچکتی گوہریں لڑیاں
چمک سہرے کی کیا کہنا مبارک ہو مبارک ہو

ادہر مادر پدر شاداں ادہر بھائی بہن خنداں
تمام احباب ہیں گویا مبارک ہو مبارک ہو

سماں ہے شادمانی کا خوشی کی دھوم ہے ہر جا
جہاں میں شور ہے برپا مبارک ہو مبارک ہو

یہی دل کی دعائیں ہیں یہی سب کی صدائیں ہیں
یہی ہے ہر طرف چرچا مبارک ہو مبارک ہو
خدا کی رحمتیں چھائیں صدائیں عرش سے آئیں
بہارِ گلشنِ دنیا مبارک ہو مبارک ہو

لیلیٰ

لیلیٰ بیگم —— حیدر آباد کی رہنے والی ہیں، خوب شعر کہتی ہیں،

الٰہی توبہ قیامت فراق کا غم ہے
تمہارے ملنے سے جتنی خوشی ہو کم ہے
نگاہِ شوق سے گستاخیاں ضرور ہوئیں
مناؤں کیسے وہ نازک مزاج برہم ہے
نئی جفا کوئی پیشِ نظر ہوئی شاید
ستم رسیدہ پہ کیوں آج لطفِ پیہم ہے

——————

نہ سہی مجھ سے ملاقات جو منظور نہیں
دور ہو مجھ سے مگر دل سے مرے دور نہیں
قدرداں دل ہی تیری جلوہ نمائی کا ضرور
کیا ہوا اگر نگہِ شوق جو مشکور نہیں
مذہبِ عشق میں آسان ہے ہر دشواری
میں بھی مجبور نہیں آپ بھی مجبور نہیں

محمودہ

ڈاکٹر رضا خاں کی صاحبزادی ہیں شعر بھی خوب کہتی ہیں محمودہ اختر کے نام سے آپ کے مضامین بھی سفینۂ نسواں میں طبع ہوتے رہتے ہیں،

موسم بہار کا ہے چمن پُر بہار ہے
بلبل فدائے گل ہی گلوں پر نکھار ہے
پھولوں نمیں تُل رہی ہیں سبھی گل کی ڈالیاں
ہر نخل باغ رشکِ صد لالہ زار ہے
میلاد شہ کا دن ہے کہ یہ روزِ عید ہے
اک بادہ خوار کا سا صبا میں خمار ہے
بلبل چہک کے کہتی ہیں مدت کے بعد پھر
گلشن میں آج آمدِ فصلِ بہار ہے

مدنی

شہناز بیگم ــــــ حیدرآباد کی رہنے والی ہیں آج کل ورنگل میں رہتی ہیں، ہندوستان کے اکثر زنانی رسائل میں آپ کا کلام طبع ہوتا ہے شعر خوب کہتی ہیں،

جہاں کا رنگ پلٹا اک زمانے کی ہوا بدلی ۔۔۔ اثر تہذیبِ مغرب کا یہ ہے ساری فضا بدلی
فقط تعلیم نسواں ہی نہ اک پردہ ہوا رخصت ۔۔۔ مسلمانوں کی طرزِ زندگی حد سے سوا بدلی
ہمیں آزادیٔ مشرب نے بے پردا کیا اتنا ۔۔۔ کہ جس فیشن کو دیکھا اپنی نیت بر ملا بدلی
ہمارا خلق بدلا ڈھنگ بدلا ہر عمل بدلا ۔۔۔ ہماری چال بدلی طرز بدلی ہر ادا بدلی
ہوائے مغربی نے جوشِ غیرت تک کیا ٹھنڈا ۔۔۔ کہ حتیٰ آج اپنی فطرتی شرم و حیا بدلی
خلوصِ باطنی کو ظاہری اخلاق نے بدلا ۔۔۔ زمانہ کی ہوائے فطرت از سر تا بپا بدلی
جسے دیکھو وہ شیدائی ہے تہذیبِ مغرب کا ۔۔۔ یہ ہے وہ دور جس نے سارے مشرق کی فضا بدلی

مریم

مریم بیگم ــــــ کپتان سید علی رضا مرحوم کی صاحبزادی اور ڈاکٹر صفدر حسین مرزا مرحوم کی اہلیہ تھیں ایرانی الاصل اور شاہان مصر کے خاندان سے بلکہ ہز ہائنس سر آغا خان کی بنت عم تھیں، اردو فارسی پر عبور تھا، شعر بھی خوب کہتی تھیں صغرا بیگم صاحبہ ہمایوں مرزا حیا آپ ہی کی صاحبزادی ہیں،

قیس کا کیا ذکر ہے مرا افسانہ چاہیئے ۔۔۔ حال پر غم پر مرے آنسو بہانا چاہیئے

میرے مرنے کی خبر سنکر وہ بولے طنز سے — مرنے والے کیلئے کوئی بہانا چاہیئے
اس جہاں میں جا کے بیٹھیں ہم کہاں خبر گوی دوست — کوئی اپنا بھی تو آخر اک ٹھکانا چاہیئے
قبر میں تنہا ہی مریم امتحاں کا وقت ہے — یا علیؑ امداد کو اس دم تو آنا چاہیئے

مریم

مریم بیگم ——— محمد اسحٰق صدیقی کی ہمشیر اور بڑے اچھے شعر کہنے والی ہیں حیدرآباد کے تعلیم یافتہ طبقہ سے ہیں، کسی کی شادی میں ایک مبارک باد کہی تھی جس کے چند شعر یہ ہیں،

یہ تجمل تجھے یہ شان مبارک ہووے — عیش و عشرت کا یہ ساماں مبارک ہووے
خانہ آباد رہے شادی سے دل شاد رہے — پیارے نوشاہ کو مہماں مبارک ہووے
بعد شادی کے تمنائے دلی بر آئے — اچھے ارمانوں کا ارماں مبارک ہووے
تہنیت کی در و دیوار سے آتی ہی صدا — جشن شادی کا یہ ارمان مبارک ہووے

اسی زمین میں ایک غزل بھی کہی ہے جس کا ایک شعر ہے،

ہم قفس ہی میں رہے اور رہیں گے مریم — بلبلو تم کو گلستاں مبارک ہووے

منعم

امۃ الفاطمہ ——— عبدالسلام صاحب مرحوم تحصیلدار کی اہلیہ اور نواب صاحب ارکاٹ کے خاندان سے تھیں، اپنے شوہر کی وجہ سے حیدآباد آگئیں اور یہیں عمر گزاری، مضامین بھی اچھے لکھتی تھیں جو النساء وغیرہ میں

طبع ہوتے تھے، ایک کتاب نظم نامۂ خواب طبع ہو چکی ہے، شعر بھی خوب کہتی تھیں چند ہی سال ہوئے کہ وفات پائی،

مبارک عید قرباں آئی ہے ہر ایک شاداں ہے
خدا کی رحمتوں سے شادماں ہر ایک انساں ہے

رکھے قائم خدا دائم مرے سرکار عالی کو
سخی اور پاک نیت شاہِ عثمان علیخاں ہے

گرانی سے پراگندہ تھے محتاج و غنی سارے
کیا خالق نے فضل اپنا یہ سب کا لطف و احساں ہے

نہ کیونکر اپنے دلکو ہو خوشی اس عید قرباں کی
ادہر خالق کی رحمت ہے اُدہر شہ حال پرساں ہے

تقاوی دیکے دفع قحط کر ڈالا مرے شہ نے
رعیت ہے دعاگو عید کا ہر گھر میں ساماں ہے

الٰہی ملک و مالک کو مبارک عید قرباں ہو
رہیں آباد سب باہم یہی منعم کا ارماں ہے

نسیم بیگم

نسیم بیگم —— حیدرآباد کی رہنے والی اور بڑی اچھی شاعرہ ہیں، زیب النساء میں آپ کا کلام اکثر نظر آتا ہے،

یہی پوچھا تھا کیا ہے رنگِ صحبت ان دنوں صاحب
مرے پہلو سے اٹھکر چل دئے وہ بدگماں ہوکر

اثر جذب محبت کا نسیم ان پر ہوا آخر
گلے آکر ملے عاشق سے آپنے شادماں ہوکر

تیر ان کا کبھی خطا نہ ہوا
دل بچا یا جگر نشانہ ہوا

آزمایا ہے کر کے ترکِ وفا
وہ جفا پیشہ باوفا نہ ہوا

جان دے دی تمہاری فرقت میں
موت آنے کا اک بہانہ ہوا

نفیس

ن بیگم ——— حیدرآباد کی رہنے والی ہیں شعر بھی خوب کہتی ہیں اکثر رسائل میں آپ کا کلام شائع ہوتا ہے،

جو تجھکو لطف تھا مجھسے تو سب موافق تھے
تری نگاہ جو بدلی تو اک جہاں بدلا

بیتابیٔ فراق نہ پوچھو کہ رات بھر
لب پر تمہارا نام تھا نام خدا کے بعد

ہمارا حالِ دل اور تذکرہ انکی محبت کا
ہوا مشہور اس دنیا میں آخر داستاں ہوکر

کہاں ہوں کیا کہوں کیا ہوں جہاں ہوں میں پریشاں ہوں
میں فریادِ عنادل ہوں میں دودِ شمع سوزاں ہوں

نالۂ دل مرا رسا نہ ہوا
نامہ بر یہ بھی کام کا نہ ہوا

مثل موسیٰ کے ہوش اڑ جاتے
خیر گذری کہ سامنا نہ ہوا

نکہت

ع بیگم ——— حیدرآباد کی رہنے والی ہیں، شعر بھی بڑے اچھے کہتی ہیں۔

جفائیں سہیں جو وطن میں وہی ہیں غربت میں
زمیں بدل گئی لیکن نہ آسماں بدلا

مریضِ غم کی دوا بھی ہوئی دعا بھی ہوئی
یہ سب ہوا نہ مگر حالِ ناتواں بدلا

گئے بھی رہرواں کوئی دلبر شادماں ہوکر
بچھڑ کر رہ گیا میں ہائے گرد کارواں ہوکر

صبا چلتی بنی لیکر چمن سے بوئے گل آخر
کہا تو نے نہ کچھ بھی ہائے ظالم باغباں ہوکر

کب لگایا نہ اس نے ہاتھوں میں
خون عاشق کا کب حنا نہ ہوا

موسمِ گل کے آتے ہی نکہت
میکدہ کی طرف روانہ ہوا

نوشابہ

نوشابہ خاتون قریشیہ ـــــــ عبدالحق صاحب وظیفہ یاب مددگار ناظم کوتوالی اضلاع کی دختر ہیں، حیدرآباد ہی میں تولد ہوئیں اور یہیں تعلیم و تربیت پائی ۱۹۲۴ء میں جامعہ عثمانیہ سے بی۔ اے کامیاب کیا آپ حیدرآباد کی ایک ممتاز اور مشہور شاعرہ ہیں نظم بڑی اچھی کہتی ہیں، زنانہ کالج نامپلی کی معلمہ ہیں،

آہ اے آفت زدہ مجروح و مظلوم ستم ۔۔۔ آہ اے تصویر حسرت اے مجسم درد و غم
اے اسیر صد مصیبت اے گرفتار الم ۔۔۔ یعنی وہ لاچار جس کا ہی لقب خیرالامم

زور و طاقت مٹ گئی دم خم گیا کس بل گیا
اے مریض نیم جاں کیوں تیرا دنگا ڈھل گیا

مسلم بیکس تیری وہ شان و شوکت مٹ گئی ۔۔۔ ظلم کا چرچا ہوا حق کی حمایت مٹ گئی
سلطنت جاتی رہی افسوس طاقت مٹ گئی ۔۔۔ ہائے کس منہ سے کہوں یارب خلا ذلت مٹ گئی

ہے ہجوم جور بے جا دامن اسلام پر
برق آفت گر نہ جائے خرمن اسلام پر

وفا

افسر سلطانہ ـــــــ حیدرآباد دکن کی رہنے والی ہیں جامعہ عثمانیہ سے بی۔ اے کیا ہے کلیۂ اناث جامعہ عثمانیہ کی لکچرار ہیں، شعر بڑے اچھے کہتی ہیں۔

ہی قہر بھی عتاب بھی لطف و عطا کے بعد ۔۔۔ ملتا ہے روز زہر بھی مجھکو دوا کے بعد

کافر تری نگہ مرا ایمان لے چکی | جاتی رہیگی جان یہی نازو ادا کے بعد
پیدا ہوا نہ ہم سا کوئی جان نثار پھر | رسمِ وفا ہی مٹ گئی اہلِ وفا کے بعد
عصیاں کے داغ دھو گئے یہ اشکِ انفعال | رحمت کو جوش آئیگا عذرِ خطا کے بعد

ہاجرہ

ہاجرہ بیگم —— مولوی سید عبدالرحیم مرحوم اول تعلقدار سرکار عالی و ناظم اسٹیٹ غالب جنگ بہادر کی صاحبزادی اور سید یوسف الدین مرحوم صوبہ دار گلبرگہ کی ہمشیر زادی حضرت تجلّی کی بیوی اور تمکین کاظمی صاحب اور رشید کاظمی صاحب کی والدہ تھیں کم سنی ہی میں والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تھا، یوسف الدین صاحب نے تعلیم و تربیت دی تھی، اردو و فارسی کا اچھا ذوق تھا، ایک ناول بھی لکھا تھا جو ضائع ہو گیا شعر بھی کہتی تھیں، تمکین صاحب کی انشا پردازی مرحومہ ہی کی تربیت اور محنت کا نتیجہ ہے، فروردی ۱۳۴۲ف میں بعارضہ پلیگ انتقال کر گئیں۔

ناز برداری ہم جو کرتے ہیں | تو وہ کرتے ہیں ہم سے نفرت اور
جتاؤ نہ صاحب محبت زیادہ | وگر نہ تمہیں ہوگی نفرت زیادہ
نہیں ہے کچھ انہیں قول و قسم کا پاس نہیں | وہ جھوٹ کہتے ہیں لیکن انہیں ہراس نہیں

یہ دُنیا مکر کی دُنیا ہے یہ بستی پاپ کی بستی ہے
یاں دشمن بھائی بھائی کا یاں پھوٹ کی آگ برستی ہے





سخنوانِ دکن

آفت

جمشید جی پستن جی ——— آبکاری کے مستاجر ہیں، پارسی ہیں مگر عروسِ اردو کے دلدادہ شعر بھی اچھے کہتے ہیں،

اہلِ محشر سے ہمیں کچھ بھی تعلق نہ رہا ۔۔۔ دل نے فتویٰ دیا جب سے تیری یکتائی کا
آہ کے ساتھ دھواں ابتو نکلتا ہے مگر ۔۔۔ دم نکل جائیگا اک دن یونہی شیدائی کا

آلفت

میر جہانگیر علیخاں ——— حیدرآباد کے قدیم شرفا اور جاگیرداروں میں سے ہیں، نسباً انصاری اور سلسلۃً کلیمی ہیں، شعر خوب کہتے ہیں، پرگو اور کہنہ مشق ہیں،

رہا نہ عشق کے ہاتھوں سے بے نیاز کوئی ۔۔۔ یہ نازنیں بھی پرستارِ ناز ہوتے ہیں
تمہاری ناز پرستی کی انتہا یہ ہے ۔۔۔ نیاز مند سے ہم بے نیاز ہوتے ہیں

دُھن تیرے وصل کی ہی غم تیرے ہجر کا ہے ۔۔۔ میں کیا ہوں کچھ نہیں ہوں حسرت کی داستاں ہوں

بندۂ عشق سے میں بندۂ درگاہ ہوا ۔۔۔ اب کسے سجدہ کروں آپ کو سجدہ کرکے

ناز بردارِ محبت بھی ہیں گستاخ عجب — عذر کر لیتے ہیں تقصیر ہمیشہ کر کے

آرزو

نواب میر جعفر علیخاں —— رئیس کرنول، جناب محفوظ شاگردِ داغ کے شاگرد تھے۔

شوق تھا تیغ آزمائی کا — کہئیے کیا حال ہے کلائی کا
بخدا ان بتوں کے ہاتھوں سے — تنگ ہے قافیہ خدائی کا
بن ٹھن کے پیشِ داورِ محشر چلے تو ہو — ہوجائے سامنا نہ کہیں دادخواہ کا
ہوئی جاتی ہیں وہ ترچھی نگاہیں پار سینوں کے — دلِ خوں گشتہ پر تیروں کی یہ بوچھار کیسی ہے

آرام

قاضی غلام احمد شریف —— کلیۂ جامعۂ عثمانیہ کے طالب العلم ہیں، شعر بھی کہتے ہیں اور نثر نگاری کا شوق بھی ہے۔

دستِ جفا سے دامنِ حسرت ہے تار تار — منزل گہِ سکون کہیں تیرا پتہ بھی ہے
امید ہے حرارتِ سیمابِ زندگی — پوشیدہ ہے سکونِ غمِ لازوال میں
کیا ہو سلوک ہستیِ ناکام کا گلہ — اسکے سبب کہیں کبھی یارب نہیں ہوا
آرام ماسوا سے نہ پائیگا توصلہ — کیوں آستانِ غیر پہ تیری جبیں رہے

آزاد

محمد حسین —— حیدرآباد کے رہنے والے اور پرانے شاعر ہیں، ۱۲۹۰ھ میں

تولد ہوئے، منشی فاضل اور سررشتہ تعلیمات میں ملازم ہیں شعر خوب کہتے ہیں

لکھتے ہیں نعتِ پاک بھی حمد و ثنا کے بعد ہے مصطفیٰؐ کا رتبہ عالی خدا کے بعد
یہ بھی تو رہنما تھے اسی رہنما کے بعد کیا مرتبہ صحابہؓ کا ہے مصطفیٰؐ کے بعد
انکے سوا ہے کون ہمارا خدا کے بعد ہم عاصیوں پہ رحمتِ عالم کا ہی کرم
نمبر ہے غارِ ثور کا غارِ حرا کے بعد غارِ حرا سے نکلے چھپے غارِ ثور میں

آزاد

رائے گوبرسن ملی ـــــ راجۂ راجان راجہ شیوراج دھرم ونت کے خاندان سے تعلق ہے پہلے محکمۂ مال میں ملازم اور شاید پیشکار تھے اب کسی اسٹیٹ میں ملازم ہیں، نہایت زندہ دل مرنجان مرنج شاعر ہیں، شعر خوب کہتے ہیں

کڑی ہوتی ہے منزل امتحاں کی خدایا خیر جانِ ناتواں کی
کہاں پر بات آئی ہی کہاں کی زباں پر حرفِ مطلب بنکے نکلی

رباعی بھی بہت اچھی کہتے ہیں، حکیم عمر خیام کی رباعیوں کا ترجمہ رباعیوں ہی میں کیا ہے

اور تھا یہ خطاب اپنے دیوانے سے آئی یہ ندا سحر کو میخانے سے
چھلکے مئے عمر اپنے پیمانے سے اٹھ جام کریں بھرا اپنا پہلے کہ یہاں

آزاد

آزاد انصاری ـــــ یو پی کے رہنے والے، اور بڑے پرانے شاعر ہیں بارہ ایک سال

ابرِ فرحت محیطِ عالم ہے — جشنِ ساسیمیں شاہِ عثماں ہے
کیوں ڈرے دَورِ چرخ سے آزاد — زیرِ ظلِ حضورِ سلطاں ہے

امجد

محمد اصغر صدیقی —— حیدرآباد کے رہنے والے اور بڑے اچھے شاعر ہیں تاریخ گوئی میں بڑی مہارت ہے جشنِ سیمیں کی تاریخیں کہی ہیں۔

جلوۂ عثماں سے روشن ہے دکن — ہاں یہ نورِ دیدۂ محبوب ہے
سالِ ہجری تم بھی اے امجد کہو — جشنِ سلور جوبلی کیا خوب ہے
۱۳۴۵ ف

بر آیا مقصدِ دل آج امجد — نہ کیوں حاصل مسرت ہو خوشی ہو
یہی تھی آرزو تاریخ کے ساتھ — شہ عثماں کی سلور جوبلی ہو
۱۳۵۴ ھ

امجد

محمد اسمٰعیل —— کہنہ مشق شاعر ہیں۔

جو قائل ہو نہ وحدت کا مسلماں ہو نہیں سکتا — بجز حبِّ محمد کامل ایماں ہو نہیں سکتا
کرے جو بندگی حق کی محمد کا جو پیرو ہو — وہ خوفِ حشر سے ہرگز ہراساں ہو نہیں سکتا
لب و دندانِ حضرت کو بھلا تمثیل کس سے دوں — مقابل لعل و گوہر اور مرجاں ہو نہیں سکتا
چھپائے سے نہیں چھپتا ہے عشقِ احمدِ مرسل — یہ پنہاں ہو نہیں سکتا یہ پنہاں ہو نہیں سکتا

سے حیدرآباد میں مقیم ہیں، غزل اور نظم خوب کہتے ہیں، آپ کے کلام کا مجموعہ
تراب علی خاں صاحب نازؔ نے چھپوایا ہے جو زیر اشاعت ہے، آپ کی نظمیں آجکل
کے رسائل کی جان ہوتی ہیں نہایت اچھا کہنے والے ہیں،

پھر دل میں یاس و حسرت و ارمان کا جوش ہے
پھر دل کی آرزو ہے کہ گم کردہ ہوش ہے
اللہ رے! بہار رخِ گلفشانِ دوست
دامانِ ہر نظر سبد گلفروش ہے
یہ جلوۂ جمال، یہ موسیقیٔ مقال
القصہ وقت فیصلۂ چشم و گوش ہے
حالِ تلاطمِ غمِ الفت نہ پوچھیے
اک بحر ہے کہ آٹھ پہر گرم جوش ہے
جاں اب بھی جسم میں ہے مگر مثلِ خار جسم
سر اب بھی دوش پر ہے مگر بار دوش ہے
جو دل کہے ہمیشہ اسے گوشِ دل سے سن
غافل! صدائے دل بھی صدائے سروش ہے
وہ دن گئے کہ معتکفِ خانقاہ تھے
اب ہم ہیں اور سنگِ درِ مے فروش ہے
آزادؔ اور فکرِ پس و پیش یا سب غلط
آزاد فارغِ غمِ فرداو دوش ہے

آزاد

عبد البصیر — سیوہارہ ضلع بجنور کے متوطن اور حضرت ناظمؔ سیوہاروی
کے بھتیجے ہیں، جوان العمر شاعر اور انشا پرداز ہیں، نظم و نثر دونوں خوب لکھتے ہیں،
محکمۂ صدر محاسبی سرکار عالی میں ملازم ہیں،

شاہِ عثمان ظلِ یزداں ہے
جم خدم ثانیٔ سلیماں ہے
ملک شاد اب ہے رعایا شاد
جنسِ راحت، یہاں فراواں ہے

اَبر

غلام دستگیر ——— نائب ناظر عدالت دیوانی بلدہ، تخمیناً پچاس سال کی عمر ہے۔ فن عروض پر آپ کی تصانیف بھی ہیں، پرانے شعر کہنے والے ہیں، حبیب کنتوری سے تلمذ ہے۔ خوب شعر کہتے ہیں، آپ کے شاگرد بھی بہت ہیں،

خدا کو پالیا حُب قسیم حوضِ کوثر سے
مٹایا خودی کو اس شرابِ روح پرور سے

تاسف مجھ پہ گر مایوس پھر جاؤں ترے در سے
برہمن جب مرادیں اپنی پالیتا ہے پتھر سے

نہ تھا جلوہ کسی کا ہم نے مانا طور پر لیکن
صدائیں لن ترانی کی نہیں آتی ہیں پتھر سے

ترے جلوے کی فیضِ عام نے یہ مرتبہ بخشا
گہر نیساں کے قطرے سے بنے یاقوت پتھر سے

طلسمِ وہم تھا نیرنگِ آفریں برسوں
رہا حجاب ہی میں جلوۂ یقیں برسوں

ستم ہے لطفِ نہاں کو نہ مدتوں سمجھے
رہا ہے نیش کے پردے میں انگبیں برسوں

اَبرار

ابرار احمد ——— حضرت ضامن کنتوری کے شاگرد اور نوجوان شاعر ہیں،

غرض تجھ سے ہی ساقی کام مے سے ہے نہ ساغر سے
کہاں جاؤں نگاہ اُٹھا کر میں ترے میخانہ کے در سے

جہاں مل جائیں دو ظالم وہاں فتنہ بپا ہو گا
نکلتے ہیں شرر پتھر جو ٹکراتے ہیں پتھر سے

رقیب روسیہ جل جلکے کیا کیا خاک ہوتے ہیں
نکلتے دیکھتے ہیں جب تجھے ایجاں مرے گھر سے

گرے گا ایک عالم مثلِ موسیٰ غش غش کہا کر
اٹھا دو گر نقاب ایجانِ جاں تم روئے انور سے

ابو ظفر

ابو ظفر عبد الواحد ـــــــــ سٹرانٹر میڈیٹ کالج کے لکچرار ہیں، غالباً علی گڑھ سے ایم، اے کیا ہے۔ غزل بھی کہتے ہیں اور نظم بھی، بعض انگریزی نظموں کا ترجمہ کیا ہے،

نہیں معلوم بہتر کیا ہے جینا یا کہ مر جانا
ہے بہتر ناوک اندوہ سے یا دل سے تڑپانا

یونہی یا غوطہ زن بحرِ حوادث میں رہیں پیہم
بالآخر اس کشاکش میں رہیں اسطرح غالب ہم

کہ گم ہو جائیں اس دارِ فنا سے چین سے سوئیں
لحد میں پر خیال ناگہاں آتا ہے یہ دل میں

اجل کی نیند کیا خواب پریشاں ہمکو دکھلائے
جب اپنا طائر روح مقیّد تن سے اُڑ جائے

ابراہیم حسینی

ابو الخیر سید شاہ ابراہیم حسینی ـــــــــ حیدرآباد کے سادات اور مشائخ گھرانے کے چشم و چراغ ہیں، جامعہ عثمانیہ کے فارغ التحصیل اور اچھے شاعر ہیں "بیمار کے آخری لمحات" ایک نظم ملاحظہ ہو،

ضیائے روزِ روشن کی گھٹنے لگی تھی
سیاہی شبِ غم کی بڑھتی چلی تھی

رُخِ مہرِ گردوں اُدھر فق ہوا تھا
زمانہ پہ اندھیر چھانے لگا تھا

دعاہائے صحت ادھر تھیں زباں پر
ادھر صرفِ جنگ و جدل تھے عناصر

ادھر پڑ رہی اقربا پر نظر تھی
نگاہِ اجل اس طرف منتظر تھی

کبھی آس تھی اور کبھی نا امیدی
اطبا کے چہروں پہ سب کی نظر تھی

گئی رات آدھی تو سب نے یہ دیکھا
مرض میں یکایک ہوا کچھ افاقہ

افاقہ تھا ظاہر یہ باطن میں کیا تھا | لیا مرنے والی نے تھا کچھ سنبھالا
کُھلی آنکھ تو اس نے شوہر سے اپنے | کہا کان میں اسکے یہ چُپکے چُپکے
چلی میں تو دُنیا سے تم غم نہ کرنا | مگر یاد دل سے مری کم نہ کرنا
مجھے ہے یقین اب نہیں ہوگی صحت | اجل ہی مجھے دیگی کلفت سے راحت
یہ کہہ کر چھوا اس نے بچے کو اپنے | لگے چشم پرنم سے آنسو ٹپکنے
بس اک آنِ واحد میں یوں نقش بگڑا | ہوئی نبض دھیمی تو بس سانس پھولا
چلی جب نہ پیشِ اجل کچھ کسی کی | طبیبوں نے اپنے نشیمن کی راہ لی

اثر

صدیق احمد ——— اُستاد جلیل (نواب فصاحت جنگ بہادر) کے بڑے فرزند اور ناظم عدالت ضلع ہیں، نہایت ذی خلق صاحب ذوق اور سنجیدہ شاعر ہیں شعر خوب کہتے ہیں،

زلف انکی پریشاں جو صبا کر کے چلی ہے | کتنوں کو گرفتارِ بلا کر کے چلی ہے
غمزہ ہو کہ عشوہ ہو ادا ہو کہ نگہ ہو | ہر تیغ تری خونِ وفا کر کے چلی ہے
لائی تھی صبا کس گلِ رخسار کی خوشبو | ہر پھول کو تصویر حیا کر کے چلی ہے
آئی ہے مگر رنگ یہ اب فصل بہاری | رنگیں جو ہر اک گل کی قبا کر کے چلی ہے

اثر

مرزا احمد اللہ بیگ ——— ذوالفقار علی شاہ سجادۂ حسینی علم کے بیٹے اور

آغا شاعر کے شاگرد تھے،

فصلِ گُل تو جا چکی کمبخت چھُٹ کر کیا کرے — تہی رہائی میں اسیری بلبلِ ناشاد کی
پاؤں سے مرے دلکو نہ مل اے بتِ کافر — اللہ کا گھر ہے ارے اللہ کا گھر ہے

اثر

سید جلال الدین شطاری ——— حیدرآباد کے مشائخ زادے اور اچھے شاعر ہیں،

تم آؤ تو آباد ہو ویرانہ کسی کا — تم جاؤ تو گلشن بنے کاشانہ کسی کا
لنڈھا دے خم کے خم محفل میں پیارے — تہی میخانہ ہو خالی سبو ہو

اثر

احمد علی خاں ——— حضرت عیش سے تلمذ ہے۔ حیدرآباد کے رہنے والے ہیں، شعر اچھے کہتے ہیں،

بس گئی جب سے ستمگر تری صورت دلمیں — چٹکیاں لیتی ہے دن رات محبت دلمیں
مجھکو مرنا ہے تو مرجاؤں ترے کوچہ میں — کچھ اگر ہے بھی تو بس ہی یہی حسرت دلمیں
کب تری چال زمانہ کی دورنگی سے ہے کم — تیری باتوں میں محبت ہے عداوت دلمیں
کیوں نہ داغِ غمِ فرقت کو رکھوں جان کیساتھ — کیوں چھپا کر نہ رکھوں انکی امانت دلمیں

اثر

محمد عزیز اللہ ——— اکثر مشاعروں میں شرکت کرتے ہیں، رسائل میں بھی

آپ کا کلام نظر آتا ہے،

شوق اپنا ہے خوشی اپنی ہے مرضی اپنی
جان اپنی ہے گلا اپنا ہے خنجر اپنا

شکر کی جا کہ نہیں حضرت زاہد کی طرح
دل خرابِ ہوسِ لذتِ کوثر اپنا

زندگی واقف انداز سکون کیا ہوگی
چرخ کے ساتھ ہی گردش میں مقدر اپنا

سودا اپنا ہے جنوں اپنا ہے وحشت اپنی
ہاتھ اپنے ہیں، سر اپنا ہے۔ یہ پتھر اپنا

افتخار

میر افتخار علیخاں ——— خلف میر مظہر علی خاں عرف مہدی نواب، آپ کو حضرت ضامن سے تلمذ ہے،

تری الفت کا سودا جائیگا کیونکر مرے سر سے
بنا کر مجھکو دیوانہ نکالے گا یہی گھر سے

نہ ہے تم سے گلہ کوئی نہ شکوہ آسماں سے ہی
اگر ہی بھی شکایت تو شکایت ہے مقدر سے

وہ تیرا حُسن ہے کوئی مقابل ہو نہیں سکتا
نہیں بڑھکر چمک خورشید کی بھی روئے انور سے

عنایت دیکھ لی ساقی ترا لطف و کرم دیکھا
کہ جو ہوں مستحق محروم ہوں وہ ایک ساغر سے

اجلال

سید علی محمد ——— سادات بارہہ سے ہیں، آپ کے اجداد بجنور کے مضافات کے پرگنہ دار تھے لکھنؤ میں پیدا ہوئے وہیں عربی، فارسی کی تعلیم پائی، مجلس بڑی اچھی پڑھتے ہیں، شاعری سے خاص شغف ہے۔ تقریباً جملہ اصناف سخن پر عبور ہے،

نکلکے شہر نبی سے باہر خدائی بھر میں پڑا پھرا کر
علی سا بندہ کہاں ملیگا خدا خدا کر خدا خدا کر

گھٹایا جس نے ہوا منافق بڑھایا جس نے بنا نصیری
یہ وادیٔ معرفت ہے اسمیں قدم کو رکھو بچا بچا کر

علیؑ کی الفت نبیؐ کی الفت نبیؐ کی الفت خدا کی الفت
خدا کے عاشق نبیؐ کے شیدا علیؑ کی الفت کا دم بھرا کر

لہو علیؑ کا لہو نبیؐ کا جو گوشت انکا وہ گوشت انکا
علیؑ کو پالا ہے مصطفیٰؐ نے زباں اپنی چبا چبا کر

احمدؔ

احمد علیخاں ——— نواب صولت جنگ بہادر مرحوم کے فرزند ہیں، شعر خوب کہتے ہیں،

محفلِ یار میں گر مجھ سے مقابل ہو عدو
گر پڑے نظروں سے اور شرم سے پانی ہو جائے

لب جو چوسے تو کہا شوخ نے اس شوخی سے
ارے ناداں نہ کوئی ان پہ نشانی ہو جائے

دلِ عشاق کو پہلو سے اڑا لیتے ہیں
وہ جسے دیکھتے ہیں اپنا بنا لیتے ہیں

دید کا اسکی تصور میں مزا لیتے ہیں
بے خبر فتنوں کو سوتے سے جگا لیتے ہیں

چٹکیاں لیتا ہی بیٹھا ہوا دل میں کوئی
درد اٹھتا ہی تو پہلو میں دبا لیتے ہیں

لذت سوز جگر پوچھ نہ ہمدم ہم سے
آگ لگتی ہے تو سینہ میں بجھا لیتے ہیں

احمدؔ

امیر احمد ——— مشاعروں کے گلدستوں میں آپکا کلام نظر آتا ہے،

عشق کے واسطے یہ چاہیئے ساماں ہونا
داغِ سوزاں، غمِ پنہاں، دلِ بریاں ہونا

اجی لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ
حضرت شیخ کا ہم پایہ انساں ہونا

احمد

احمد علی شاہ ——— قادری اور چشتی گھرانے کے واعظ ہیں شعر بھی خوب کہتے ہیں،

چمن آرائے دکن کی چمن آرائی کی
حور و غلماں ہیں جناں سے اتر آنے کیلئے

کہیں لالہ کہیں نسریں کہیں سوسن کی بہا
قدرِ رعنا ہے کہیں دل کے لبھانے کیلئے

نکہتِ گل کی ہی تقسیم میں مصروف نسیم
آج ہر چیز کی خوشبو ہیں بسانے کیلئے

آج میخانۂ ساقی کے ہیں ابواب کھلے
جام پر جام مسرت ہیں پلانے کے لئے

احمد

سید احمد ——— حیدرآباد کے رہنے والے تحصیل چیتاپور علاقہ پائیگاہ کے صیغہ دار ہیں، شعر اچھے کہتے ہیں،

آج ساقی کی مہربانی سے
مست ہوں جامِ ارغوانی سے

تا ابد ہو یہ جشنِ سالگرہ
عیش و عشرت سے شادمانی سے

عدلِ عثمان سے ظلم ہے معدوم
آگ ٹھنڈی ہوئی ہے پانی سے

تاجدارِ دکن رہیں احمد
جاوداں عمرِ جاودانی سے

احقر

احقر صدیقی ——— جالنہ (اورنگ آباد) میں قیام ہے۔ رسائل میں آپکا کلام طبع ہوتا رہتا ہے،

اے نازِ کامیابی
اے رازِ کامیابی

ہے یاس انتہائی آغازِ کامیابی
پیدا کئے جنوں نے اندازِ کامیابی
سنئے کہ ہیں یہ آہیں آوازِ کامیابی
ناکامیوں میں مضمر ہے رازِ کامیابی

اختر

اختر یار جنگ بہادر ——— (لطیف احمد مینائی) حضرت امیر مینائی کے فرزند ہیں ۱۲۸۷ھ میں لکھنؤ میں تولد ہوئے، اپنے والد ماجد کے پاس تعلیم و تربیت پائی، حضرت امیر حیدرآباد تشریف لائے تو آپ بھی آگئے اور حیدرآباد ہی کو وطن بنا لیا، ابتداً مددگار معتمد عدالت کوتوالی امور عامہ ہوئے اور ناظم و معتمد امور مذہبی کی خدمت پر رہ کر وظیفۂ حسنِ خدمت حاصل کیا، نہایت شریف النفس، کم سخن اور بڑی خوبیوں کے بزرگ ہیں شعر بھی خوب کہتے ہیں،

قرار آئے کسی دم وہ اضطراب نہیں جو دن کو چین نہیں ہے تو شب کو خواب نہیں
شباب میں نہ ہو غفلت تو وہ شباب نہیں شراب پیے ہو جدا نشہ تو شراب نہیں
وفا کی قدر محبت کا لطف کیا جانو تمہارے کھیل کے دن ہیں ابھی شباب نہیں
ذرا سا ہنس کے لہو روئے زخم دل برسوں یہ بھول وہ ہیں کہ جنکو ہنسی کی تاب نہیں

اختر

سید علی اختر ——— حضرت باغ کے فرزند ہیں نظم خوب کہتے ہیں، آبکاری

سے ملازمت کا تعلق ہے۔ آپ کے کلام میں "یاسیت" بہت غالب ہے۔ کبھی کبھی غزل بھی کہہ لیتے ہیں، علیگڈھ یونیورسٹی سے انٹرنس کامیاب کیا ہے۔ اردو فارسی ادب پر بھی عبور ہے۔ نہایت نیک دل اور شریف الطبع، آشنا پرست، مخلص ہیں،

قدرِ وفا ہوئی انہیں عرضِ وفا کے بعد — رکھ لی خدا نے شرم مری التجا کے بعد
اس حسنِ اعتماد کے قربان جائیے — بیٹھا ہوں انتظارِ اثر میں دعا کے بعد

دمِ زندگی سے رہا ہوا، غمِ زندگی سے گزر گیا — یہ حیات قابلِ رشک ہے وہی جی رہا ہے جو مر گیا
وہی سوزِ حیات ہے جو، گو نہیں گرمیِ خوں ہوا — وہی نالہ نالۂ درد ہے جو کسی کے دلمیں اتر گیا
جو بہار آئی بھی اب تو کیا کہ وہ دلمیں ذوقِ طرب کہاں — وہ جو روحِ لذتِ دید تھا وہ لطیف کیفِ نظر گیا
اثرِ بہار طرب فزا، یہ حسین دائرۂ فضا — دلِ زار تو بھی ہو شادماں کہ وہ غم کا وقت گزر گیا

چلا ہوں سوئے مدینہ اخترؔ دلِ شکستہ کی نذر لیکر — یہ کیوں کہوں میں کہ میری فریاد آشنائے اثر نہیں ہے
حضورؐ کی التفات پر ہے اب ان غلاموں کی شرم رہنا — جنہیں نہ ماتم نوا ورشی ہے یہاں خود اپنی خبر نہیں ہے
بہار آئی بھی اور گئی بھی جلی بھی شمعِ طرب بجھی بھی — قفس میں ہے دردمند بلبل اسے کچھ اسکی خبر نہیں ہے

زندگی خواب سہی خواب کی تعبیر تو ہو — بہرِ آسائشِ منزل کوئی تدبیر تو ہو
کٹ گئے گر جائیگی ائے قیدیِ زندانِ ستم — تجھ کو احساسِ گراں باریِ زنجیر تو ہو

اخترؔ

اختر قریشی ——— حیدرآباد کے تعلیم یافتہ اور پرجوش نوجوانوں میں سے ہیں،

فنونِ لطیفہ سے بڑی دلچسپی ہے۔ حسن کارانہ معلومات بہت کافی ہیں، نظم و نثر خوب لکھتے ہیں۔ غزل، نظم، سلام، مرثیہ وغیرہ اچھا کہتے ہیں، تقریباً پانچ سال سے رسالۂ سفینۂ نسواں کامیابی کے ساتھ شائع کر رہے ہیں، نہایت کم سخن، زندہ دل، آشنا پرست، مخلص اور راقم الحروف کے خاص کرم فرما ہیں۔

کیجئے مشقِ ستم ہاں بندہ پرور کیجئے — کب میں کہتا ہوں کہ سمجھیں رحم کے قابل مجھے
پیر کر پہونچوں وہاں تک آہ یہ ممکن نہیں — تک رہا ہوں یاس سے ساحل کو میں ساحل مجھے
بچ رہا اور دل کے حصے سے یہ درد و رنج و غم — سب اکٹھا کر کے دے ڈالا بجائے دل مجھے
پھونک دی ہستی مری او سوزِ الفت پھونک دے — ناامیدی ان سے اب کرنے لگی غافل مجھے
پاؤں تھک جائیں تو سر کے بل لئے جائیگا شوق — کیا ڈرا سکتی ہے اختر دورئ منزل مجھے
لطف تو جب ہے کہ قلبِ سنگ سے ٹپکے لہو — نالہ و شیون میں بلبل یہ اثر پیدا تو کر

اختر

اختر امام احمد سمرائیلی —— اورنگ آباد کے رہنے والے ہیں، کبھی کبھی مقامی اخبارات میں آپ کا کلام نظر آتا ہے،

واقفیت تھی کسے نور و ضیا سے پہلے — دہر تاریک تھا محبوبِ خدا سے پہلے
سب یہ کہتے ہیں حضور آپ پہ قربان ہو کر — کچھ خبر تھی نہ ہمیں راہِ ہدا سے پہلے
صدقِ بوبکرؓ سے اور عدلِ عمرؓ سے چمکا — کیا عثمان نے خبردار حیا سے پہلے
جس شجاعت کا ہوا ہے درِ خیبر پہ ظہور — کس سے ظاہر ہوئی وہ شیرِ خدا سے پہلے

ادیب

محمد حسین ـــــ بی، اے، ای ڈی، اور کسی مدرسہ کے ہیڈ ماسٹر ہیں مدت سے دکن میں ہیں معلوم نہیں کہاں کے متوطن ہیں نظم بھی کہتے ہیں، نثر پر اچھا عبور ہے مضامین خوب لکھتے ہیں،

آج ہے فضلِ داوری — بخت نے کی ہے یاوری
لائی بہارِ جاں فزا — رشتۂ ابر آ وری
ہونے لگی بصد ادا — صبح امید رونما
پھول کھلے ہیں جابجا — پھولی ہے ہر طرف کلی
ژالہ ہوا میں گھل گیا — لالہ کا داغ دُھل گیا
بلبل کا گل پہ شور ہے — مستِ خرام مور ہے

ارمان

سید قادر محی الدین ـــــ پندرہ ایک سال پہلے آپ کا کلام اکثر گلدستوں اور رسالوں میں نظر آتا تھا، حیدرآباد ہی کے رہنے والے اور اچھے شاعر تھے شعر بڑے اچھے کہتے تھے معلوم نہیں اب کہاں ہیں۔

مزا دکھائیگی کیا کیا بہار عید کے دن — ملینگے ان سے گلے بار بار عید کے دن
گلے لگا کے انہیں بار بار عید کے دن — یونہیں نکالیں گے دلکا بخار عید کے دن
خوشی کے یوں تو ہیں سامان بیسیوں لیکن — مزا تو جب ہی کہ آجائے یار عید کے دن

ابھی تو آئے ہو لو عطر پان بیٹھو بھی
یہ مانا سینکڑوں ہیں کاروبار عید کے دن

انزل

حافظ محمد اسمٰعیل شریف ــــــ منشی فاضل، مولوی فاضل، مولوی کامل،

آنرز، مدرس مدرسہ فوقانیہ پر بہنی، شہ ۱۳۰۵ہ میں تولد ہوئے مدرسہ محبوبیہ اور مدرسہ نظامیہ میں تعلیم پائی، حیدرآباد کے بڑے بڑے علماء سے استفادہ کیا، مدت سے اردو، فارسی شعر کہتے ہیں، اردو شعر حضرت مائل کو دکھاتے تھے اور فارسی حضرت ترکی کو، کہنہ مشق ہیں،

بھرتے ہیں دم ہمیشہ سب خاص و عام تیرا
کیا شیخ کیا برہمن جپتے ہیں نام تیرا

ہر ذرہ سے عیاں ہی قدرت تیری الٰہی
ہر قطرہ میں نہاں ہے یارب پیام تیرا

جلے گا حشر میں دلدادہ کیا گیسوئے احمد کا
سیہ بختی میں ہی عالم یہاں حب سنگ اسود کا

قندیل سر طور ہے گردِ رخ محمدؐ
زنجیرِ درِ عرش ہے گیسوئے محمدؐ

منظور وصف روئے بت لالہ فام ہے
بس ایک ہی غزل میں گلستاں تمام ہے

مرگِ عدو خوشی کا بھلا کیا مقام ہے
اس کا اگر ہے کوچ تو کس کا مقام ہے

ترا وہ ظلم بیگانہ یگانہ
مرا یہ حال دشمن مہربان ہے

تم آؤ یا پیام موت آئے
مجھے اب زندگی بار گراں ہے

ہر ذرہ ذرہ میں ہے تجلی برق طور
اس مہروش کا جلوہ عزیزو کہاں ہے

مانا کہ زندگی میں نہیں قدر و منزلت
افسانے یاد آئیں گے میری وفا کے بعد

یہ مل گیا جسے اسے سب کچھ ہی مل گیا
کیا چاہیئے بہلا دلِ دردآشنا کے بعد

اسدؔ

میر صدیق علی ——— ہز اکسیلنسی سر مہاراجہ بہادر کے کتب خانہ کے مہتمم ہیں نو مشق ہیں مگر شعر اچھے کہتے ہیں،

اسکی بزمِ عیش میں جانے کی میں قابل نہیں
سچ ہے ناکامِ تمنا لایقِ محفل نہیں

اک دمِ امید سے قائم ہے میری زندگی
ورنہ بیمارِ محبت زیست کے قابل نہیں

میں اسے دیکھوں تو میری دردِ دل میں ہو سکون
وہ اگر پردہ کرے تو اسکو کچھ حاصل نہیں

بستے ہیں یوں تو سبھی اپنے پرائے ای اسدؔ
بستیٔ دُنیا میں لیکن رازدارِ دل نہیں

اسدؔ

احتشام احمد ——— اسرائیلی، سیلو (اورنگ آباد) میں قیام ہے۔ وکالت کرتے ہیں اور شعر بھی کہتے ہیں۔

گر تمنا ہے کہ پُر ہوں تیرے کاسے پہلے
بے نوا ہاتھ اُٹھا مانگ خدا سے پہلے

وقف تھے کوثر و تسنیم کے چشمے لیکن
آبِ خنجر سے نوازے گئے پیاسے پہلے

ہو رہی ہے دیکھئے قدرت سے تائیدِ صداقت
مائل گوہر فشانی ابرِ نیساں کیوں نہ ہو

کھلتے ہی جاتے ہیں بابِ نصرت و فتح و ظفر
لائقِ فخر و مباہات عہدِ "عثمانؔ" کیوں نہ ہو

اسدؔ

محمد صفی اللہ خاں ——— فاروقی حضرت ضیغمؔ کے بڑے فرزند ہیں شعر

اچھے کہتے ہیں،

خوبوں کی دست درازی بھی یونہیں برسوں | کہ نذرِ حبیب رہی اپنی آستیں برسوں
رقیب جور و جفا کی نہ تاب لائے گا | اٹھائیں گے تیری ظلم و ستم ہمیں برسوں

اسعد

محمد سعید الرحمن ——— محمد حبیب الولی صاحب کے فرزند اور محمد وزیر صاحب وزیر حبیب کے پوتے ہیں حیدر آباد میں پیدا ہوئے مدرسۂ نظامیہ سے مولوی عالم کامیاب کیا، طب بھی جانتے ہیں، پائیگاہ آسمان جاہی کے مقبرہ جات کے منتظم ہیں، حامد قریشی سے تلمذ شعر بھی کہتے ہیں،

داغِ فرقت سے شگفتہ غنچۂ دل ہو گیا | پھول اب یہ گیسوئے جاناں کے قابل ہو گیا
یادِ روئے یار نے کیا کیا دکھائیں گرمیاں | پھر ہجوم یاس میں دل شمع محفل ہو گیا
کون ہے عالم میں جو اسکا شناسائی نہو | اسکو سودا ہے جو اس ظالم کا سودائی نہو
کسی کے چار پھولوں کا یہ مجھ پر بوجھ کیوں آخر | اڑا دے خاکِ تربت بھی کسی دن آسماں میری

اسمٰعیل

محمد اسمٰعیل ——— قصبۂ دہارور کے باشندے اور وہاں کے قاضیوں میں سے ہیں، مدرسہ طبیہ کے سند یافتہ اور مولٰینا حکیم وحید الدین عالی کے شاگرد ہیں ۱۲۹۶ھ میں تولد ہوئے، ۱۳۱۸ف میں طبیب یونانی کی حیثیت سے ملازم ہوئے علمی قابلیت اچھی ہے۔ بعض چھوٹی چھوٹی کتابوں کے مولف بھی ہیں فارسی

اور اردو میں خوب شعر کہتے ہیں، طعام المحمود کے نام سے قواعد خورد نوش اردو میں نظم کیا ہے جس کے چند شعر نقل کئے جاتے ہیں،

حفظ صحت کا ہی لازم علم ہر خاص عام — اسلئے لکھتا ہوں میں اقوال اطبائے کرام
اشتہا صادق جو پیدا ہو تو فوراً کہائے — جمع ہو نگے ورنہ معدے میں رطوبت ہائے خام
پیٹ بھر کر خوب کہا لینا طعام اچہا نہیں — معدہ تن جائے تو ہوتا ہے قصور انہضام
اسقدر کہائیں غذا جس سے نہ ہو کوئی ضرر — سانس اور پانی کا حصہ کچھ تو ہو بعد طعام

اشتہر

سید منظر علی ——— مولانا سید امجد علی اشتہری کے فرزند اور کئی ایک کتابوں کے مصنف ہیں۔ حیدر آباد سے ایک رسالہ اولڈ بوائے جاری کیا مگر افسوس ہے کہ زیادہ دن تک رسالہ چل نہ سکا، نہایت زندہ دل اور شریف النفس بزرگ ہیں شعر بہی خوب کہتے ہیں،

رباعی

یہ صبح کا وقت اور یہ ہو لو تکی جہک — دیکہیں تو کہیں صل علیٰ آکے ملک
اس منظرِ نوش کے دیکہنے کو اشتہر — سر ننگے ابہی نکلا ہے سیاح فلک

دیگر

اخلاق کسی کے تم جو معلوم کرو — احباب کو پہلے خوب اس کے دیکہو
اچہے جو ہیں تو وہ بہی اچہا ہے ضرور — بد ہیں تو وہ بد ہے اسکی صحبت سے بچو

دیگر

تم میں ہے اگر ترقی کا دل گردہ — غفلت میں ہو کس واسطے اور افسردہ
حاصل کرو علم تم کہ حیدر کا ہے قول — عالم زندہ ہیں اور جاہل مردہ

اشک

محمد جلال الدین ـــــــ جامعہ عثمانیہ کے قدیم طالب العلم ہیں مدت تک مجلہ عثمانیہ کے اڈیٹر ۱۳۴۸ھ میں رہ چکے ہیں،

سلطان رضیہ میدانِ جنگ میں

ہاتھ میں تیر و کمان اور کمر میں تلوار
دوش پر زلفِ سیاہ گوش میں درِ شہوار
زیرِ ران اسپ سبک سیر و صر صر رفتار
تمتمائے ہوئے گرمی سے وہ دونوں رخسار

آج میدان میں رضیہ کی سپہداری ہے
کچھ انوکھی یہ زمانے سے طرحداری ہے

غنچے کھلتے ہیں صدا سے تیری
طور جلتے ہیں ندا سے تیری
گوہرِ اشک صلہ ہے تیرا
شاہ بھی ایک گدا ہے تیرا
شدتِ غم سے ہو ہر لختِ جگر
دیدۂ تر سے نکلتا باہر
دلِ مضطر میں خلش ہو جیدم
سوزِ فرقت کی تپش ہو جس دم
ہائے اسوقت ترا کیفِ وجود
دردمندوں کا ہے تنہا مقصود
تو نہ ہوتا تو جہاں تھا یہ خراب
گوہرِ اشک یہ ہوتے نایاب

اشرف

میر اشرف الدین علیخاں ـــــــ خلفِ میر فرخندہ علی خاں صاحب دوم تعلقدار بیدر شریف، آپ ۱۳۲۷ھ میں تولد ہوئے اسوقت جامعہ عثمانیہ میں تعلیم

پار ہے ہیں، نوجوان صاحب زادے اور اچھے شعر کہتے ہیں،

آنکھ ساقی نہ چرانا کسی مستانے سے
ورنہ اُٹھے گی قیامت ترے میخانے سے

لذت آزارِ محبت کی ہے راحت افزا
اور آرام ہوا درد کے بڑھ جانے سے

میرے ساقی کی ادائیں ہیں قیامت واللہ
کبھی چلو سے پلائی کبھی پیمانے سے

کچھ عجب قہر ہے آفت ہے بلا ہے ظالم
ڈر کے رہتی ہی قیامت ترے دیوانے سے

اشرف

سید محمد نصیر ——— منشی فاضل، حیدرآباد کے رہنے والے اور اچھے شاعر ہیں،

اس سوختہ نصیب کی قسمت پہ روئیے
جینا رہے جو وعدۂ صبر آزما کے بعد

اس فتنہ خو کے آگے خدا جانے کتنی بار
آنسو ٹپک پڑے ہیں مرے التجا کے بعد

جی میں ہی کچھ کہوں مگر ایسا ہی رعبِ حُسن
منہ بند ہے حکایت رنج و بلا کے بعد

اس باخبر کے جذب کا عالم نہ پوچھیئے
جو مسکرا دیا ستم ناسزا کے بعد

اشرف

علی اشرف ——— اخبار صبح دکن کے معاون مدیر ہیں، نظم ونثر دونوں خوب لکھتے ہیں، حیدرآباد کے رہنے والے اور جوان العمر شاعر ہیں،

جو جلوہ تیرے تصور کا ہم جمال نہو
وہ مجھ سے گرم تکلم رہے مجال نہو

جلائے جا کہ یہی سوز ہے متاعِ حیات
عروجِ زیست کہیں بر سرِ زوال نہو

ہنوز ہے دلِ قم آشنا رہینِ کرم
کسی کی سعی دفا سوز کو ملال نہ ہو

ہے اعتمادِ نوازشش بجا مگر ساقی مزا تو جب ہے کہ گنجائشِ سوال نہ ہو
ترا فریبِ تقرب ارے معاذاللہ یہ فکر ہے کہ مجھے زندگی محال نہ ہو

اشرف

اشرف حسین ——— شعرا چھے کہتے ہیں، کبھی کبھی آپ کا کلام گلدستوں میں نظر آتا ہے۔

زینتِ حُسن پسِ پردہ ہے پنہاں ہونا عصمتِ شمع ہے فانوس میں تاباں ہونا
پڑھ تو لے لوحِ لحد کو کہ مکیں ہیں تہِ خاک ثبت ہے خانۂ آباد کا ویراں ہونا

اصغر

اصغر یار جنگ ——— محمد اصغر بار ایٹ لا، ڈاکٹر انصاری اور حکیم نابینا کے بھائی ہیں مدت تک حیدر آباد میں بیرسٹری کرتے رہے اب ہائیکورٹ کے جج ہیں، نہایت شریف، زندہ دل، بامذاق شاعر ہیں، شعر خوب کہتے ہیں اکثر مشاعروں میں بھی شرکت کرتے اور خود بھی مخصوص مشاعرے کرتے ہیں۔ بہترین شاعر ہیں، اور اس کے ساتھ ہی ساتھ حاجیُ الحرمین بھی۔

قیامت تھا رفیقِ غم کا وہ خاموش ہو جانا پھر آ کر ہوش میں بیہوش کا بیہوش ہو جانا
گناہوں کا میری گردن پہ اصغرؔ بوجھ کیا کم ہے ستم اسپر فرشتوں کا ہے بارِ دوش ہو جانا
مجھے کیفِ جامِ الست ہے جسے چھوڑ کر نہ اتر گیا یہ نشہ نہیں ہے شراب کا کہ سرور آیا اتر گیا
دلِ زار پر یہ کرم کرو انہیں چٹکیوں میں نمک بھر و کوئی اور زخم ہیں درد ہو کہ وہ اپنا دردِ جگر گیا

جو میں کہہ رہا ہوں اسے سنو مری ایک بات یہ مان لو	چلو گھر کو بہر خدا چلو کہ سرورِ آتش تر گیا
نہ دعا یہ پیرِ مغاں کی تھی نہ یہ میگساروں کی بد دعا	یہ خدا کی مار تھی محتسب جو شراب خانہ میں مر گیا
کبھی سرخ تھا میرا پیرہن کبھی لال تھی مری آستیں	میری آنکھ سے جو لہو بہا تو وقارِ دیدۂ تر گیا
وہی شغل ہوگا رباب کا وہی مشغلہ مئے ناب کا	وہی نغمہ ہوگا رباب کا میں بہشت میں بھی اگر گیا
کبھی اشک آنکھوں سے ہیں رواں کبھی آنکھیں اپنی ہیں خونچکاں	شب و روز رونا پڑا مجھے کہ شعارِ اہلِ نظر گیا

اطہر

اعظم اللہ حسینی ——— حیدرآباد کے رہنے والے اور انعام دار ہیں، شعر بھی کہتے ہیں، کہتے ہیں

چوٹی بھی کیا غضب کی ہے زلفِ دوتا کے بعد	پیچھے پڑی ہوئی یہ بلا ہے بلا کے بعد
آرام کے لئے ہے قیامت کا سامنا	جنت نصیب ہوگی سزا و جزا کے بعد
دنیا کے مخمصوں سے تو مل جائیگی نجات	دو مرحلے ہیں اور بھی باقی قضا کے بعد
ملتے رہو گے کفِ افسوس بعد مرگ	عاشق ملے گا کوئی نہ مجھ با وفا کے بعد

اطہر

بشیر احمد ——— حیدرآباد کے متوطن اور اچھے شاعر ہیں، نظم اچھی کہتے ہیں
ایک نظم "پھول" کے چند شعر ہیں،

کیا کہوں اے پھول تو اس باغِ عالم میں ہے کیا	کس طرح تیری ہوئی ہستی کی یہ نشو و نما
ہے اسی کا غم کہ تو بھی خاک سے روئیدہ ہے	زندگی کی یہ نئی تعمیر بھی بوسیدہ ہے
گر ریاضِ دہر میں ہونا ہے تجھکو سرخرو	اے گلِ رنگیں نہ کر نا رنگ و بو کی جستجو

بے ثباتی کا سبق تو گلشنِ عالم سے لے
پا ئگل ہو کر ابھارِ چند روزہ چھوڑ دے

اطہر

سید محبوب علی ——— حیدرآباد کے مشہور خوشنویس اور کاتب ہیں، دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ سے ملازمتی تعلق ہے۔ کہنہ مشق شاعر اور حضرت ضامن کنتوری کے شاگرد ہیں، شعر خوب کہتے ہیں،

دستِ سوال ابھی نہ اٹھا تھا سوئے کریم
دامن کو آنکھ نے مُدّو مرجاں سے بھر دیا

اے ساکنانِ دیر و حرم دُور سے سلام
تم نے تو مجھ کو اور گنہ گار کر دیا

دل کے جگر کے سینہ کے بھرتے نہ تھے جو زخم
ان پہ نمک چھڑک کر ستمگر نے بھر دیا

اطہر ہمارے دل کو کسی کی نگاہ نے
خالی جو دیکھا حسرت و ارماں سے بھر دیا

اطہر

سید دلدار حسین ——— حیدرآباد کے رہنے والے اور مدرسہ دارالشفا کے مدرس ہیں، حال ہی میں ایک مناجات (۱۳۵) شعر کی شائع کی ہے۔ جس میں اسمائے الٰہی نظم کئے گئے ہیں، یہ کتاب کراؤن سائز کے (۴۸) صفحات پر نہایت حسین و جمیل شائع ہوئی ہے جس پر نواب مہدی یار جنگ بہادر ایم، اے آکسن صدر المہام سیاسیات و تعلیمات نے تقریظ بھی لکھی ہے۔

اے خالقِ بے مثال و ہمتا
اے مالکِ قادر و توانا

اللہ تو ہی تو ہی خدا ہے
ہر چیز کی تجھ سے ابتدا ہے

رحمٰن بھی تو رحیم بھی ہے اور ذات تیری قدیم بھی ہے
خالق میں تجھی کو جانتا ہوں رازق تجھے دل سے مانتا ہوں
جب دل سے ہوا میں تیرا قائل کیونکر درِ غیر پہ ہو سائل
مجھ کو تو غرض نہیں کسی سے میرا تو سوال ہے تجھی سے

انظر

منصور علی ——— اکثر مشاعروں میں شریک ہوتے ہیں، شعر بھی اچھے کہتے ہیں،

ایک عالم ہے ترے پردہ سے محوِ حیرت پھر بھی ڈھائیگا پردہ سے نمایاں ہوتا
قمریاں سرو کو بھولیں گے عنادل گُل کو دیکھیں گلشن میں اگر تیرا خراماں ہوتا

اعظم

سید یاور علی ——— ذیقعدہ سنہ ۱۳۰۱ھ میں حیدرآباد میں تولد ہوئے، سید داؤد علی شاہ رمال کے خاندان سے تھے، حیدرآباد ہی میں تعلیم و تربیت پائی اور شعر کہنے لگے، اُستاد داغ آئے تو ان سے تلمذ اختیار کیا، شاعری کے ساتھ ڈرامہ نویسی کا شوق ہوا اور ڈرامے لکھنے لگے، چنانچہ سخی لٹیرا، حور بانو، آفتابِ شرافت، لکھ کر حیدرآباد کی مون پارسی تھیٹریکل کمپنی کے ذریعہ پیش کیا جنہیں پبلک نے بہت پسند کیا،

امپیریل ناٹک کمپنی اور دوسری کمپنیوں نے بھی آپ کے سینکڑوں ڈرامے

اسٹیج کئے آپ نے بیسیوں ڈرامے لکھ کر فروخت ہی کر دئے جو دوسروں کے نام سے اسٹیج ہوئے، آپ کے نام سے حسب ذیل ڈرامے اسٹیج ہو کر بہت مقبول ہوئے۔

ایشیائی ستارہ، فتنۂ محشر، حور بانو۔ سخی لٹیرا، آفتاب شرافت، ڈاکو کی دلہن، آج کل، سوتیلی ماں، تیرِ ہوس، لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد، دکھیا دلہن، مہتابِ جہاں، قصرِ شیریں، باپ کی بد دعا، شاہی ڈاکو، تلوار کا دھنی، بچہ سقہ، دنیا میں جنت، ایمان کا سودا، سراج الدولہ، فلورنڈا، تقدیر کی تاثیر، زوالِ ہندوستان، فریبِ حسن، شکستہ دل، مظلوم محسن،

عربی فارسی اور انگریزی سے واقف تھے ڈرامہ نگاری کا اچھا ذوق تھا چھچھورے اور جگمگاتے ہوئے سین اور ڈریس کو اسٹیج پر سے نکال لینے اور تک بندی اور مقفع مکالموں کا خاتمہ کرنے کی بڑی کوشش کی مگر اچھے ڈائرکٹروں کے فقدان اور نا اہل مالکوں کی وجہ سے کمپنیوں نے آپ کا ساتھ زیادہ نہیں دیا بریں ہم آپ نے فنِ ڈرامہ کی بڑی خدمت کی، آپ حیدرآباد کے پہلے ڈرامہ نویس ہیں جن کے ڈرامے اسٹیج ہو کر کامیاب ہوئے،

اپنی فطری لا ابالیت اور رند مزاجی کی وجہ سے آپ نے اپنے ڈرامے تو ڈرامے کلام بھی فروخت کر دیا، اکثر تصانیف اور دیوان لوگوں نے خرید کر اپنے نام سے شائع کر لیا، آپ نے اپنے آخری ایامِ زندگی نہایت عسرت اور تنگدستی

سے گزارے اور اسی عالمِ افلاس میں ۱۴ رمضان ۱۳۵۱ھ کو افلاس کدۂ جہاں سے ہمیشہ کے لئے نجات پائی۔

یوں مریں اہل کمال آشفتہ حال افسوس ہے
اے کمال افسوس ہے تجھ پر کمال افسوس ہے

آپ کے ایک شاگرد سید قربان علی قربان ڈرامائسٹ نے تذکرۂ اعظم کے نام سے ۱۳۵۲ھ میں آپ کا کچھ کلام اور مختصر حالات چھپوائے ہیں، اس کتاب کے سوا کوئی اور کتاب اس ادکنی شکسپیر کی کاغذی صورت میں نظر نہیں آتی کاش قربان صاحب اعظم کے ڈرامے بھی چھپوا دیتے، کلام کا کچھ انتخاب پیش کیا کیا جاتا ہے،

ترا نام مالکِ دو جہاں تو مقام ہے ترا لامکاں
یہ سنا تھا پر جو تلاش کی نہ ملا کہیں بھی پتا نشاں

نہ نشاں ملا ہوا انجہاں لگے کہنے روکے دل و زباں
یہ مجال تیری سوا کسے کہ بھری غریب کی جھولیاں

جو کبھی غریب رہا نہ ہو وہ کسی غریب کو دیگا کیا

دسے کر لینا

ستارے نور جو لیل و نہار دیتے ہیں
درخت پھول کے جو ہم کو ہار دیتے ہیں

یہ بحر جو گہر آبدار دیتے ہیں
تو کب کسی کو وہ چیزیں ادھار دیتے ہیں

خدا کا ہے یہی قانون جو کہ جاری ہے
جو دیکے لیتا ہی کم ظرف ہی بھکاری ہے

کی جب سے ہم نے دوستی اک برہمن کے ساتھ
تب ہم سے جھک کے ملنے لگی حسنِ ظن کے ساتھ

طرزیاں کو دیکھو اپنی زباں کو دیکھو
ہیں واقعات سارے اپنی ہی داستاں کے

میرے دشمن ہیں میرے دوست میرے دوست دشمن ہیں
زمانے میں کسی کو ایسی قسمت مل نہیں سکتی

یہ زندگی بھی ہیں مردہ بدست زندہ ہیں
وہ شیخ جی جو ہیں لیٹے ہوئے میخانے میں

جو دام ہو دامِ زلف سوا اس دام کے کچھ بھی دام نہیں
دم دیتے ہیں دام میں لا کے وہ اور پاس ہمارے دام نہیں

دشمن کو دکھ دینے کا ہرگز نہ کبھی ارمان کرو
جس سے ممکن ہو سکھ پہنچاؤ ایسی پیدا شان کرو

چندن کو تو آرا کاٹے صندل اسکو خوشبو دے
دشمن کے ممنون رہو اور ظالم پر احسان کرو

روشنی شام و سحر شمس و قمر دیتے ہیں
کوہ دریا بھی ہمیں لعل و گہر دیتے ہیں

نخل بے جان ثمر اور گل تر دیتے ہیں
جو سخی داتا ہیں وہ آٹھ پہر دیتے ہیں

ختم دولت کبھی ہو جائے تو گھر دیتے ہیں
اور گھر بھی نہ رہے باقی تو سر دیتے ہیں

زمین کے پیٹ پر انسان جب کوٹھو چلاتے ہیں
جگر میں چھید کر کے مطلبی دانے بچھاتے ہیں

زمین اس ظلم کا آدم سے بدلہ کیسے لیتی ہے
وہ اتنے ظلم سہہ کر زندگی بھر رزق دیتی ہے

غرض یہ زندگی بھر نیکیاں کرتی ہی جاتی ہے
اگر مرتے ہیں تو آغوشِ راحت میں سلاتی ہے

نہیں آدم کے ہی اعظم چراغ انجمن اچھے
زمین بیجان ہے انسان سے اسکے چلن اچھے

درد سر کی مجھے بیماری ہے پیدائش سے
نام اس شوخ کا چندن ہے خدا خیر کرے

تمہارے واسطے ہے سہل مجھ کو جان دے دینا
مگر مشکل ہے تم کو آگ لگا کر مان دے دینا

ساتھ موٹر کے چلا آتا ہے بجلی بن کر
میں تو کہتا آپ کا بلڈاگ بھی شیدائی ہے

یہاں ہو کے رخصت ابتو ہر بیکان جاتا ہے
کہ آدم کیک لیکسٹ کی ہی کلچہ نان جاتا ہے

ایمان مرا ڈاڑھی منڈانے سے گیا　　سنت اور لونڈر کے لگانے سے گیا
اسلام اسی پر ہے جو زاہد موقوف　　تسلیم، میں یوں نجات پانے سے گیا

اعظم

خواجہ اعظم علیخاں ــــــ جہانگیر علی خاں آنف کے برادر زادے اور شاگرد ہیں، غزل اچھی کہتے ہیں،

تمہارے دل سے آخر مٹ گیا نقشہ عداوت کا　　کھو دیکھا تماشہ تم نے میرے جذبِ الفت کا
ہوا حاصل تو یہ حاصل ہوا تیری محبت میں　　ہوا ناسور بڑھتے بڑھتے دلمیں زخمِ حسرت کا

اعجاز

اعجاز حسین ــــــ مہاراجہ بہادر کے مشاعرہ میں عموماً غزل پڑھتے ہیں، اچھے شاعر ہیں،

جسے لذت ملی دردِ نہاں کی　　اسے حاجت نہیں آہ و فغاں کی
نگہ پڑتی ہے برق و آسماں کی　　الٰہی خیر کرنا آشیاں کی
ہمارا ہر قدم ہو ایک منزل　　مدد کرنا توانی ناتواں کی
نہیں ہے آزمائش صرف میری　　غضب میں جان ہے ساری جہاں کی

اعجاز

محمد یعقوب خاں ــــــ بیدر کے متوطن ہیں، ابتداً کسی مدرسہ میں مدرس تھے ۱۳۰۶ف میں امتحان وکالت درجہ اول کامیاب کر کے وکالت شروع کی

اور اب بیدر کے ایک کامیاب وکیل ہیں، وسیع المعلومات اور قابل بزرگ ہیں، گلدستۂ نعت اور اقوال حکماء کے نام سے دو کتابیں طبع ہو چکی ہیں، شعر اچھے کہتے ہیں،

ادھر دل ہو گیا بیتاب لب پر جان ادھر آئی ۔۔۔ تری فرقت میں یہ نوبت مری اے سیمبر آئی
حرم سے دیر کو آیا تو کیا بیجا ہوا زاہد ۔۔۔ طبیعت ہی طبیعت ہے جدھر آئی ادھر آئی
وصال یار کی آخر ہوئی شب تو کہا دل نے ۔۔۔ مصیبت کی گھڑی آئی قیامت کی سحر آئی

دکھا بہار چمن کا ذرا سماں صیاد ۔۔۔ دل حزیں ہو مرا کچھ تو شادماں صیاد
سناؤں کیا کہ نہیں طاقت بیاں صیاد ۔۔۔ بہت ہے درد بھری میری داستاں صیاد
جو کیفیت تھی بہار چمن کی پیش نظر ۔۔۔ وہ بات کنج قفس میں ہے اب کہاں صیاد

افضل

افضل الدین ــــــ نظامیہ سلسلہ میں منسلک ہیں، شعر اچھے کہتے ہیں،

مقدر دست وحشت کی بہار آئی ہے تنہا میں ۔۔۔ گریباں ٹکڑے ٹکڑے کیوں نہ دامن دھجیاں کر لوں
سناؤنگا کسی دن داستان درد الفت بھی ۔۔۔ ذرا میں اپنی نالوں کو تو پابند زباں کر لوں
یہ ظاہر ہے وہ مجھ سے زندگی میں مل نہیں سکتے ۔۔۔ نہ کیونکر منقطع پھر رشتۂ عمر رواں کر لوں
گھڑی بھر کو الٰہی دور رعب حسن ہو جائے ۔۔۔ زباں کھل جائے تو کچھ اپنے حال دل بیاں کر لوں

افسر

میر حشمت علی ــــــ نادر رقم، نہایت اچھے خوشنویس ہیں، معتمدی صرفخاص مبارک

سے ملازمتی تعلق ہے۔ اب شاید مطبع رکاب سعادت کے نگراں ہیں شعر بھی خوب کہتے ہیں،

ہمیں پہ تلتی رہی اسکی تیغ کیں برسوں
ہمیں پہ اس نے چڑھائی ہی آستیں برسوں
ہے پیاری شکل بھی طفلی بھی بھولی باتیں بھی
رہے الٰہی اسی حسن میں یہ حسیں برسوں

افسر

شیخ محمد ——— اکثر مشاعروں میں غزل پڑھتے ہیں، شعر اچھے کہتے ہیں،

کیا قہر ہے جو اس نے کیا راز داں مجھے
گویا زباں دے کے رکھا بے زباں مجھے
یہ کچھ تخلیہ جو رہا بزم غیر میں
کیا کیا نہیں ہوا ہے ستمگر گماں مجھے
ناقابلِ جواب سمجھتا ہوں غیر کو
سمجھا ہوا ہے ایک جہان بے زباں مجھے

اقدس

محمد عباس ——— محکمۂ طبابت سرکار عالی میں ملازم تھے شعر اچھے کہتے تھے اور وقت واحد میں کئی ایک شعراء سے مشورہ کرتے تھے، چھ، سات سال ہوئے کہ عین شباب میں انتقال کیا، ایک مجموعہ کلام کا شائع ہو چکا ہے،

عشق کہتا ہے کہ جذبات کا طوفاں کہیے
حسن کہتا ہے کہ غارت گرِ ایماں کہیے
دلکو اُجڑی ہوئی بستی کا تماشا یہ کہیے
خاک اُڑتی ہے تو تصویرِ بیاباں کہیے
جلوہ ہائے رخِ رنگیں کا تماشائی ہے
ناز پروردۂ آغوشِ حسیناں کہیے
غم کے جذبات کو بیٹھے ہوئے اکساتا ہے
یہ وہ فتنہ ہے اسے فتنۂ دوراں کہیے

پچھلی راتوں کو جو رونے کی صدا آتی ہے — دلکو ماتم کدۂ سوگ نشیناں کہیے

بڑھی جاتی ہیں پھر گستاخیاں شوقِ فراواں کی — دلِ بیتاب سے چھیڑیں چلینگی حسنِ جاناں کی

دلِ بیتاب کی ہر ہر تڑپ پر دم نکلتا ہے — رگوں میں کوند جاتی ہے جو بجلی دردِ پنہاں کی

اقبال

ملک عبدالوحید خان ــــــ نظام کالج کے قدیم طالب علم اور آجکل فوج باقاعدہ میں لفٹننٹ ہیں، جوان عمر شاعر ہیں نظم خوب کہتے ہیں،

"حسن"

حسن سے ہوتا ہے دلمیں ایک ہی محشر بپا — کوئی دنیا میں تو ملتی ہی نہیں اسکی دوا

حسن ہی ہے جو دلِ پُر درد کی تسکین ہے — عشق کیا ہے؟ حسن کی چھوٹی سی اک تلقین ہے

حسن کیا ہے؟ یہ یدِ قدرت کا اک اعجاز ہے — اور حسینوں کی ادا قدرت کی اک آواز ہے

اس ادا میں کچھ کسی کو اور ہی منظور ہے — یہ وہ جلوہ ہے جو کوہِ طور میں مستور ہے

اکبر

سید اکبر علی ــــــ ۱۳۰۶ھ میں اورنگ آباد میں تولد ہوئے چھٹپن ہی میں اپنے والد کے ہمراہ حیدرآباد آگئے اور یہیں تعلیم و تربیت پائی، مدرسۂ دار العلوم سے مولوی فاضل کامیاب کیا اور پھر صدر محاسبی میں ملازم ہو گئے طبیعت صحافت کی طرف مائل تھی اس لئے ابتداءً رسالہ صحیفہ ماہوار جسے حضرت کیفی نکالتے تھے آپ نے لے لیا اور مدت تک اسے ماہوار ہی نکالتے رہے،

حضور بندگانِ عالی کی تخت نشینی کے بعد ماہوار صحیفہ کو روزانہ کر دیا جو اب تک کامیابی کے ساتھ جاری ہے، آپ عربی فارسی کے زبردست عالم ہیں انگریزی بھی بقدر ضرورت جانتے ہیں اُردو بڑی اچھی لکھتے ہیں، ادبی مذاق بڑا اچھا ہے طالب العلمی ہی کے زمانے میں ایک عربی ناول "انسان الغاب" کا ترجمہ "جنگلی انسان" کے نام سے کیا تھا جو بہت مقبول ہوا، حیدر آباد کی سب سے پہلی ڈائرکٹری آپ ہی نے شائع کی اور حضور بندگان عالی کا پہلا سفر نامہ بھی آپ ہی نے مصور فوٹو آفسٹ سسٹم پر شائع کیا، نہایت با مذاق، پختہ مغز، پابند وضع بزرگ ہیں، شعر گوئی حال ہی میں شروع کی ہے نعت بڑی اچھی کہتے ہیں ایک بے نظیر قصیدہ نعت میں کہا ہے جو افسوس ہے کہ اس وقت ہمیں مل نہ سکا مولوی سید مبارک صاحب بی، اے کے ناظم معلومات عامہ ہونے پر آپ نے جو مبارک باد کہی ہے اس کے چند شعر نقل کیئے جاتے ہیں،

جلسۂ تبریک کی شرکت کی دعوت آئی ہے
کیا عجب میری دعا کی استجابت آئی ہے

یہ مبارک کام تھا جب تو مبارک کو ملا
کیوں نہ سمجھوں اسم با موسوم خدمت آئی ہے

ہو مبارک آپ کو یہ صیغۂ معلومات کا
آپ کے سر اس سر رشتہ کی نظامت آئی ہے

میں سمجھتا ہوں اسی دن سے ہوا اس کو زوال
جب سے مجھ نا اہل کے گھر میں صحافت آئی ہے

انکی تدبیروں سے معلومات کے جاگیں نصیب
نسل سید میں ازل ہی سے سیادت آئی ہے

دور میں سید مبارک کے صحافت ہو وسیع
دور ہو جو کچھ مطابع پر مصیبت آئی ہے

اکبر اب طولِ سخن کے بدلے مجھ دیدیجئے دعا
آپ کے حصے میں فکرِ ملک ملت آئی ہے

اکبر وفاقانی

سید محمد اکبر ـــــ وفاقانی، حیدرآباد کے رہنے والے ہیں، جامعہ عثمانیہ سے بی، اے کیا ہے۔ ۱۳۴۳ ف میں مجلہ عثمانیہ کے مدیر تھے، حسن کار کے نام سے ایک رسالہ مدت سے نکال رہے ہیں، نظم اچھی کہتے ہیں،

تاج محل کو دُور سے دیکھ کر

اک خواب کی دُنیا میں کھڑا دیکھ رہا ہوں
میں دہر میں تعبیرِ فنا دیکھ رہا ہوں

وہ گنبد و محراب وہ مینار نگینہ
جوں محوِ تبسم کوئی خوابیدہ حسینہ

یوں دُور درختوں میں جو جلوہ نظر آیا
بادل سے کوئی چاند نکلتا نظر آیا

ہر شے متناسب کوئی گوہر کی لڑی ہے
اک حور ہے جو مرمری جالی میں کھڑی ہے

ہر قبہ چمکتا ہوا ہیرے کی کنی ہے
یہ ہند کا احرام زلیخا بدنی ہے

دوشیزۂ اقبال سلاطین کہیں اسکو
تیمور کی اولاد کی تمکین کہیں اس کو

گنبد ہے کہ یہ تختِ دلِ شاہجہاں ہے
جو اپنی تمنا کے لئے خود نگراں ہے

"حسُن کی دیوی"

(وینس آف میلاس (حسن کی دیوی) کا مجسمہ دیکھکر)

نفیس ملبوس مرمریں میں کھڑی ہوئی اک حسین شئے ہے
دلوں کے حق میں سکون مجسم نظر کے حق میں لطیف شئے ہے

یہ حُسن کلری کی جان شاعر کے دل سے پیدا ہوئی ہے گویا
حسین خالق کی آرزو شکلِ آذری میں چھپی ہوئی ہے
شباب کا جوش کم سنی کی شرارتوں سے نکھر گیا ہے
جو زلف بل کھا کے رک گئی ہے تو محرم ناز اُبھر گیا ہے

اکرم

نواب اکرم الدین خاں بہادر ——— نواب ظفر جنگ شمس الملک بہادر مرحوم کے فرزند اور نواب لطف الدولہ بہادر کے بھائی ہیں، ۱۴ ذی حجہ ۱۳۰۱ھ کو تولد ہوئے حیدرآباد ہی میں تعلیم و تربیت پائی فارسی، عربی، انگریزی تعلیم گھر پر پائی، مطالعہ بہت اچھا ہے، شاعری سے بڑی دل چسپی اور ادب سے بہت شغف ہے، شعر خوب کہتے ہیں، مدت تک نواب لطف الدولہ بہادر کے ساتھ اپنی پائیگاہ کا کام کرتے رہے انتظامی اور ریاستی امور پر خاصا عبور ہے، بڑے نیکدل، خلیق، اور قابل امیر ہیں،

ہم دیکھیں گے ترا حسن عقیدت اے دل — لے تیرے سامنے مصحف بھی ہے رخسار بھی ہے
لوٹتے ہیں ترے میخوار برنگِ بسمل — نگہِ مست بھی ساقی تیری تلوار بھی ہے

بقدر ظرف مئے دیتا ہے ہم کو — بری نیت نہیں پیرِ مغاں کی
لب خاموش میرے کم نہیں ہیں — نہیں طاقت نہ ہو آہ و فغاں کی
تیری صورت ہے پہچانی ہوئی سی — مگر ہو گی شناسائی کہاں کی

بحرِ حسن و عشق یکتائی کے دعویدار ہیں — ہیں نہیں ہے ایک کی تو ایک کا ساحل نہیں
انکی نزدیکی قیامت انکی دوری ہے بلا — وصل کے لائق نہیں ہیں ہجر کے قابل نہیں

دونوں کے طول میں نہیں اک بال بھر کا فرق — زلفِ سیہ جواب شبِ انتظار ہے
اک دل کو میرے پیچ میں کیا اس نے لے لیا — کونین پر حکومتِ گیسوئے یار ہے

اکبر

محمد اکبر قادری ——— قصبہ بھکنور تعلقہ کاماریڈی ضلع نظام آباد کے رہنے والے ہیں، سنہ ۱۳۰۳ھ میں پیدا ہوئے کم سنی ہی میں اپنے والد غلام محی الدین صاحب کے ہمراہ حیدرآباد آئے۔ یہیں تعلیم و تربیت پائی، گھڑی سازی کی دوکان کرتے ہیں طبیعت اچھی پائی ہے میر غضنفر علیشاہ قادری بیتاب (شاگرد شائق) سے تلمذ ہے شعر خوب کہتے ہیں۔

غیر آئے تو آئے نظر کس طرح — خود نظر میری مدِ نظر ہو گئی
عکس آئینہ آئینہ گر بن گیا — شکل خالق ہی شکلِ بشر ہو گئی
دعوئ دیدِ موسیٰ غلط ہو گیا — جب ذرا سی جھلک طور پر ہو گئی
ذاتِ وحدت ہی خود شانِ کثرت بنی — تخم ہی سے نمودِ شجر ہو گئی

الم

میر مہدی حسین ——— رضوی، الم اور علم تخلص کرتے ہیں، میر جعفر علی صاحب کے بیٹے ہیں، آپ کے نانا میر محمد حسین خان میر جملہ کے بھتیجے تھے، ۱۲۸۳ھ میں

پیدا ہوئے، ۱۳۰۵ھ میں استاد داغ کے شاگرد ہوئے، ڈاکٹر ہیں اور سیول سرجن رہ کر وظیفہ لے چکے ہیں، صاحب دیوان شاعر ہیں، گلبن تاریخ وغیرہ کئی ایک تصانیف چھپ چکی ہیں،

اللہ اللہ یہ کسی کی موت ہی کیا موت ہے ۔۔۔ لے گئیں حوریں جنازہ عاشق ناشاد کا
دیکھا نہیں ہے تم کو گزری ہے اک مدت ۔۔۔ دیدار کو تمہارے آنکھیں ترس رہی ہیں
جب دیکھئے بلند سوئے آسماں ہیں ہاتھ ۔۔۔ زاہد قبول بھی ہوئی تیری دعا کبھی؟
عشق دلمیں ہے وفا دلمیں ہے چاہت دلمیں ۔۔۔ اور ان سب سے ہی بڑھ کر تری حسرت دلمیں
ہو بُرا کثرت ارمان وفا کا یا رب ۔۔۔ کیا مچپار کھی ہے مدت سے قیامت دلمیں

امید

ابوالحسنات میر شاہ علیخاں ــــــ آپ نواب صاحب کرنول کے نواسے ہیں، شعر خوب کہتے ہیں، پہلے نظامیہ سلسلہ میں منسلک تھے اب اپنے نام کے ساتھ قادری لکھتے ہیں، محترم شاہ لقب اختیار کیا ہے،

گو دل رہے رہے نہ رہے اس کا غم نہیں ۔۔۔ تیغ ادا کی نذر کو اک نقد جاں رہے
قاصد سنا دے حال مرا انکو صاف صاف ۔۔۔ کیا فائدہ جو الجھی ہوئی داستاں رہے

امین

امین علیشاہ ــــــ چشتی، شاگرد وطن شعر اچھے کہتے ہیں،

عشق احمد میں مجھے غم نہیں رسوائی کا ۔۔۔ لطف آتا ہے عجب درد و شکیبائی کا

اک نظر او شبِ معراج کے جانیوالے   یہ بھی ارمان ہے آخر ترے شیدائی کا

امجدؔ

احمد حسین ـــــ ۱۳۰۳ھ میں حیدرآباد ہی میں تولد ہوئے، مدرسۂ نظامیہ میں تعلیم اور تربیت پائی، پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کامیاب کیا، اور مدرس ہو گئے، مدرسی پسند نہ آئی تو دفتر صدر محاسبی سرکار عالی میں منتقل ہو گئے اور اب منتظم ہیں، یوں تو آپ کم سنی ہی سے شعر کہتے تھے مگر ۱۳۲۶ھ کی طغیانی نے آپ کو آپ کے سارے خاندان کے ساتھ غرقِ آب کر کے آپکی طبیعت میں واقعی طغیانی پیدا کر دی اور آپ نے عجیب رقت آمیز شاعری شروع کی اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے ہیں، فارسی ترکی کو بتاتے تھے اور اردو حبیب کنتوری کو، یوں تو غزل، نظم، قصیدہ وغیرہ سب ہی کچھ کہتے ہیں مگر آپ نے رباعی کو "اپنا لیا" ہے اور آج ہندوستان میں "واحد رباعی گو شاعر ہیں"، نذر امجد، جمالِ امجد، حج امجد، وغیرہ آپ کی نثر کے مرقع شائع ہو چکے ہیں، حال ہی میں گلستانِ امجد کے نام سے گلستان سعدیؒ کے تاثرات کو لفظی نہیں بلکہ تخیلی اور مفہومی حیثیت سے اردو میں منتقل کیا ہے جو آپ کی نثر اور نظم دونوں کی قدرت کا یکساں مظہر ہے، ریاض امجد، خرقۂ امجد وغیرہ ناموں سے آپ کی رباعیات کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں، مولوی نصیرالدین ہاشمی نے آپ کی شاعری پر ایک مستقل کتاب شائع کی ہے، اور آپ کے مکتوبات

بھی شائع کئے ہیں،

تاریکئ دہر میں اُجالا نہ ملا
اس دَور میں کوئی ہم پیالا نہ ملا
ہم عید میں کس سے عید ملتے امجد
جب وہ اپنا ہی ملنے والا نہ ملا

چھایا ہوا اک عالم بے ہوشی ہے
کونین کی فکروں سے فراموشی ہے
آنکھیں لذت میں ڈوب کر بند ہوئیں
یہ نیند ہے یا تیری ہم آغوشی ہے

اس ابر کی تہ میں برق خنداں بھی ہے
یہ گوشۂ تنگ محشرستاں بھی ہے
بجلی سی بھری ہوئی ہے اسکے اندر
یہ تن کا پہاڑ آتش افشاں بھی ہے

گیسو لہرا کے ناگ ہوجاتا ہے
نوحہ آخر کو راگ ہوجاتا ہے
ہر چند دیا سلائی اک تنکا ہے
صرف اک رگڑ سے آگ ہوجاتا ہے

کام کیا حسب مدعا نہ ہوا
اسکے فضل وکرم سے کیا نہ ہوا
ہم تو اک بار اس کے ہوجائیں
وہ ہمارا ہوا ہوا نہ ہوا
کیا ملا وحدت وجودی سے
بندہ بندہ رہا خدا نہ ہوا
بندگی میں یہ کبریائی ہے
خیر گذری کہ میں خدا نہ ہوا

برسوں کے بچھڑے ملگئے داغ دونوں کے دھل گئے
لپٹی ہے انکی خاک پا میرے سر نیاز سے
دلکی شکستگی نے آج جوڑ دیا کسی کے ساتھ
دیکھ لیا رخ حسین اس در نیم باز سے

امیر

حسن علیخاں ـــــــ حیدرآباد کے قدیم شرفا سے تھے ١٢٧٠ھ میں



احمد حسين - امجد

پیدا ہوئے حیدر آباد ہی میں تعلیم و تربیت پائی، استاد داغ کے مخلص دوستوں اور رشید شاگردوں میں سے تھے، صفر ۱۳۵۴ھ میں انتقال کیا، صاحب دیوان تھے اور بڑے اچھے شعر کہتے تھے،

ہمیشہ ہم ٹھہر سکتے نہیں ہیں دیر و کعبہ میں
وہیں جانا پڑیگا ہم کو رہتے تھے جہاں پہلے

رندوں کی پھر کشاکش رندانہ دیکھئے
بند ایک دن اگر در میخانہ رہ گیا

جنگل ہو کوئے یار ہو یا ہو کوئی مقام
دل لگ گیا جہاں وہیں دیوانہ رہ گیا

رُخ پہ چلمن نقاب کی دیکھو
ان کو سوجھی حجاب کی دیکھو

جوشِ مستی میں محتسب سے ہم
پوچھتے ہیں کدھر ہے میخانہ

دن گزرتا ہے بیقراری میں
رات کو کب قرار آتا ہے

کعبہ کی جو عظمت ہے مرے دل کی وہی ہے
اُس گھر کا مکیں اور ہے اِس گھر کا مکیں اور

اٹھو امیر بت نے دیا ہے کہیں جواب
کیا بیٹھے باتیں کرتے ہو پتھر کے سامنے

امیر

محمد امیر ــــــ اورنگ آباد کے مضافات کے رہنے والے ہیں اور اورنگ آباد میں تعلیم و تربیت پائی جامعہ عثمانیہ سے بی، اے، اور علیگڈھ یونیورسٹی سے بی، ٹی کامیاب کیا، آجکل ہیڈ ماسٹر ہیں اپنی نظموں کا ایک مجموعہ "من کی بانسری" کے نام سے شائع کر چکے ہیں، پروفیسر وحید الدین سلیم کی حیات انشاء پردازی اور شاعری پر ایک تفصیلی تنقید کتابی صورت میں شائع کی ہے. نظم اچھی کہتے ہیں،

آپ کی ایک نظم جو براؤننگ کی نظم "ربیع بن عذرا" کا ترجمہ ہے "شعیب و شباب" کے نام سے بہت مشہور اور مقبول ہوئی، حیدرآباد کے صاحبِ ذوق اور نوجوان شعرا میں آپ کا شمار کیا جاتا ہے،

ساہرمتی جو آئی سورج نکل چکا تھا
منہ ہاتھ اپنے دھو کر کپڑے بدل چکا تھا
جوں ہی کہ ریل ٹھہری گاڑی سے نیچے اترا
دنیا میں آرزو کی پہلو میں لے کے نکلا
ناگاہ دل میں میرے اک تیر آ کے بیٹھا
تھی کچھ خبر نہ مجھکو کس نے جسگر کو تاکا
دیکھا تو ایک لڑکی پیغام جنگ دیکر
مندر کو جارہی تھی خوشرنگ پھول لیکر
دوشیزگی میں ڈوبی شرماتی جارہی تھی
معصومیت کی گنگا اٹھلاتی جارہی تھی
جنبش سے ابروؤں کی گردہ‌ل ہلارہی تھی
گردش سے پتلیوں کی فتنے جگارہی تھی
رخسار تھے شفق کے گویا لطیف ٹکڑے
لب برگہائے گل سے نازک تھے اور رسیلے
زلفوں کی وہ بناوٹ وہ مانگ پیاری پیاری
تھی کالی بدلیوں میں بجلی کی ایک دھاری
دیتا تھا اک تبسم پیغام زندگی کا
دل کو پلا رہا تھا اک جام زندگی کا

امیر

ڈاکٹر امیر احمد ———— حیدرآباد کے رہنے والے اور ڈسٹرکٹ سرجن ہیں، شگفتہ مزاج نوجوان شاعر ہیں خوب شعر کہتے ہیں،

شاد ہوں اپنی کامرانی سے
مست ہوں جام ارغوانی سے
میں پریشان ہوں جور سے تیرے
یا ستم ہائے آسمانی سے

اس محبت میں ہائے دونوں کا کام بگڑا ہے بدگمانی سے
آزمائیں گے اپنا بخت امیر آج معروضہ زبانی سے

امید

شیخ نبی —— ۱۳۰۹ھ میں قصبہ نارائن پور (ضلع گلبرگہ) میں پیدا ہوئے غلام جیلانی صاحب قادری سے اردو فارسی پڑھی بتیس سال کی عمر میں طب یونانی کی سند لی، ۱۳۲۹ھ سے میر غضنفر علی شاہ بیتاب کو کلام دکھانے لگے شعر اچھے کہتے ہیں،

وہ اسطرح سے ہے پوشیدہ میری رگ رگ میں گلوں میں رہتی ہے جس طرح گل کی بو روپوش
بجا ہے مجھکو برا اور بھلا جو کہتے ہیں بھلا بھی وصف بری بھی ہے مجھ میں خود روپوش
حرم میں دیر میں آنکھوں میں دل میں اے امید ہوا ہے اک بت ہر جائی چار سو روپوش
بلاؤں سے ہوا محفوظ طیبہ جا کے جو آیا نبی کا آستان پاک ہے دار الاماں بیشک

انوار

حقیقت نما شاہ قادری —— انوار تخلص کرتے تھے، حضرت افتخار علیشاہ کے خلیفہ تھے "کشف الاسرار" کے نام سے ۱۳۴۵ھ میں آپ کا دیوان چھپا ہے۔ پرانی وضع کے بزرگ تھے، چونکہ حضرت وطن کے خلیفہ تھے اس لئے شاعری بھی انہیں کے رنگ کی ہے،

خدائی کو جان دفتر آسا ہے اسکا انسان گوشوارہ یہی ملک سے لیا ہے سجدہ اسی کا رتبہ ہے سب میں بالا

اسی کو ہے علم معرفت کا یہی تو ہے راز داں حق کا | اسی کو پہچان غور سے تو اسی کو دم کا ہے سب نظارہ
خوبیٔ بخت اسے کہتے ہیں بلا منت غیر | مجھ کو حاصل ہے جمالِ رخِ انور ہر روز
دیر میں کون ہے کعبہ میں گزر کس کا ہے | برہمن یہ شیخ یہ دونوں میں اثر کس کا ہے

ایجاد

غلام محمد خاں —— حضور بندگانِ عالی کی پیشی مبارک کے عرائض خواں ہیں، شعر بھی اچھے کہتے ہیں،

امید کیا ہو مہر کی اس سے جفا کے بعد | آئے نہ رحم کچھ بھی جسے التجا کے بعد
قیدِ حیات گر نہ رہے گی قضا کے بعد | پائیں گے بندِ غم سے خلاصی قضا کے بعد
آئیں گے تعزیت کو ہماری وہ بعد مرگ | ماریں گے آشنائی کا دم آشنا کے بعد
آہ رسا مری سرِ گردوں پہ ہو گئی | برسے گی کیوں نہ بارشِ رحمت خدا کے بعد

اوجھڑ

باقر حسین —— پرانی وضع کے دکنی بزرگ اور بہت تیکھے مزاج کے سپاہی منش شاعر تھے، شعر بھی اسی انداز سے پڑھتے تھے، نو دس سال ہوئے کہ نظر نہیں آ رہے ہیں معلوم نہیں زندہ ہیں یا مر گئے،

مرادِ لب پر گیا گنگا نہانے | الٰہی تو بچا اس کو نگر سے
نشہ میں یوں ہوا مبہوت زاہد | وضو کرنے لگا آبِ شجر سے

ہمیں افسوس ہے کہ محمد معظم خان صاحب اختر اور حکیم قاسم علی بیگ صاحب اخگر کا کلام ردیف الف کی کتابت ختم ہونے کے بعد دستیاب ہوا جس کی وجہ سے آخر میں شریک کیا جا رہا ہے،

اختر

محمد معظم خاں ——— اکثر مشاعروں کے گلدستوں میں آپکا کلام نظر آتا ہے،

سنبھل اے دل نہ کہیں بندۂ جاناں ہونا — اسکے قبضہ میں کہیں جا کے نہ حیراں ہونا
مددلئے جذبۂ عشق اب دم آخر ہے مرا — چاہتا ہوں قدم یار پہ قرباں ہونا

اخگر

حکیم قاسم علی بیگ ——— حیدرآباد کے رہنے والے یونانی طبیب ہیں، شعر خوب کہتے ہیں،

زبان ناز سے ممکن نہیں کہ ہاں نکلے — کہ جس کے لب پہ رہی ہی نہیں نہیں یہ سول
جنوں کے جوش میں حالت نہ پوچھ مجنوں کی — نہیں چاک ہی داماں تو آستیں پہ سول



نہایت خلیق، آشنا پرست، علم دوست اور جدت پسند شاعر ہیں، آپ کا کتب خانہ بہترین قلمیات اور مطبوعات سے پُر ہے، اس تذکرہ کیلئے بھی آپ نے اپنے کتب خانہ سے بڑی امداد دی ہے راقم کے کرمفرما اور مخلص ہیں،

شب وصال کی وہ شوخیاں خدا کی پناہ خمارِ عیش کی انگڑائیاں خدا کی پناہ
شبِ فراق میں کاٹی پہاڑ سی راتیں کسی کے ہجر کی وہ سختیاں خدا کی پناہ

کعبہ جسے سمجھے تھے اسکی یہ حقیقت ہے دل کثرتِ عصیاں سے کالا نظر آتا ہے

فرشتوں کا استاد حیراں تھا یہ مٹی کا انساں کیا چیز ہے
محبت میں چھوٹا بڑا ایک ہے یہاں شوکتِ شان کیا چیز ہے

ایسی دو دن کی بہار دل نے خزاں اچھی ہے ہم اجڑتے ہوئے دیکھے ہیں گلستاں کتنے

ترے نام لیوا کہیں مٹ نہ جائیں نگاہِ کرم تاجدارِ مدینہ
خدا نے مجھے خوب دولت عطا کی محبت کا سینہ میں ہے اک دفینہ

میرے آتے ہی یہ کہکر وہ محفل سے ہوئے رخصت ابھی تھا ذکر جسکا لو وہی خانہ خراب آیا
محبت کو غلط ٹھہرایا چاہت کو کہا دھوکا ہمارے خط کی اک اک لفظ کا الٹا جواب آیا

سب کچھ ہے مگر کچھ بھی نہیں ہے جہاں میں اک خواب ہے حقیقتِ دُنیا کہیں جسے

تم گئے، صبر گیا، چین گیا، نیند گئی ایک دل سے میری بیتابی فرقت نہ گئی

فروغ

محمد عبدالحی —— حافظ محمد حسین فروغ سرگروہ قوالی بلدہ کے فرزند تھے

حافظ میرزا منیر الدین ضیا گورگانی دہلوی سے تلمذ تھا، حیدرآباد ہی میں تعلیم و تربیت پائی اچھے تعلیم یافتہ اور صاحبِ ذوق بزرگ تھے محکمۂ مالگزاری میں ملازم رہ کر وظیفہ لیا اور پندرہ ایک سال ہوئے کہ انتقال کیا، بڑے اچھے شاعر اور حیدرآباد کی آج سے بیس سال پہلے کی صحبتوں کی روحِ رواں تھے،

کسی استاد نے یہ بات کیا اچھی بتائی ہے
بھلائی میں برائی ہے برائی میں بھلائی ہے
دہیں صدہا محاسن ہیں جہاں بیحد برائی ہے
دہیں لاکھوں معائب ہیں جہاں کچھ پارسائی ہے
بری صورت ردی حالت پہ کوئی ہے نکو سیرت
تو کوئی منہ کا بھائی پیٹھ پیچھے کا قصائی ہے
مراسم سارے مطلب کے روابط سارے مطلب کے
غرض کا ملنا جلنا ہے غرض کی آشنائی ہے
زمانے کا نہ دیں گر ساتھ تو دشوار ہے جینا
روابط اہلِ دنیا سے نہ رکھیں تو برائی ہے

باتع

کاظم علی ــــــ کاسگنج ضلع ایٹہ صوبہ متحدہ کے رہنے والے ہیں ۱۸۶۷ء میں علیگڈھ میں پیدا ہوئے گوالیار، رامپور وغیرہ میں ملازمت کی اور پھر حیدرآباد آکر گتہ داری (ٹھیکہ) کرنے لگے، استاد داغ کے شاگرد ہیں، شعر خوب کہتے ہیں، ایک زمانے میں مشاعرے بھی کرتے تھے،

جو عذاب ہے وہ عذاب ہے اسی انحطاط کا نام ہے
وہ شباب تھا، وہ شباب تھا جو بہار بن کے گزر گیا
کہیں طور کی تھی تجلیاں، کہیں حسنِ حور کی بجلیاں
شبِ غم تصورِ یار میں کہاں کہاں نہ گزر گیا
ترے ناز میں جو نیاز ہے وہ نیاز حسن کا راز ہے
یہ نگاہِ شرم سے جب جھکی تو ترا رنگ اور نکھر گیا

وہ چلی ہوائے مخالفت کہ ملے جلے بھی بچھڑ گئے
گلِ مدعا کا ورق ورق جو بندھا ہوا تھا بکھر گیا

نہیں مجھ سے تجھ سے مناسبت میں زوال ہوں تو عروج ہے
میں وہ حال ہوں جو بگڑ چکا تو وہ حسن ہے جو سنور گیا

کبھی یاس آ کے مٹا گئی تو امید آ کے جلا گئی
تری عمر باقیؔ یونہی کٹی کبھی جی اٹھا کبھی مر گیا

باقیؔ

عبدالقیوم خاں —— نواب احمد نواز جنگ بہادر فانیؔ کے فرزند اور جامعہ عثمانیہ کے ایم، اے اور ریسرچ اسکالر ہیں، ۱۹۳۹ء میں مجلہ عثمانیہ کے مدیر حصۂ انگریزی بھی رہ چکے ہیں، شعر خوب کہتے ہیں، ایک نظم نقل کی جاتی ہے۔

افسانۂ آدم

ہے چمن میں شورِ مستانہ مرا
ہر گل و غنچہ ہے افسانہ مرا

جانفزا نغموں کو سن کر عندلیب
جا نکلتی پھرتی ہے کاشانہ مرا

قطرۂ مے بن گیا دریائے مے
بھر نہیں سکتا تھا پیمانہ مرا

اٹھے ای موسیٰ کہ بس اب کچھ نہیں
جلوہ تھا اک بے حجابانہ مرا

سیکھتے ہیں نونہالانِ چمن
عشوہ و انداز ترکانہ مرا

موت ہے اس پُر سکوں مستی مری
حشر ہے اک شورِ رندانہ مرا

مجھ میں پنہاں ہیں زمین و آسماں
میرے اندر ہے پری خانہ مرا

خاک سے نیچا ہے میرا آستاں
عرش سے اونچا ہے کاشانہ مرا

مقابل میں مانگے ہے ترسا ہوا دل
بتوں کے نظارے نگاروں کے جلوے

اسیر قفس کو وہ رنگینیاں دے
نظر میں یہ پھریں سبزہ زاروں کے جلوے

شرارِ محبت حقیقت نما ہو
تماشائے سینہ ہو پیاروں کے جلوے

فراقِ وطن نے جو دو مارے ہوئے ہیں
رولائیں جنہیں کوہساروں کے جلوے

خدایوں کرے بادرِ پھر ہوں میسر
وہ جنگل کے سبز آبشاروں کے جلوے

غزل کا نمونہ یہ ہے،

غم جو چھا جاتا ہے دلپر تو برس جاتا ہوں
اے فلک تو نے سکھایا مجھے نیساں ہونا

کوچۂ یار میں آ دیکھنا منظور ہے گر
خاک کے فرش کا اورنگ سلیماں ہونا

ذرے ذرے میں نظر آتے ہیں تیرے جلوے
چمنِ دہر کی قسمت تھی پرستاں ہونا

بادر

بادر الاسلام ـــــــ حافظ عبدالحیٔ صاحب مرحوم کے فرزند اور مولینا کرامت علی صاحب دہلوی کے خاندان سے ہیں علم و فضل خاندانی میراث ہے، قانون سے دلچسپی ہے اسی لئے مدت سے وکالت کرتے ہیں، طبیعت اچھی پائی ہے شعر بھی خوب کہتے ہیں، متوسط العمر شاعر ہیں، حیدرآباد میں قیام ہے،

کچھ بھی ہو صورتاً فقیر تو ہے
گو عبارت نہیں لکیر تو ہے

کوئی دلکا خواہاں کوئی جان کا طالب
زمانے میں ہیں مہرباں کیسے کیسے

طبیبو اٹھو بس شفا ہو چکی
دوا کر چکے بس دوا ہو چکی

باقر

میر باقر علی ——— ایم، اے، حیدرآباد کے رہنے والے اور محکمہ کروڑ گیری میں ملازم ہیں، اچھے شعر کہتے ہیں،

قتل کرتے ہیں مجھے ناز و ادا سے پہلے ۔۔۔ زہر کا کام وہ لیتے ہیں قضا سے پہلے
آپ کہتے تو ہیں عاشق کو نہیں تابِ جفا ۔۔۔ پوچھ لینا تھا مگر اہلِ وفا سے پہلے

بانی

سید محمد حسین ——— مجلس بلدیہ حیدرآباد سے ملازمت کا تعلق ہے شعر بھی خوب کہتے ہیں،

ماہ رو ملتے ہیں رک رک کے تو چلتا ہی پتہ ۔۔۔ صاف باطن نہیں رکھتے ہیں کدورت دلمیں
وہ تصور میں مرے آٹھ پہر رہتے ہیں ۔۔۔ روز افزوں ہوئی جاتی ہی محبت دلمیں
سرخئی اشک یہ کہتی ہے تری فرقت میں ۔۔۔ اب جو کچھ حد سے بڑھی جاتی ہی الفت دلمیں

بدر

ابو الکلام بدر الدین ——— جامعہ عثمانیہ کے فارغ التحصیل ہیں، حیدرآباد کی علمی، ادبی جد و جہد میں پیش پیش رہتے ہیں، شعر خوب کہتے ہیں، خصوصاً نظم بہت اچھی لکھتے ہیں،

آرزو

اے امید دکھلا بہاروں کے جلوے ۔۔۔ شبِ تار میں چاند تاروں کے جلوے

بدیع

سید بدیع الدین احمد ——— شعر اچھے کہتے ہیں، مشاعروں میں بھی شرکت کرتے ہیں،

لب پہ اظہارِ محبت ہے عداوت دلمیں　　شکر ہے انکی زباں پر تو شکایت دل میں
اسکا جلوہ ہے نگاہوں میں بقدرِ دیدار　　اوسکی الفت ہے باندازۂ وسعت دل میں
کبھی آباد ہوا تو کبھی ویرانہ ہوا　　کیا وہاں کیا نہ رہا تیری بدولت دل میں
چار لوگوں کی نگاہوں سے جو گر جاتا ہے　　ایسے انساں کی ہوتی نہیں عزت دل میں

برتر

نادر علی ——— غازیپور کے رہنے والے ہیں، چالیس ایک سال ہوئے کہ حیدرآباد آکر راے رایانِ بہادر اور ہز اکسیلنسی سر مہاراجہ بہادر کی ڈیوڑھیوں سے متعلق ہو گئے، حیدرآباد کچھ ایسا دامنگیر ہوا کہ یہیں رہ گئے آپ حیدرآباد کی بڑی بڑی صحبتیں دیکھ چکے ہیں، داغ اور امیر کے معرکوں کا لطف اٹھا چکے ہیں کروڑوں مشاعروں میں شرکت کی ہزاروں شاعر بنا ڈالے، اب بھی آپ کے سینکڑوں شاگرد موجود ہیں،

حضرت کیفی حضرت تجلی اور حضرت ترکی سے بہت خلوص تھا، حیدرآباد اور حضور بندگانعالی سے آپ کو بڑی عقیدت ہے۔ خدا سلامت رکھے ع

ابھی اگلے بزرگوں کے نمونے پائے جاتے ہیں

ہوئی مشقِ تصور سے جلا کچھ اور حیرت پر　　نظر پڑتی ہے آئینے میں بھی اس بت کی صورت پر

عدو بیزار و برہم بزم، وہ نادم ہوئے کیا کیا — میرے اشکوں سے پانی پھر گیا کچھ رنگِ صحبت پر
دکھادونگا اثر حسنِ ملاحت خیز کا تم کو — کھلیں گے جب لبِ زخمِ جگر شورِ قیامت پر
برا ہو بدگمانی کا غضب میں جان ہے یوں بھی — کہ وہ محبوب کیوں ہوتے ہیں دشمن کی شکایت پر

برتر

محمد احمد ـــــ یوپی کے باشندے ہیں، مدت سے حیدرآباد میں رہتے ہیں بلکہ دکن کو وطن بنا لیا ہے، ہائیکورٹ کے وکیل اور بڑے اچھے شاعر ہیں، نظم اور غزل پر یکساں قدرت ہے،

دیکھا گیا نہ وہ رخِ روشن حجاب میں — آہوں نے اُٹھ کے آگ لگا دی نقاب میں
اللہ ری انکی موجِ تبسم نقاب میں — بجلی سی ایک کوندرہی ہے سحاب میں
تصویر یار ہے میری چشم پر آب میں — دریا کو میں نے بند کیا ہے حباب میں
کیا مجھ کو بحر و بر کی سناتا ہے داستان — کونین غرق ہے میرے جامِ شراب میں

برق

سلطان محمود مرزا گورگانی ـــــ شاہانِ مغلیہ کی یادگار ہیں، آج کل حیدرآباد میں قیام ہے، شعر بھی خوب کہتے ہیں، سر مہاراجہ بہادر کے مشاعروں میں ہمیشہ شریک رہتے ہیں،

پیشکش میں کیا کروں کچھ آپ کے قابل نہیں — نذرِ دل کرتا مگر دل بھی رہا وہ دل نہیں
حضرت یوسف کو کیا نسبت ہے تجھسے گلبدن — ہمسری تیری تو کر سکتا مہ کامل نہیں

طالب امن و اماں ہیں آپ سے شاہِ دکن | پوتا عالمگیر کا ہے غیر سے سائل نہیں
برق جب چاہیں گے وہ تجہیر کرم فرمائیں گے | عقدۂ لاحل کا حل بھی شاد کو مشکل نہیں

بزم

نواب عباس حسین خاں ــــــ حیدرآباد کے قدیم جاگیرداروں میں سے اور کسی ضلع کے ناظم عدالت (مجسٹریٹ) ہیں، شعر خوب کہتے ہیں،

شرمندہ وہ ہوئے ستمِ ناروا کے بعد | اب کچھ وفا کی قدر ہوئی ہی جفا کے بعد
سمجھو کہ ایک مجرمِ الفت تھا مر گیا | کیوں آپ رحم کرتے ہیں میری قضا کے بعد
اچھی صورت تو حقیقت میں غضب ہوتی ہے | دیکھکر یہ دلِ شیدا نہ مچلتا کیونکر
بات بڑی کی ہے کہتے ہوئے آتا ہے حجاب | سامنے ان کے ہوا اظہارِ تمنا کیونکر

بزمی

سید غوث اللہ شاہ ــــــ قلندریہ سلسلہ کے شاعر ہیں، اندازِ سخن بھی قلندرانہ ہے،

مجھ کو کہہ دیں سرِ محشر جو پیمبر اپنا | پھر تو میدانِ قیامت ہے مقرر اپنا
حوصلہ پست ترا اور وہ شاہی دربار | عرض احوال ہو کیونکر دلِ مضطر اپنا
دل جو اٹھا ہے دکن سے تو یہی کہتا ہے | چل کے طیبہ میں لگا دیجئے بستر اپنا

بسمل

سید امین الحسن رضوی ــــــ آپ کے اجداد یوپی کے شرفا سے تھے، آپ

کی ولادت حیدرآباد ہی میں ہوئی اور یہیں تعلیم و تربیت بھی، عزیز لکھنوی کی صحبت نے شاعری کا شوق پیدا کیا اور آپ نے شعر کہنا شروع کیا ۱۳۱۸ف میں نواب سالار جنگ بہادر کے اسٹیٹ میں ناظم مقرر ہوئے اور اضلاع پر رہنا پڑا تنہائی کی وجہ سے مشقِ سخن بڑھ گئی اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ آجکل آپ عدالت خفیفہ کے ناظم دوم ہیں۔

نہایت شریف النفس اور منکسر المزاج آشنا پرست بزرگ ہیں، غزل اور سلام خوب کہتے ہیں، خاصی مشق ہے،

رسیلی آنکھ کچھ ہمسے بھری معلوم ہوتی ہے — نظر گہری ہے لیکن سرسری معلوم ہوتی ہے
فروغِ قدرتِ حق ہی تیری تصویرِ ہستی سے — اسی صورت سے تو صورت گری معلوم ہوتی ہے
تری مستانہ آنکھوں کی قسم اب تو یہ عالم ہے — کہ دخترِ رز بھی نظروں سے گری معلوم ہوتی ہے
زمانہ کچھ کہے لیکن انھیں زیبا نہیں کہنا — ذرا سی بات بھی اُنکی بُری معلوم ہوتی ہے
یہ دُنیا اور اُسکی کشمکش میں کیا کہوں بسملؔ — مجھے تو ایک جنگِ زرگری معلوم ہوتی ہے

زہے قسمت ملا ایسا ٹھکانا — فراغت ہے کہیں آنا نہ جانا
میرا تو شیوۂ دیرینہ یہ ہے — ستم ہے یار کا آنسو بہانا
بڑے دعوے تھے ترکِ عاشقی کے — دلِ ناداں ذرا آنکھیں ملانا

جھکا دیتے ہیں آنکھیں میری ہر اک شکوۂ غم پر — نئی ترکیب سے عرضِ ستم پر صاد ہوتا ہے
بڑھا دیتی ہیں غم حیرانیاں ترکِ محبت کی — خیالِ عیشِ ماضی سے اگر دل شاد ہوتا ہے

بسمل

محمد عبدالرزاق ــــــ حیدرآباد کے رہنے والے ہیں، دارالعلوم کے طالب علم رہ چکے ہیں، ادبی ذوق بڑا اچھا ہے "صنفِ نازک" اور "تذکرۂ جمیل" دو تالیفات شائع کر چکے ہیں، شہاب کے نام سے ایک ماہوار رسالہ بھی دو تین سال سے نکال رہے ہیں، نہایت سنجیدہ اور مرنجان مرنج ادیب اور شاعر ہیں، شعر خوب کہتے ہیں مزاحیہ مضامین بھی اکثر لکھتے ہیں،

کچھ نہیں پوشیدہ سر اہل دل سے حالِ زار | کیوں ہوا شوریدہ سر آشفتہ گل سینہ فگار
عالمِ امکاں میں جب ہستی میری ظاہر ہوئی | کیا خبر تھی آ گئے چلکر ظلم ہوں گے بے شمار
غنچۂ نورستہ جبتک تھا تو میری خیر تھی | ہو گیا آگے قدم رکھتے ہی گلچیں کا شکار
بچھ دئے شبنم نے چھینٹے چاند نے کچھ مہر کی | گدگدایا پھر صبا نے ہنس دیا بے اختیار
میرا ہنسنا تھا ستم نکہت ہوئی پران نہیں | ہر طرف سے میرے شیدا آ گئے مستانہ وار
کوئی کہتا تھا کہ آ طل میں تجھے رکھ لوں ذرا | اے مرے نازک بدن شیریں ادا تیرے نثار
کوئی کہتا تھا کہ ہوں میں مثلِ بو آوارہ گرد | تیری فرقت میں ہوا جاتا ہے دامن تار تار

بشر

ابو المظفر کلب حسین بن عبد الحلیم ــــــ تاریخی نام مختار احمد ہے جس سے سنہ ولادت ۱۲۹۷ھ نکلتا ہے۔ مولوی عبد العزیز عزیز ابن مولانا محمد مہدی واصف ابن عارف الدین خاں رونق کے فرزند ہیں قدیم دکنی اور ایک باعزت اور عالم و فاضل

خاندان کے رکن اور پشتینی شاعر ہیں، حیدرآباد میں پیدا ہوئے اور یہیں تعلیم پائی حضرت شیفتہ کنتوری سے مشورۂ سخن کرنے لگے، سررشتہ کروڑگیری میں ملازم ہو کر وہاں سے انعام لیا اور اب درس و تدریس کا مشغلہ ہے۔ تاریخ بڑی اچھی نکالتے ہیں اور خوب مشق ہے۔ شیخ صدیقی ہیں، چونکہ نام مشتبہ ہے اس لئے اپنے مسلک کی وضاحت اس قطعہ کے ذریعہ کی ہے۔

کہتے ہیں عبدالحلیم بندہ ہے کلب حسین | اور تخلص لبشر سنی من الجانبین
دل سے یہی ہے دعا تا دمِ مرگ ایخدا | چھوٹے نہ سنت کوئی اور نہ ہی فرضِ عین

شعر خوب کہتے ہیں، خصوصاً نعت بہت اچھی کہتے ہیں،

ساغرِ جم مفت ملجائے بھی تو ہرگز نہ لوں | ہاتھ آجائے اگر جامِ سفالِ مصطفیٰ
کیا زمیں کیا آسماں کیا عرش اور کیا لامکاں | ہر جگہ ہے نور حُسن بمثالِ مصطفیٰ
فیض آل سرورِ دیں ہی ثمر بخشِ جہاں | نخل بارآور ہے ہر شاخِ نہالِ مصطفیٰ
مجھسا خوش قسمت بشر کب ہے زمانے میں لبشر | ہوں فدائے مصطفیٰ شیدائے آل مصطفیٰ

بشر

صالح بن ناصر القعیطی — جناب گلشن حیدرآبادی سے تلمذ ہے۔ عرب ہیں مگر اردو کے شیدا اور اچھے شاعر ہیں،

لیکے پھرتا ہے مجھے شوقِ جنوں صحرا میں | جوشِ مستی ہی کبھی ہے کبھی وحشت دلمیں
اسنے جس وقت الٹ دی رخِ انور سے نقاب | کھنچ کے آنکھوں سے اتر آئی ہے صورت دلمیں

چین دنکو مجھے ملتا ہے نہ شب کو آرام
چٹکیاں لیتی ہے ظالم تیری الفت دلمیں
راہ جسوقت نکلنے کی نہ پائی شبِ غم
ہوگئی دفن ترے وصل کی حسرت دلمیں

بشارت

بشارت علی ——— حیدرآباد کے اچھے شاعروں میں سے ہیں، آپ کا کلام اکثر اخباروں میں طبع ہوتا رہتا ہے،

چمن ہے اور گھٹا چھائی ہوئی ہے
یہ مدہوشی کے چھا جانے کے دن ہیں
یہی راتیں ہیں ہشیاری کی راتیں
یہی دن مست ہو جانے کے دن ہیں
نہیں زاہد عبادت کی یہ راتیں
نہ یہ حوروں کے افسانے کے دن ہیں
نہ ترسا ہم کو اے ساقی نہ ترسا
نہ ترسا یہ ترس کھانے کے دن ہیں

بلیغ

محمد انوار الدین فاروقی ——— شعر خوب کہتے ہیں کبھی کبھی رسائل میں بھی آپکا کلام نظر آتا ہے،

سبزہ بہ بہار سے سارا چمن ہوا
گلبن پہ عندلیبِ حزیں نغمہ زن ہوا
درپردہ بدظنی کا بھی ہے اسمیں شائبہ
میری طرف سے انکو اگر حسنِ ظن ہوا

بلال

احمد عبد العلی ——— حیدرآباد کے خوش فکروں میں سے ہیں، شعر خوب کہتے ہیں،

جان کر کہا نہ پہلے ہی قدم | اب جو کچھ ہو کھوئیے یا پائیے
دل سی شئے، اور مول اک ترچھی نگاہ | جائیے حضرت سلامت جائیے
ہم جو کہتے ہیں غلط، بیشک غلط | جانے دیجئے آپ ہی فرمائیے
سن چکے احوال سارا تو کہا | اے بلال اب ٹھنڈی ٹھنڈی جائیے

بہار

سید علی ـــــ سید عبدالحق صاحب مدراسی کے فرزند تھے، قادریہ گھرانے کے مرید اور صوفی المشرب بزرگ تھے امیر مینائی سے تلمذ تہا مولداً مدراسی تہے مگر مدت سے حیدر آباد میں رہ گئے تہے، ۱۳۴۹ھ میں انتقال کیا اخبار مخبر دکن مدراس سے آپ کا تعلق تہا، اسی کی توسیع اشاعت اور نامہ نگاری میں منہمک رہتے تہے، اردو، فارسی شعر اچھے کہتے تہے،

نیم بسمل میرے قاتل نے مجھے چھوڑ دیا | اور آفت میں بڑا رحم کے قابل ہو کر
سختیاں بعد فنا بھی وہی باقی ہیں بہار | سنگ مرقد میری چھاتی پہ رہا سل ہو کر
یہ تیری نیچی نگاہیں کہہ رہی ہیں صاف صاف | مجھ سے بڑھ کر وصل کا ارماں تیری دل میں ہے

بہادر

بہادر علیخاں ـــــ جامعہ عثمانیہ کے بی، اے ہیں شعر خوب کہتے ہیں اور انگریزی نظموں کا ترجمہ بھی بڑی عمدگی سے کرتے ہیں، چنانچہ "رچرڈ کاربیٹ بشپ آف آکسفورڈ" کی ایک نظم کا ترجمہ کیا ہے،

دعائے پدری

کون بتلائیگا میں چھوڑونگا کیا تیرے لئے
سب کہیں گے چاہتا ہوں میں بھلا تیرے لئے

سیم وزر سے بیشتر اے "ون" ہے میری یہ دعا
صحت جسمانی و روحانی ہو تجھکو عطا

فہم و دولت کی نہو حاصل فراوانی تجھے
بسکہ یہ کمبخت کر بیٹھے گی دیوانی تجھے

علم دے تجھکو خدا جو ہو نمائش سے پرے
وہ بھی اتنا خود سمجھکر اور کو سمجھا کرے

پر نہ اتنا کم کہ مثلِ صاحبانِ خوش لباس
میز پر یا گرد گلخن گفتگو ہو بے اساس

اپنی ماں کی خوبیاں گر تجھکو ورثہ میں ملیں
باپ کی دولت مراتب تجھکو ترکہ میں ملیں

ہو میسر دوست ایسا ایک ہو دربار میں
تیرا حامی ہو تنا گر ہو نہ جو دربار میں

دوست ہوں ایسے رکھیں جو ظلم سے تجھکو پرے
پر نہ ایسے رائے سے جنکی ستم کرتا رہے

صلح جوئی کام میں ہر اک ہو بس تیرا شعار
سستی و قضیہ سے تیری زندگی ہو برکنار

بیگم

عابد مرزا ــــــ ریختے میں بیغم اور ریختی میں بیگم تخلص کرتے ہیں، شیرازی النسل ہیں، آپ کے بزرگ دربار اودھ میں کتاب خوانی کی خدمت پر مامور تھے، آپ کے والد حسین مرزا نواب فخر محل بیگم خاص نواب واجد علیشاہ کی سرکار میں ملازم تھے، آپ ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے کلکتہ کے مٹیا برج میں واجد علیشاہ کے زیر سایہ پرورش پائی، محلات کی قربت کی وجہ سے ریختی گوئی کا شوق ہوا اور آپ ریختی کہنے لگے آغا حجو شرف کو دکھاتے تھے، ۱۳۱۵ھ میں نواب لطف علیخاں

کے بیٹے نواب ابراہیم علیخاں نے پٹنہ میں مشاعرہ کیا تو آپ کی ریختی کا چرچا سن کر خاص طور پر بلوایا، واجد علیشاہ کے انتقال کے بعد آپ نے بھوپال کا قصد کیا وہاں سے حیدرآباد آئے اور یہیں رہ پڑے ہز اکسیلنسی سر مہاراجہ بہادر نے قدر دانی کی اور آپ کو اپنے دربار میں جگہ دی چنانچہ آپ اب تک مہاراجہ بہادر ہی کی ڈیوڑہی سے متعلق ہیں اپنی وضع کے ایک ہی بزرگ ہیں اور اب ہندوستان میں آپ تنہا ریختی گو رہ گئے ہیں، اور واقعہ یہ ہے کہ خوب کہتے ہیں، آپ کی ریختی گندگی سے پاک اور نہایت سلجھی ہوئی ہوتی ہے۔

نوج ہو اس موئے بیدرد کی چاہت دلمیں — جھٹ مرے سوت سے کہیے جو محبت دلمیں
کیا اثر بخشتا ہے اللہ کی قدرت کے نثار — نام سے مردوئے کے آتی ہے فرحت دلمیں

دیکھتی ہوں خواب دہشتناک جب سوتی ہوں میں — فال کھلوانے کہاں جاؤں کوئی عامل نہیں
ظلم کرتا ہے مرے اوپر جو ناحق بیدھڑک — او اموئے سمجھا ہے تو شاید خدا عادل نہیں

بہن بی پوچھے میکے جاؤں کیونکر — اطاعت فرض ہے مجھپر میاں کی
مزے میں نے اڑائے زندگی کے — نگوڑی سوت ہی نے خاک پھانکی
نہ ہاری مانتا ہے تو نہ جیتی — موئے تجھ میں ہے ہٹ دھرمی کہانکی
مقدر ہی برا ہے اپنا بیگم — شکایت کیوں کروں میں آسمانکی

بیتاب

میر غضنفر علی قادری الجمالی ——— بلدہ ہی کے متوطن اور اچھے شاعر ہیں۔

یاس آلود ہے دیدار کی حسرت دلمیں — پردۂ غم کا کئے بیٹھی ہے مسرت دلمیں
اب تصور ہے مقید نہ تخیل مطلق — بنگئی خانہ نشیں خود تری الفت دلمیں

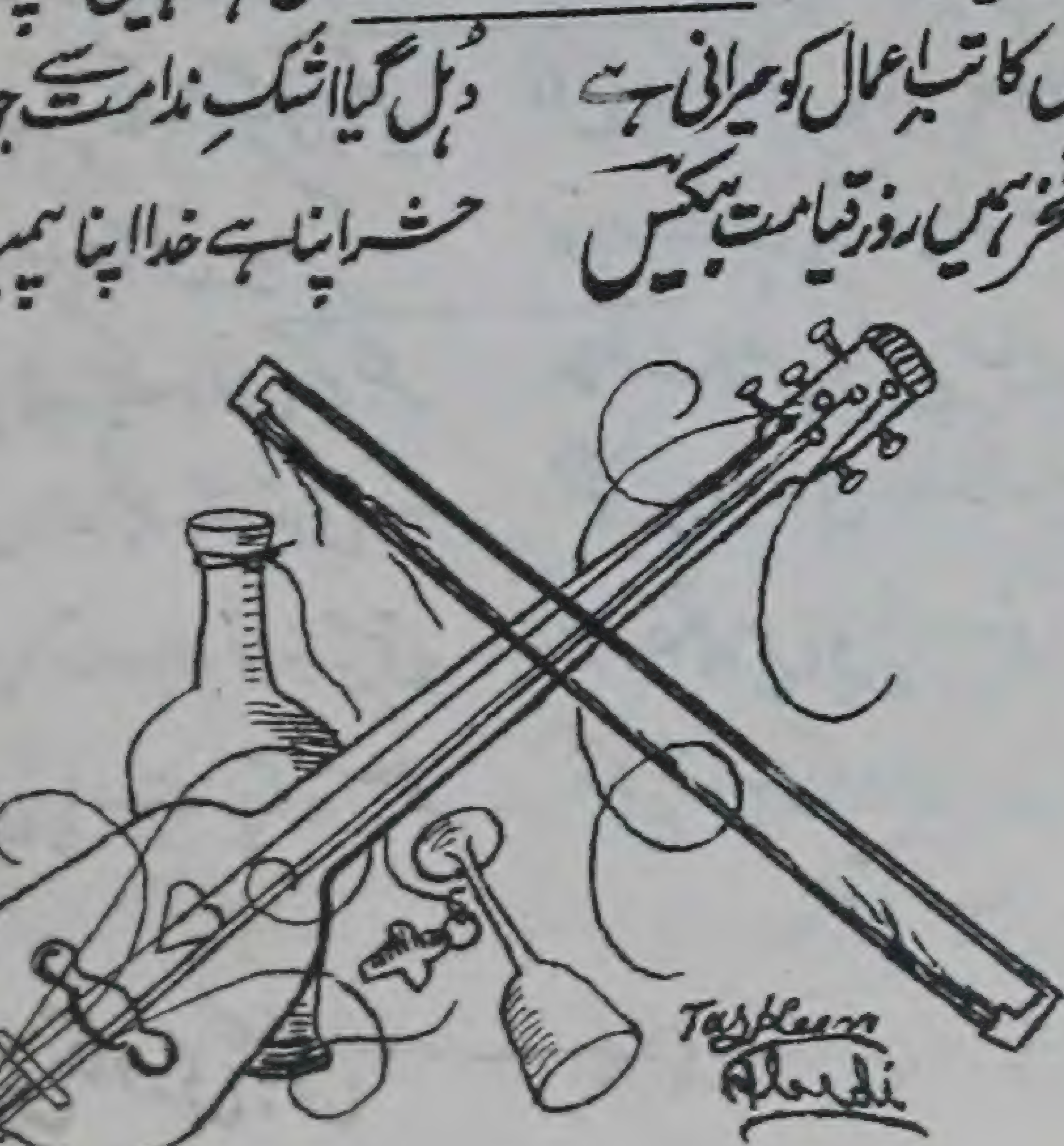
بیکسؔ

محمد غوث الدین قادری —— حیدرآباد کے کہنہ مشق شعراء میں سے ہیں، شعر بھی خوب کہتے ہیں، شاگردوں کی تعداد بھی خاصی ہے،

تاب نظارہ نہ لانا بھی غضب ڈھایا ہے — ہائے پھر رہ گئی دیدار کی حسرت دلمیں
صاف دل مجھسا زمانہ میں نہو گا کوئی — اپنے دشمن سے بھی یہ کہتا ہوں محبت دلمیں

عشق جبدن سے ہوا اس بتِ ہرجائی کا — خوف کچھ بھی نہ رہا ذلت و رسوائی کا
تمسے اچھا کوئی بیمارِ محبت نہ ہوا — اور دعوٰی ہے تمہیں اسپہ مسیحائی کا

حشر میں کاتبِ اعمال کو حیرانی ہے — دُھل گیا اشکِ ندامت سے جو دفتر اپنا
کیوں نہ ہو فخر ہمیں روزِ قیامت بیکسؔ — حشر اپنا ہے خدا اپنا پیمبر اپنا



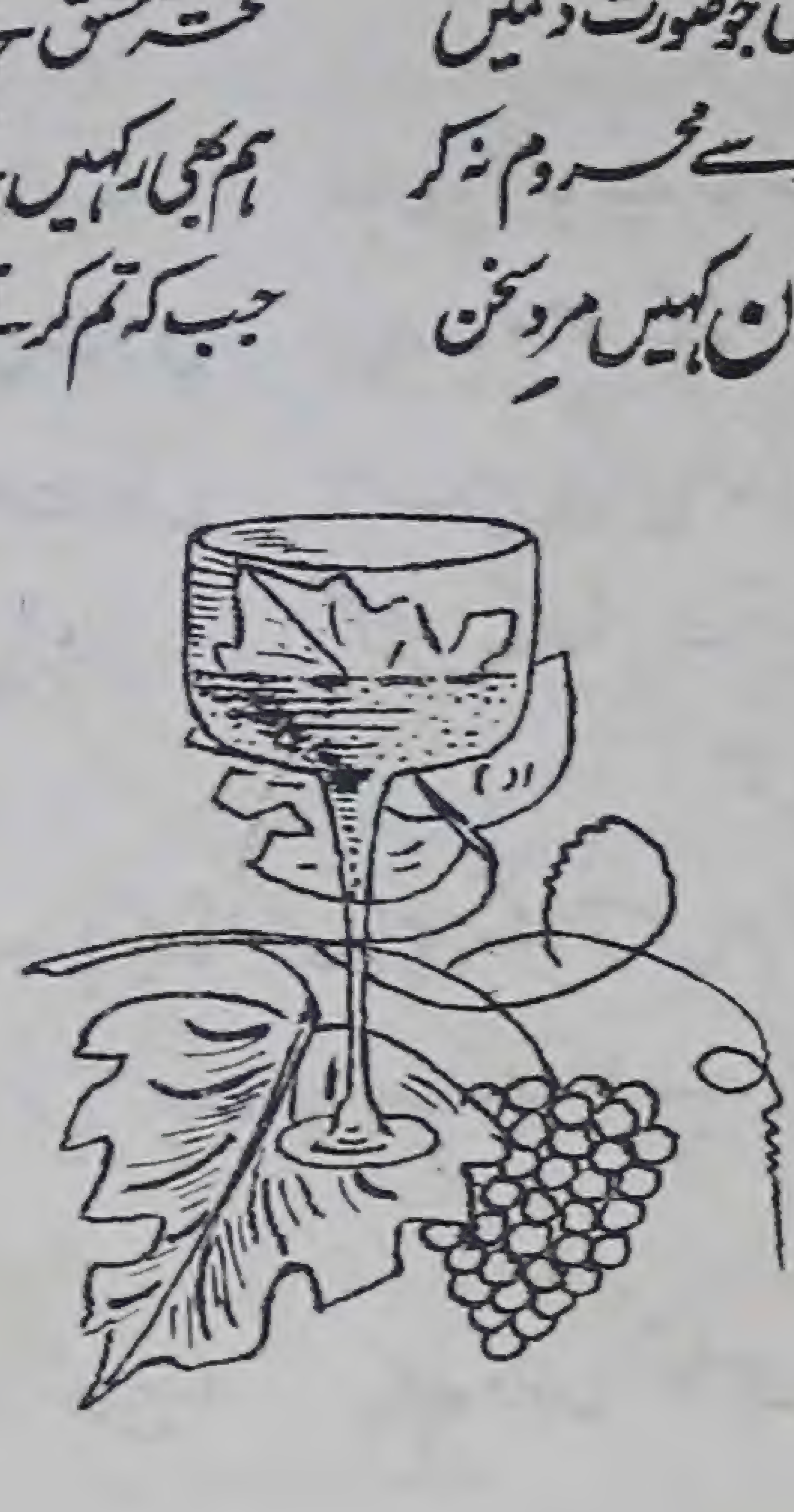
پہلوان

محمد غفار ـــــ رحمت صاحب کے شاگرد اور واقعی پہلوان ہیں، شاعری کے داؤں پیچ سے بھی واقف ہیں، شعر بھی کہہ لیتے ہیں، مشاعروں میں اکثر شرکت کرتے ہیں،

جم گئی ہے بتِ رعنا کی جو صورت دلمیں
تختۂ مشق ہے ظالم کی محبت دل میں

نقدِ دیدارِ ضیا بار سے محروم نہ کر
ہم بھی رکھیں گے تری دی ہوئی نعمت دلمیں

کیوں نہ ہم تم کو پہلوان کہیں مردِ سخن
جب کہ تم کرتے ہو افکار کی کثرت دلمیں



تسکین عابد

ت

تاثیر

ندیم الحسن ——— یوپی کے رہنے والے جامعہ عثمانیہ کے بی، اے ہیں نوبلز کالج کے لکچرار اور شاعر بھی ہیں،

کھلا جو مسلمِ پرجوش پر درِ توحید ——— زباں پہ آگیا بے ساختہ لہ التحمید
ہزار شکر کہ توفیقِ نعمت اس نے دی ——— ہے ساتھ حمد کے نعتِ رسول کی تاکید
اگرچہ حمدِ خدا ہی ہے عینِ نعتِ رسول ——— احد میں ہوگئی احمد کی میم سے تمدید
ملا طفیل سے جس کے وہ ظلِ سبحانی ——— کہ جس کے دم سے تہی تاباں کمال کی ناہید

تاج

محمد تاج الدین ——— پائیگاہ آسماں جاہی کے متوسل اور قدیم خاندان سے متعلق ہیں، نہایت اچھے شاعر ہیں، زیرک صاحب سے تلمذ ہے ۔ ۱۰؍ جمادی الاول سنہ ۱۳۲۳ھ کو پیدا ہوئے ۔

اٹھتی ہے دل میں ہوک سی ہوتا ہے اختلاج سا ——— پچھلے دنوں نہ تھا کبھی حال خراب آج سا

تیر مژگاں بن گئے تلوار آنکھیں ہو گئیں | دل کے دو ٹکڑے ہوئے جب چار آنکھیں ہو گئیں
کیوں زلف پریشاں ہے عارض پہ یہ کیا دھج ہے | بے وجہ الٰہی کیوں آج ابر میں سورج ہے
شریکِ حال ہو کیونکر سیہ بختی میں پھر کوئی | اندھیرے میں جدا مجھسے ہوں جب پرچھائیاں میری

تائب

سید صبغۃ اللہ ——— مدرسہ دار العلوم کے مدرس ہیں، شعر و سخن کا بچپن ہی سے شوق ہے۔ خصوصاً نعتیہ شعر بڑے اچھے کہتے ہیں، نہایت شریف اور مرنجان مرنج بزرگ ہیں، راقم الحروف کے اُستاد اور خاص عنایت فرما ہیں،

رمزِ الفت سے نہیں جبکہ تو واقف زاہد | پھر ملے گا تجھے کیا بدلہ جبیں سائی کا
منزلِ عشق میں بس ایک ہیں گورے کالے | زعم باطل ہے یہاں نسبتِ آبائی کا

تبارک

سید تبارک علی ——— آپ کا کلام اکثر گلدستوں میں نظر آتا ہے۔ شعر اچھے کہتے ہیں،

تیری تقدیر میں تھا خسروِ خوباں ہونا | میری قسمت میں تھا آئینہ حیراں ہونا
میرے ایمان کو دکھاتی ہے محبت کی اُمنگ | نگہِ ناز کا غارت گرِ ایماں ہونا

تجلی

ابو المعنی سید منتجب الدین ——— آپ کے اجداد شہر اور گنج بخارا کے شرفا اور سادات سے تھے، آپ کے دادا نواب سید یار جنگ بہادر ابتداً بخارا سے دکن آئے

اور خطاب، منصب اور جاگیر کے علاوہ صوبہ داری اورنگ آباد سے سرفراز ہوئے، آپ کے والد نواب میر سیادت علی خاں بہادر ناظم دیوانی بلدہ تھے، آپ صحیح النسب سید ہیں اور امام موسیٰ کاظم رضؓ سے سلسلۂ نسب ملتا ہے۔ ربیع الثانی ۱۲۹۲ھ ۱۸۸۲ء میں آپ حیدرآباد میں تولد ہوئے، ابتدائی تعلیم مکان پر پائی پھر مدرسہ دارالعلوم اور مدرسہ دینیہ سے تکمیل کی، اپنے چچا نواب سید برہان الدین خاں بہادر ناظم دیوانی بلدہ (جو بعد کو ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے تھے) سے ادب اور حدیث، مولینا عبد الصمد سمرقندی سے تفسیر، فقہ اور منطق، مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سے صرف و نحو پڑھی، حضرت آغا داؤدؒ سے بیعت کی، بچپن سے شعر و سخن کا ذوق تھا اور مرشد چونکہ صحوؔ تخلص کرتے تھے اسلئے آپ محوؔ تخلص کرنے لگے پھر خمارؔ اور اس کے بعد تجلّیؔ تخلص اختیار کیا، اُردو، فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے ابتداً فارسی آغا شوستری کو دکھاتے تھے ان کے انتقال کے بعد ترکیؔ کو دکھانے لگے، اُردو میں ابتداً میکشؔ سے مشورہ کرتے رہے پھر حافظ مرزا منیر الدین ضیاؔ گورگانی سے، اور اُستاد داغؔ کے حیدرآباد آنے کے بعد سے داغؔ سے مشورہ کرنے لگے،

۱۳۱۱ف میں موجود الخدمت تحصیلداری ہوئے اور ۱۳۱۷ف میں صوبہ داری گلبرگہ میں صیغہ دار کی حیثیت سے مامور ہو کر ۱۳۱۸ف میں ضلع رائچور کے صدر خزانہ دار ہوئے ۱۳۲۲ف میں محاسب ضلع ہو کر عثمان آباد گئے اور ۱۳۳۳ف میں پھر صدر خزانہ دار ہو کر گلبرگہ شریف چلے گئے اور ۹ رجب ۱۳۳۶ف (۱۶ اگست ۱۹۲۷ء) کو گلبرگہ شریف ہی میں انتقال کیا اور وہیں خواجہ بندہ نوازؒ کے پائین میں آسودہ ہوئے، حضرت تمکین کاظمی آپ ہی کے خلف ارجمند ہیں،

شعر بہت اچھے کہتے تھے جملہ اصنافِ سخن پر عبور تھا، غزل اور قصیدہ میں بڑی مہارت تھی، آخر عمر میں غزل گوئی کم کردی تھی، نعت بہت کہتے تھے، اُردو اور فارسی میں دیوان مکمل کرلیا تھا، آپ کی سوانحعمری اور اُردو دیوان آجکل مولیٰنا تمکین کاظمی مرتب کر رہے ہیں، یقین ہے کہ عنقریب شائع کردیں گے،

تجلی حیدرآباد کی اُس علمی اور ادبی پارٹی کے روحِ رواں تھے جو غلام حسین داد، عبدالحی بازغ، رضی الدین کیفی، نادر علی برتر، قطب الدین تسلی، پادشاہ محی الدین وجدی محمد علی خاں ناظم وغیرہ پر مشتمل تھی، خصوصاً داد، بازغ، تجلی اور کیفی نے حیدرآباد میں بڑی علمی و ادبی جد و جہد کی، چونکہ ۱۳۱۷ف میں ملازمت کی وجہ سے گلبرگہ چلے گئے اس لئے حیدرآباد کی علمی سرگرمیوں میں آخر عمر تک حصہ نہ لے سکے گلبرگہ، رائچور، عثمان آباد جہاں جہاں آپ رہے علمی خدمت کی، ان مقامات پر آپ کے سینکڑوں شاگرد موجود ہیں،

حضرت تجلی نہایت اچھے خوشنویس بھی تھے اور فنون لطیفہ سے بھی شغف رکھتے تھے نثر بھی اچھی لکھتے تھے، پابند صوم و صلوٰۃ، مخیر اور ہمدرد، مخلص اور قدیم وضع کے بزرگ تھے، فطرتاً گوشہ نشین اور غیر شہرت پسند واقع ہوئے تھے، آبائی منصب سے بھی سرفراز تھے، اور نہایت قانع، نہ تو ترقی کے لئے کوشش کی اور نہ شہرت و نام و نمود کی خواہش، نہایت خاموشی کے ساتھ اپنی زندگی گزار دی،

ہر وقت یہ فرماتے تھے اُستاد **تجلی**

یہ میری زبان ہے یہ اڑایا ہے میرا رنگ

جواں ہوتے ہو جتنے اُسقدر جوہر نکلتے ہیں		تمہارے پاؤں کیا گیا سیٹ سر باہر نکلتے ہیں

عدو سے بزم میں سرگوشیاں دیکھی نہیں جاتیں — تمہارے گھر سے ہم اشکوں سے منہ دھو کر نکلتے ہیں

بھلا کس واسطے منت پذیرِ برق و باراں ہوں — ہمیں پہلے نہ کیوں برباد اپنا آشیاں کر لیں

میخانوں کی غیبت سے بھلا حضرتِ زاہد — دوزخ کے سوا آپ کو ہاتھ آئیگا کیا خاک

دل و جان کھو کے بیٹھا ہوں حسینوں کی محبت میں — اٹھائے نفع کے بدلے بہت نقصان الفت میں

کچھ تو بتوں کے عشق میں دیکھا جو کھوئے ہوش — دیوانہ میں نہیں ہوں بڑا ہوشیار ہوں

قیامت میں جمالِ حق بھی ہے دیدارِ حضرت بھی — کسے دیکھوں الٰہی ہے میری ڈانواں ڈول نیت

ولولہ وحشتِ دل خاک نکالے اپنا — یاں گریباں ہی گلے میں نہیں دامن کیسا

اس شوخ مزاجی پہ یہ شیرینی ہے صحبت — کیا جانیئے لائیگی طبیعت تیری کیا رنگ

ہوا تقوی میرا برباد ان مخمور آنکھوں سے — ملائیں ہائے کیوں آنکھیں تیری مشہور آنکھوں سے

جام مے گلرنگ ادھر بھی میرے ساقی — دس بیس نہیں تو نہیں دو چار کبھی تو

اب نہیں سوا تیرے کوئی اے خدا اپنا — آشنا وہ غیروں کا ہو گیا جو تھا اپنا

دیکھیئے بنے کیسی جان پر محبت میں — آنکھ جنگجو ان کی دل بگھڑ گیا اپنا

دلِ آغشتہ خوں فالتو ایک آبلہ سا ہے — انہیں یہ فکر کیا لینا مجھے یہ شرم کیا دینا

کلس پر رات دن چھایا ہوا اک ابرِ رحمت ہے — زمیں گنبد کی ہے فردوس تو عرشِ بریں چھت ہے

ہمارے حق میں ہے یثرب کا کانٹا پھول سے بہتر — ہمارے حق میں صحرائے مدینہ باغِ جنت ہے

وہ دریائے شفاعت جوش پر ہے میرے آقا کا — ہے محرک کون میرا قطرۂ اشکِ ندامت ہے



عبد الحکیم - تدبیر

تدبیر

محمد عبد الحکیم ـــــــــ ۲ر شعبان ۱۳۰۹ھ کو پیدا ہوئے حیدر آباد کے قدیم اور شریف گھرانے سے ہیں، مدرسہ دار العلوم سے منشی عالم اور مولوی فاضل کامیاب کیا اور فقہ، تفسیر وغیرہ کی تکمیل علامہ شمسی مرحوم سے کی، توفیق سے مشورۂ سخن کرتے تھے اب اپنے طور پر شعر کہتے ہیں، مدرسہ گوشہ محل کے مدرس ہیں بڑے اچھے شعر کہتے ہیں طبیعت میں ثقاہت سنجیدگی بہت ہے نہایت کم سخن مخلص اور نیک نفس بزرگ اور راقم الحروف کے شفیق ہیں،

یہ بے رنگی تو دیکھو رنگ تک آتا نہیں لیکن
نکالی دیتے ہیں ہاتوں کی مہندی چلبلے پن سے

سکھلایا اداؤں نے یہ، لطف و ستم ورنہ
کب انکی نظر میں تھی جادو نظری اتنی

سکون قلب گیا اضطراب ہو کے رہی
محبت آئینہ انقلاب ہو کے رہی

دلِ حزیں کی نظر میں خوشی زمانے کی
خیال ہو کے رہی اور خواب ہو کے رہی

ایک کیا سینکڑوں دل ہو گئے پامالِ خرام
فتنہ ساماں مرا جس راہ گذر سے نکلا

آئینہ طلعتِ زیبا کا ہے کاشانۂ دل
حسن کا ایک مرقع ہے یہی خانۂ دل

چشمِ مخمور میں ہوتی ہے شگفتہ جو بہار
ہے اسی رنگ میں ڈوبا ہوا پیمانۂ دل

موجزن اس میں حقیقت کا بڑا دریا ہے
دیکھنے کے لئے چھوٹا سا ہے پیمانۂ دل

کلیجے جنکے ہوں فولاد کے یا دل ہوں پتھر کے
ٹھنے جائیں گے شاید انسے نالِ قلبِ مضطر کے

یہ کس کا کام ہے اپنی نگاہ سے پوچھو
ذراسی چوٹ آئے اور دلمیں درد پیدا ہو

ترکی

ترک علیشاہ قلندر ——— فردوسی طوسی کے خاندان سے تھے، آپ کے اجداد نادر شاہ کے ساتھ ہرات سے آکر لاہور میں اقامت گزیں ہوئے، والد کا وطن نور محل (مضافات لاہور) تھا مگر والدہ ہرات کی رہنے والی تھیں اس لئے آپ اپنی مادری زبان فارسی سمجھتے تھے، فارسی پر کامل عبور تھا، سترہ سال کی عمر سے شعر کہتے تھے، گل محمد خاں ناطق مکرانی سے تلمذ اور حضرت غوث علی شاہ قلندر پانی پتی سے بیعت تھی، مولوی شہاب الدین واثق ہراتی، اور مولوی امام بخش ناسخ صہبائی دہلوی سے بھی تلمذ رہا، ریختہ میر علی اوسط رشک کو دکھاتے تھے،

تمام ہندوستان کا دورہ کرکے حیدرآباد آئے اور یہیں رہ پڑے، تقریباً پینتیس ۳۵ سال تک حیدرآباد میں رہ کر پچیانوے سال کی عمر میں ۱۳۲۸ھ میں یہیں انتقال کیا،

ضرورت سے زیادہ زندہ دل، یار باش، مرنجان مرنج، بزرگ تھے، فارسی میں استادی کا درجہ رکھتے تھے اساتذہ کے ہزاروں شعر نوکِ زباں تھے، حیدرآباد کے مشہور شعرا تجلی، ناظم، شائق، امجد وغیرہ اپنا فارسی کلام آپ ہی کو دکھایا کرتے تھے،

ہز اکسیلنسی مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر کے متوسل تھے، آپ کی کئی ایک تصانیف طبع ہو چکی ہیں، جن میں سے دیوان سرمایۂ پیری، گلبانگ ترکی، تذکرۂ سخنورانِ چشم دیدہ وغیرہ بہت مشہور ہوئے،

اردو شعر یوں تو آپ نے اتنے کہے کہ دیوان مکمل کرکے چھپوا دیا مگر واقعہ یہ ہے کہ

آپ کی اردو شاعری آپ کے لئے موجب ننگ ہی تھی،

ناگاہ جو اس بت کا سراپا نظر آیا	اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آیا

کبھی ای شیخ پوچھو جا کر اس بت سے کہ ای کافر	بنا ہے سجدہ گاہِ خلق تیرا آستاں کیونکر

میں بھول گیا رشکِ غزالانِ ختن کو	کل دیکھکر اک آہوئے لاہور کی آنکھیں

ان کے در پر جو کبھی جا کے دعا دیتے ہیں	گالیاں آکے وہ دو چار سنا دیتے ہیں

حور و غلماں کا پسند آئیگا کب عارض ہمیں	ہمنے دیکھی ہیں بتِ نازک قدم کی ایڑیاں

ساری نہ سنو بیٹھ کے تم رام کہانی	دو چار تو سُن لو دلِ ناشاد کی باتیں

شیخ کچھ اپنی کرامت تو دکھا دے مجھہ کو	تو ولی ہے اگر اس بت سے ملا دے مجھکو

ہر گھڑی مجھہ کو دکھا کر وہ حسین کہتا ہے	میری اچھی ہے کہ یوسف کی ہی تصویر اچھی

تسلی

قطب الدین علی ——— حضرت علویؒ کے ارشد تلامذہ سے ہیں، قدیم وضع کے بزرگ اور بڑے اچھے شاعر ہیں، کو توالی اضلاع سے ملازمتی تعلق ہے۔ شعر نہایت اچھے کہتے ہیں رباعی اور نظم پر بھی یکساں عبور رہے،

ایک دو ہاتھ میں بس صاف ہی میدان دیکھا	باقی وحشت میں نہ دامن نہ گریباں دیکھا

اور باتیں تو ترے عشق میں مشکل نکلیں	ایک مرجانا ہی اس راہ میں آساں دیکھا

اور دیکھوں گا جو کچھ تیری سبب دیکھوں گا	دیکھا جو کچھ تیرے باعث دلِ ناداں دیکھا

آکے اب دل سے تصور ترا جاتا ہی نہیں	یہ نئے رنگ نئے ڈھنگ کا مہماں دیکھا

مہرباں آج سے کچھ مجھ پہ نہیں دست جنوں
آنکھ جب کھولی ہی چاک اپنا گریباں دیکھا

بیکسی یکواں ہیں پر اونچی دکان کی ہے قدر
یاں تسلی کوئی جوہر کا نہ پرساں دیکھا

وہ بہی اک دن تھے کہ ارمانوں سے تھی جان تنگ
اب تو رہتی ہے تمنا کی تمنا دل میں

رباعی

بھولا ہے تجھے، قسمت نے پلٹ دی رودلو
غفلت نے مری کردیا مجھ کو برباد

اب بعد سزا بہی ہے تغافل باقی
فریاد "میرے بھولنے والے" فریاد

تسکین

سید عبدالکریم —— ابن مولوی سید برہان الدین صاحب عابدی مرحوم "راقم الحروف کے اجداد ایران کے شرفا اور سادات سے تھے، چونکہ سلسلۂ نسب امام زین العابدینؑ پر منتہی ہوتا ہے اس لئے اپنے نام کے ساتھ عابدی لکھتا ہوں، ۸ صفر ۱۳۳۱ھ (۱۶ جنوری ۱۹۱۳ء) کو حیدرآباد میں ولادت ہوئی، ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے برادر بزرگ مولوی سید عبدالغفور صاحب مرحوم اہلکار نظامت زراعت سرکار عالی اور مدرسہ دارالعلوم میں پائی، حضرت مولانا تمکین کاظمی سے فارسی اور عربی وغیرہ پڑہی، شعر بہی استادی حضرت تمکین کاظمی ہی کو دکہاتا ہوں، کبہی کبہی شعر کہہ لیتا ہوں، مضمون نگاری کا شوق ہے۔ افسانہ اور ڈرامہ اکثر لکھتا ہوں"

زمیں پہ نام مرا لکھ کے پھر مٹاتا جا
اسی طرح سے مجھے خاک میں ملاتا جا

ٹیس پہلو کی کم نہیں ہوتی
درد دل سے جدا نہیں ہوتا

بوندیں پڑتی رہیں گھنگھور گھٹا چھائی ہو　　وہ رہیں، میں رہوں، بوتل رہے تنہائی ہو

جس سر میں نہیں سودا وہ سر نہیں پتھر ہے　　جسمیں نہ محبت ہو وہ دل بھی کوئی دل ہے

یہ تیر توڑ دیں فولاد کے حصاروں کو　　ہے کون روکنے والا نظر کے واروں کو

جبکہ دیدار عام ہوتا ہے　　کس قدر اژدہام ہوتا ہے

چین سے زندگی گزرتی ہے　　شغلِ مے صبح و شام ہوتا ہے

تم ہو، لیلیٰ ہو، یا کہ شیریں ہو　　خوب رو سب شریر ہوتے ہیں

جو تھا دوست دشمن مرا ہو گیا　　خدایا زمانے کو کیا ہو گیا

کٹا سر کہ ایک بار ہلکا ہوا　　بُرا کر گئے وہ بھلا ہو گیا

داغِ دل، داغِ جگر ملتے ہیں یہ　　جو ملے ہیں حُسن کی سرکار سے

حیا سے مُنہ چھپا رکھا ہے محشر میں جو وہ ظالم　　خدا کی شان تو دیکھو قیامت میں قیامت ہے

تسلیم

محمد بشیر الدین ـــ حیدرآباد کے قدیم اور شریف منصب دار حضرت شاہ محمد امام الدین صاحب فاروقی مرحوم کے پوتے اور حضرت حاجی ڈاکٹر محمد اسحٰق صاحب مرحوم کے نواسے اور مولوی شاہ محمد نذیر الدین صاحب فاروقی کے فرزند ہیں، حیدرآباد ہی میں ولادت اور تعلیم و تربیت ہوئی حضرت مولانا سید خورشید علی صاحب ناظم دفتر دیوانی و مال و ملکی وغیرہ سرکار عالی نے جو آپ کی پھوپی زاد بھائی ہیں آپ کو چھٹپن ہی میں اپنی نگرانی میں لے لیا اور بالکل اپنے فرزند کی طرح تعلیم و تربیت کی، علیحدہ علیحدہ

اساتذہ عربی، فارسی، انگریزی وغیرہ کے لئے مقرر کئے اور آپ نے مدرسہ عالیہ سے میٹرک کامیاب کیا، چونکہ آپ نے مولٰینا سید خورشید علی جیسے عالم اور علم دوست اور انشا پرداز بزرگ کے دامنِ تربیت میں نشوونما پائی ہے اسلئے ادبی علمی مذاق بھی اچھا ہے، نثر اور نظم خوب لکھتے ہیں آپ کے اکثر مضامین رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں، نہایت کم سخن، متین، سنجیدہ، خلیق، ہمدرد اور ذہین نوجوان ہیں، شعر بہت کم کہتے ہیں مگر خوب کہتے ہیں،

سرکارِ دو عالم سے

دامن ہمیں رحمت کا للہ اڑھا دیجئے
جلوہ ہمیں قدرت کا للہ دکھا دیجئے

بھٹکے ہوئے ایسے ہیں رستہ نہیں ملتا ہے
اس پردۂ ظلمت کو دل پر سے اٹھا دیجئے

پہچان کے ہم خود کو، اللہ کو پہچانیں
ایسا کوئی سرمہ بھر آنکھوں میں لگا دیجئے

پتوار ہے ٹوٹی سی دریا میں طلاطم ہے
منجدھار میں کشتی ہے ساحل سے لگا دیجئے

ناکام محبت ہے تسلیم، میرے آقا!
رستہ ابھی طیبہ کا للہ دکھا دیجئے

تسنیم

سید فریدالدین حسین ——— حیدرآباد کے رہنے والے ہیں، شعر بھی کہتے ہیں،

دو چار ہم سے آج وہ غنچہ دہن ہوا
ٹھیری نہ گفتگو کی نہ وہ ہم سخن ہوا

اُف عشقِ عندلیب غضب برقِ حسنِ گل
یہ دلگداز اور وہ ناوک فگن ہوا

زخمِ کہن جو تھے سو جنوں میں ہرے ہوئے
داغوں سے لالہ زار مرا تن بدن ہوا

پھر دل نے چوٹ کھائی ہوئے زخمِ خشک تر | کملا گیا تھا پھر تر و تازہ چمن ہوا

تسنیم

اسمٰعیل احمد ——— امیرِ مینائیؒ کے خلف اکبر منشی محمد احمد مینائی صریرؔ مرحوم کے بڑے فرزند ہیں، ۱۹۱۱ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم رامپور، لکھنؤ اور مرادآباد میں پائی، ۱۹۲۷ء میں انٹرنس اور ۱۹۲۹ء میں الیف، اے، ۱۹۳۱ء میں بی، یس، سی اور ۱۹۳۴ء میں جامعہ عثمانیہ سے ال، ال، بی، کیا، جامعہ عثمانیہ کے طلبا میں آپ کو ایک امتیازی درجہ حاصل ہے۔ ۱۹۲۹ء سے شاعری شروع کی، شعر اچھے کہتے ہیں حضرت استاد جلیل سے تلمذ ہے،

یاالٰہی یہ ہے دُنیا کہ عزاخانہ ہے | جو یہاں آیا وہ کرتا ہوا فریاد آیا

میں چھپاؤں گا بہت رازِ محبت لیکن | میرے چہرے سے عیاں حسرت و ارماں ہونگے

موت ہی اُٹھ گئی یہ کہہ کے مری بالیں سے | ہم کبھی اور شریکِ شبِ ہجراں ہونگے

یہی سمجھ کے اسیرِ قفس یہ رحم کرد | کہ اسکو یاد نہ بھولے گی آشیانے کی

یہ کہہ کے بخشدیا روزِ حشر رحمت نے | ترے گناہ کہاں تک کوئی شمار کرے

تشنہ

سید مودود احمد ——— ۱۲۹۵ھ میں پیدا ہوئے، حسینی سید ہیں، کروڑگیری میں ملازم تھے ۱۳۴۱ف میں وظیفہ پر سبکدوش ہوئے ہیں، بچپن سے شعر و سخن کا شوق ہے اردو میں تشنہ اور فارسی میں عطائی تخلص کرتے ہیں، اردو میں حضرت احسن مارہروی سے

تلمذ ہے۔ اُردو، فارسی دونوں زبانوں پر یکساں عبور ہے۔ شعر خوب کہتے ہیں، نیک، ملنسار خلیق اور مرنجان مرنج شاعر ہیں،

نزع میں بھی ہے تمنائے شراب — یا الٰہی کہیں مل جائے شراب
واعظ آیا تو ہے میخانے میں — شرط ہے خود پئے پلوائے شراب
ہم تو دیوانے ہیں مجنوں کی طرح — اپنا معشوق ہے لیلائے شراب
ایک دو جام سے کیا سیری ہو — ساقیا بخش دے دریائے شراب
ہے طبیعت بھی ندیدی کتنی — دوڑ پڑتی ہے جہاں پائے شراب
رنج فرقت اب سہا جاتا نہیں — پڑ گیا ہے زندگی میں انقلاب
کس قدر جلدی بڑہاپا آگیا — اب کہاں سے پاؤ نگا عہد شباب
مدتوں انکے محل کے ہم نے بھی — جھونپڑی میں بیٹھکر دیکھے ہیں خواب

تصوّر

سید علی نواز ——— رضوی امانت خانی، حیدرآباد کے رہنے والے اور بڑے اچھے شاعر ہیں،

سبک روی میں تم آگے کہیں صبا کے چلو — نفس کیطرح تنِ عاشقاں میں آکے چلو
کدہر کا کعبہ کہیں جھونکیں آگ میں نہ خلیل — چراغِ دہر ہی سے اپنی کو لگا کے چلو
فنا کا رنگ بھرد آرزو کے خاکوں میں — نگار خانۂ ہستی کو یوں سجا کے چلو
کسی کی بات نہ پوچھیں گے بُت ہیں تہر کے — قیامت آئے تو دو سامنے خدا کے چلو

تفضل

تفضل حسین ــــــ حیدرآباد کے قدیم لوگوں میں سے تھے، ہز اکسیلنسی سر مہاراجہ بہادر کے متوسل اور بڑے خوش گو شاعر تھے، پڑھتے بھی بڑی عمدگی سے تھے، اپنی ایک خاص وضع بنالی تھی، دس بارہ سال ہوئے کہ آپ نے انتقال کیا، حضرت ترکی سے بہت ربط و ضبط تھا،

تفضل جبکہ تو ہو جائے بوڑھا ۔۔۔ نہ ایسے وقت میں عورت جوان کر

برادر کہتے ہیں کوئی نہ ہم ہمشیر کہتے ہیں ۔۔۔ تجھی کو سر ریست اپنا بت بے پیر کہتے ہیں
جو ہم افیون کھاتے ہیں تو اسکے ناشتے کو بھی ۔۔۔ اٹھا کر ایک پوری اور تھوڑی کھیر کہتے ہیں
پکڑتے ہیں دھنگانا اور دبیرہ لیتے ہیں دلہا سے ۔۔۔ بڑی وہ صاحب قسمت ہیں جو ہمشیر کہتے ہیں

نہ ولایت نہ بخارا نہ خراسان دیکھا ۔۔۔ موسیٰ ندی پہ گیا رات کو شیطان دیکھا

ہوا ہے جب سے مجھے عشق ایک بہشتن کا ۔۔۔ مکان میں چھوٹا سا پانی کا اک کنواں دارم
اگرچہ نام تفضل حسین ہے میرا ۔۔۔ سوائے دوسرا اک نام پیر خاں دارم

لئے پھرتا ہے مجھکو ہر جگہ دل ۔۔۔ ہوا ہے آجکل میرا اچھا دل
یہ سحر سے شام تک کھاتا ہوں چھ بار ۔۔۔ غرض پھر مانگتا ہے ناآشنا دل
تفضل ذات سے تم تو ہوا چھے ۔۔۔ ولیکن ہے تمہارا بے حیا دل

پھاڑ کر بلبوسس سارا تار تارم کردہ اند ۔۔۔ رشتۂ نارو کو گویا رشتہ دارم کردہ اند
وصل کے وعدہ پہ از بس بیقرارم کردہ اند ۔۔۔ ایک بوسے کیلئے امید وارم کردہ اند

وہ نہ آتے تھے جو آئے تو قیامت ساتھ لائے　　دامنِ ساڑی سے گل شمع مزارم کردہ اند

تمنا

محمد ابراہیم علی ــــــ نلگنڈہ میں وکالت کرتے ہیں، نعت خوب کہتے ہیں،

میں سمجھتا ہوں جو ہیں داغ محبت دل میں　　خلد دلمیں ہے ارم دلمیں ہے جنت دلمیں

دل کو میں کعبہ کہوں یا کہ مدینہ سمجھوں　　جلوہ رب تری صورت میں ہے صورت دل میں

ناز ہے دل کو نگہ پر تو نگہ کو دل پر　　آپ نظروں میں ہیں اور آپکی صورت دلمیں

تمکین

محمد قادر الدین خان ــــــ نواب وجیہ الدین خاں بہادر کے فرزند اور حیدرآباد کے قدیم شرفار اور جاگیردار گھرانے سے ہیں، نواب معین الدولہ بہادر سے بھی قرابت قریبہ رکھتے ہیں، جوان العمر، خوش گو شاعر ہیں،

شاخ گل جھوم کے سو بار اُٹھی گلشن میں　　صبحدم دیکھنے عالم تری انگڑائی کا

خواہش جام مے عشق میں بچپن ہی حسن　　کھل گیا آج یہ عقدہ تری انگڑائی کا

اوئے حسن کے مخمور خبر لے اپنی　　دیکھ کھلتا ہے بھرم ناز خود آرائی کا

دہر موہوم میں ہوتا ہے تہونے کی دلیل　　رونق بزم جہاں نقص ہے بینائی کا

تمکین کاظمی

سید مصباح الدین ــــــ آپ کا اصلی نام ہے اور تمکین تخلص، چونکہ تمکین تخلص کے اکثر لوگ ہیں اسلئے آپ نے اپنی نسبی نسبت کو جزو نام بنالیا، آپ



سید تمکین کاظمی

حضرت تجلی کے فرزندِ ارجمند ہیں، خاندانی حال حضرت تجلی کے حالات میں لکھا جاچکا ہے

آپ سنہ ۱۳۲۰ھ ۱۹۰۲ء میں حیدرآباد میں تولد ہوئے، ابتدائی تعلیم گھر پر اپنی والدہ سے پائی اور

پھر مدرسۂ مفید الانام، دھرم ونت اسکول، مدرسۂ اعزہ، سٹی ہائی اسکول، مدرسۂ دار العلوم

اور مدرسۂ منصبداران حیدرآباد اور رائچور اور عثمان آباد ہائی اسکول میں بھی تعلیم پاتے رہے،

مولوی احمد سعید قادیانی سے عربی، مولوی غلام حسین سے فارسی اور اپنے والد حضرت

تجلی سے حدیث اور تفسیر، حضرت ناظم سے عروض پڑھی سنہ ۱۹۲۳ء میں منشی فاضل کامیاب

کیا، ابتدا محکمہ کوتوالی کروڑگیری، مال وغیرہ میں کام کرتے رہے پھر صوبہ داری گلبرگہ شریف

میں ملازم ہوگئے، صوبہ داری تخفیف ہوگئی تو آپ کو کلفنڈ گلبرگہ کے سپروائزر ہوگئے اور

اسی زمانہ میں صیغۂ حساب اور مال کا کام اول تعلقہ داری گلبرگہ میں کرتے رہے،

سنہ ۱۳۴۳ف میں دفتر دیوانی و مال و ملکی وغیرہ میں منتقل ہوگئے اور اب بھی وہیں ہیں

بعض اخبارات کے اڈیٹوریل اسٹاف میں بھی کام کرچکے ہیں اٹھارہ سال سے مسلسل

ملک کی علمی و ادبی خدمت کررہے ہیں، ہندوستان کا شاید ہی کوئی ایسا بدنصیب رسالہ

ہو جس میں آپ کے مضامین نہ طبع ہوتے ہوں،

غنچۂ تبسم، تذکرۂ ریختی، ارنسٹ، معاشقہ نپولین، آپ کی تصانیف شائع ہوچکی

ہیں، آج کل تاریخ دکن پر کام کررہے ہیں، اعظم الامرا ارسطو جاہ کی بڑی اچھی سوانح حیات

مرتب کی ہے جو زیرِ طبع ہے بعض اور اہم تاریخی تصانیف بھی اس وقت زیرِ ترتیب ہیں،

راقم الحروف کے استاد اور محسن ہیں، نہایت زندہ دل، یارباش، صاف گو مرنجان مرنج

بزرگ ہیں،

درِ میخانہ سے کیا بے بہا گوہر نکلتے ہیں
ہزاروں خوبرو لاکھوں پری پیکر نکلتے ہیں

آنکھوں میں تیری صورت ظالم بسی ہوئی ہے
دل پر کھُدا ہوا ہے مانو گرام تیرا

دلدادہ وہ دیوانہ ہوں میں اپنے چمن کا
تمکین مجھے پہول ہی کانٹا ہی وطن کا

حباب پہوٹ کے کملا کے پہول کہتے ہیں
ہر ایک چیز یہاں آئی ہے فنا کے لئے

دلکو کوئی روکے کہ جگر کو کوئی تھامے
کس کس کی خبر لے کوئی کس کس کو سنبھالے

یا تو نظر سے کہدے یا میں زباں سے کہدوں
یہ رازِ عشق ورنہ کس طرح فاش ہوگا

تیوری چڑہی بل کہائی کمر کھل گئے گیسو
واللہ کس انداز سے تلوار نکالی

جو درد سے واقف ہیں درماں کے جو طالب ہیں
وہ لاکھ چھپیں لیکن زنہار نہیں چھپتے

میں اس علم و عمل کو مشت پر دے کر نہ لوں ہرگز
کہ بیگانہ جو کر دے غازیوں کو تیغ و خنجر سے

تجھے مل جائے جس قیمت میں لیلے فائدہ ہوگا
بدل ادراکِ لازی قوتِ بازوئے حیدر سے

ہماری زندگی کیا ان کے قدموں پر پڑے رہنا
ہماری موت کیا قدموں سے اُنکے دور ہوجانا

دل وہ دے اللہ جو پُر غم رہے
آنکھ وہ دے جو ہمیشہ نم رہے

گر ہوس ہو تو فنا کی ہو ہوس
غم یہ ہے تو زندگی کا غم رہے

وہ ادہر کہاتے ہوئے ٹہوکر چلے
ہم ادہر تھامے دلِ مضطر چلے

توفیق

سید جلال الدین ——— سید ابراہیم صاحب تصدیق کے فرزند تھے ۱۲۸۱ھ میں،

حیدرآباد میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے والد سے اور پھر مولوی سید عطا اللہ، مولوی سید نصرت، مولوی احمد علی سیالکوٹی اور مولوی احمد علی قندھاری سے صرف و نحو، طب وغیرہ کی تعلیم پائی، حضرت جیلانی صاحب پنجہ کش (شاگرد مظفر الدین خاں امیر یاور جنگ) سے خوشنویسی سیکھی، خط شفیعہ اور ثلث خوب لکھتے تھے، ۱۲۹۵ھ سے شعر کہنا شروع کیا، اپنے والد حضرت تصدیق ہی کو دکھلانے لگے، اعلیٰحضرت میر محبوب علیخاں بہادر کی چہل سالہ جوبلی کی تقریب میں باغ عام میں مشاعرہ ہوا تو آپ نے ایک قصیدہ سُنایا جس کا مطلع تھا،

گل ہیں خاموش یہ سنسان چمن میں کیا ہے بات کرتے نہیں غنچوں کے دہن میں کیا ہے

اس مطلع نے لوگوں کو چونکا دیا اور آپ کی شاعری رفتہ رفتہ شہرت پانے لگی،

حضرت توفیق خاموش اور منکسر المزاج، سیدھے سادھے بزرگ تھے، گوشہ نشینی میں شغل شعر گوئی جاری رکھا اور مرتے تک کبھی اپنا پروپگنڈا کیا اور نہ ایسے شاگردوں کو فراہم کیا جو پروپگنڈا کرنے والے ہوں،

ایک اردو اور ایک فارسی کا دیوان مکمل ہے، اور رباعیات کا ایک مجموعہ بھی، اُردو کا ایک دیوان (حد درجہ غلط) "فانوس خیال" کے نام سے طبع ہو چکا ہے اور رباعیات کا مجموعہ "صد پارۂ جگر" کے نام سے چھپ چکا ہے۔ طبع دیوان کے بعد کی کہی ہوئی غزلیں افسوس ہے کہ اب تک منظرِ عام پر نہ آسکیں، فانوس خیال باوجود غلط طبع ہونے کے اتنا مقبول ہوا کہ اب اس کا ایک ایک نسخہ بیس بیس روپیہ کو بھی دقت سے

ملتا ہے۔ حضرت توفیق کے شاگردوں کی تعداد بھی بہت ہی کم ہے کیونکہ اپنی فطری گوشہ نشینی اور منکسر مزاجی کی وجہ سے بہت کم لوگوں کو شاگرد کرتے تھے، اس وقت یوسف الدین تنویر، شہاب الدین توقیر، عبدالحکیم تدبیر، اللہ بخش توحیدی، اے، بی، ٹی آپ کے شاگردوں میں مشہور ہیں،

تجلی، کیفی، ناظم، ضامن وغیرہ آپ کے معاصر تھے مگر آپ نے ان حضرات سے کبھی چشمک نہیں کی اور ان سب بزرگوں کے ساتھ حد درجہ خلوص رکھا،

صدر محاسبی سرکار عالی سے ملازمتی تعلق تھا اٹسٹھ سال کی عمر میں ۱۶ ذیحجہ ۱۳۳۹ھ کو حیدرآباد میں انتقال کیا، فرقۂ مہدویہ کے رکن اور پیرزادے تھے، آپ کے فرزند سید امیر الدین توصیف نے آپ کے دیوان کو بہت محنت اور جانفشانی کے ساتھ غیر مطبوعہ کلام شریک کر کے دوسری بار چھپوایا ہے۔ مولینا تمکین کاظمی نے حضرت توفیق سے متعلق ایک بسیط مضمون رسالۂ نگار لکھنؤ بابتہ ستمبر ۱۹۳۳ء میں لکھا ہے۔ اس مضمون کے علاوہ اور کسی نے توفیق کی شاعری سے متعلق آج تک کچھ نہیں لکھا، حضرت توفیق دکن کے بہترین غزل گو شاعر تھے، آج سے پندرہ بیس سال قبل حیدرآباد میں صرف دو ہی شاعر تھے۔ ایک توفیق دوسرے کیفی اگر توفیق اپنے وقت کے میر تھے تو کیفی سودا دونوں کے کلام میں بھی ایسا ہی رنگ تھا جیسا کہ میر اور سودا کے کلام میں تھا، توفیق نے حیدرآباد کے علمی ہنگاموں میں دل چسپی نہیں لی، پارٹی بندی اور پروپگنڈا کر کے اپنے آپ کو "لسان العصر" مشہور کیا اور نہ "امیر الشعراء" خاموشی سے ایک کونے میں بیٹھے ہوئے شعر

کہتے رہے مگر ان کے شعر دل میں پیوست ہونے والے اور دماغ میں ہیجان پیدا کرنے والے، روح کو وجد میں لانے والے ہوتے تھے، غزل گوئی میں ان کے معاصرین میں کوئی بھی ان کے پایہ کا شاعر نہ تھا۔

خود مری وضع سنا دے گی انہیں حال مرا — میرا خاموش ہی رہنا مری گویائی ہے

پھر طور ہو تیری نگہ ہوش ربا ہو — بے ہوش ہوں موسیٰ کی طرح ہم تو مزا ہو

کون سوتے ہوئے فتنے کو جگائے توفیق — کون پوچھے کہ رہے رات کو سرکار کہاں

کر لی ہے ہم نے بھی مشقِ بیقراری ہائے شوق — دل کے صدقے میں ہمیں بھی کچھ تڑپنا آ گیا

داغِ حسرت، جوشِ ناکامی، ہجومِ اضطراب — ایک بے مہری سے تیری ہائے کیا کیا دل میں ہے

ایک دل ہی میرے پہلو میں سو وہ بھی صد چاک — لائقِ نذر نہیں قابلِ سوغات نہیں

میری بیتابی کی مشکل آپ آسان ہو گئی — بڑھ گیا دردِ دلِ بیتاب تو کم ہو گیا

مانا کہ ہوس کاری میں ای حرج نہ تھا ہم سا کوئی — بتلا کہ تیری کیا ہاتھ آیا تو نے جو ہمیں بدنام کیا

اچھا ہی ہوا ظالم مارا تری غفلت نے — ہم یوں بھی تو مر جاتے آخر کبھی مرنا تھا

کیا اور نہ تھیں راہیں گھر غیر کے جانے کی — کیا میرے ہی گھر پر سے آج انکو گزرنا تھا

حسرتِ مردہ نویدِ وصل سنکر جی اٹھی — موت کا پیغام اعجازِ مسیحا ہو گیا

میں اپنے اختصارِ مدعا سے خود پریشاں ہوں — نہ چھیڑ افسانہ اے طولِ ہوس زلفِ پریشاں کا

ہاں سچ ہے کہ بھیجا ہے کبھی تم نے کسی کو — ہاں سچ ہے کہ میرا ہی کہیں گھر نہیں ملتا

ہزار ہا پردۂ حیا میں بھی جلوہ گر حسنِ یار ہو گا — چھپے گا جتنا یہ راز سنکر اسی قدر آشکار ہو گا

لئے ہوئے چشمِ شوق میں ہم ہزار ہنگامۂ تماشا — انہیں امیدوں پہ جی رہے ہیں کبھی تو ظالم دوچار ہوگا
کیا ہو جو مدتوں تمسخر ہنسا ہو جو زندگی پہ برسوں — امید کیا مرگ پر ہمارے وہ سنگدل اشکبار ہوگا
لہو میں ڈوبے ہیں گل سراپا قلم سرِ شاخ ہوگی یکسر — چلیں گے وہ تیغِ ناز بنکر چمن میں خونِ بہار ہوگا
جو مر بھی جائینگے ہم تو ہم سے ہوائیں بچکر چلا کرینگی — نہ پھول بھڑکیں گے داغ بنکر نہ گل چراغِ مزار ہوگا

کبھی پردہ در رہوں میں راز کا کبھی ہوں میں پردۂ راز میں
کہ حقیقت اک مری مشترک ہے حقیقت اور مجاز میں
مری تہمتیں مجھے کھینچ لائیں فریب دیکے وگرنہ میں
وہ طلسمِ عالمِ راز ہوں کہ رہا ہوں مدتوں راز میں
وہ طلسمِ گمشدگی ہوں میں کہ فنا ہے اپنی بقا مجھے
میری خاموشی ہے نواگری میں نہاں ہوں پردۂ ساز میں

لُٹ گئے چمن میں ہم نازِ خندۂ گل سے — برق نے جلا ڈالا ہائے آشیاں اپنا

حیران ہوں یاالٰہی دونوں میں کس کو توڑ دوں — پیمانہ ہاتھ میں ہے پیالہ سامنے ہے

یوں تو مری پرسش کو احباب تمام آئے — پر کوئی نہیں آیا ایسا کہ جو کام آئے

توحید

سید اللہ بخش ——— فرقۂ مہدویہ کے پیرزادوں میں سے اور حضرت توفیق کے عزیزِ قریب ہیں، جامعہ عثمانیہ سے بی، اے اور علیگڈھ سے بی، ٹی کامیاب کیا ہے، نہایت اچھے شاعر ہیں، حضرت توفیق سے تلمذ تھا، پہلے تعلیمات میں مدرس تھے

اب کورٹ آف وارڈز کے منتظم ہیں،

قتل کرتے نہ تھے یوں تیغِ ادا سے پہلے — منہ چھپا لیتے تھے وہ اپنا حیا سے پہلے
درد کے بعد ہی راحت کا مزا ملتا ہے — لطف جب ہے کہ وفا بھی ہو جفا سے پہلے
ہو برا بے اثری کا کہ پہنچ جاتی ہے — درِ تاثیر پہ کمبخت دعا سے پہلے
قتل کا میرے نہ ہو جائے کہیں راز افشا — رنگ لو ہاتھوں کو تم رنگِ حنا سے پہلے



ثاقب

نجم الدین ـــــ بدایوں کے قاضیوں سے ہیں، مدت سے حیدرآباد میں قیام ہے، شعر خوب کہتے ہیں اُردو، فارسی دونوں زبانوں میں دیوان مکمل کر لیا ہے۔ حیدرآباد میں آپکے سیکڑوں شاگرد ہیں، ابتدأً ہز اکسیلنسی سر مہاراجہ بہادر صدر اعظم کے متوسل رہے، شاید اب بھی اسی ڈیوڑھی سے تعلق ہے کہنہ مشق، پختہ رنگ، نہایت پاک طینت، صاف دل اور شریف الطبع بزرگ ہیں، استادِ ظہیر کے شاگرد ہیں،

بڑھ چلی پھر خلشِ خارِ محبت دل میں — مدد اے گریہ نہیں ضبط کی طاقت دلمیں
دل سے دنیائے مصیبت ہے سراسر آباد — اور آباد ہے دُنیائے مصیبت دلمیں
کفر و اسلام کا مسکن ہے یہی خانہ خراب — حرم و دیر و کلیسا کی ہے وسعت دلمیں
اب نہ وہ ہم ہیں نہ وہ دل ہی نہ وہ عہدِ شباب — یاد ایام کہ تھا دردِ محبت دل میں

کہتے ہو پُر اثر تیری آہ و فغاں نہیں — لو خیر آج ہم نہیں یا آسماں نہیں
اُٹھ جاؤں کوئے یار سے وہ ناتواں نہیں — افتادہ بخت ہوں کوئی عمرِ رواں نہیں
در پر تمہارے روکنے والا مرا اگر — ہے بھی تو پاس وضع ہی کچھ پاسباں نہیں
کہہ دیگی صاف صاف تیری شرمگیں نگاہ — جو راز چشمِ شوق سے میرے عیاں نہیں

ہیں اگر دیر و حرم سجدہ گہ خلق تو ہوں — اب نہ وہ سر نہ وہ سودا ہے جبیں سائی کا
ہاتھ کانوں پہ نہ رکھ دیکھ لے مُنہ دفن کو تیت — خاموشی کام نہ دیگی مری گویائی کا

جامی

خورشید احمد ——— خوش فکر نوجوان ہیں، نظم اچھی کہتے ہیں، غالباً جامعہ عثمانیہ میں تعلیم پا رہے ہیں،

گھنے درختوں کا سایہ سکوتِ پرتوِ راز — فسونِ شام میں افسانہ ہائے سوز و گداز
خموش پل سے ندی کے کوئی گزرتا ہے — کہیں چراغ کسی جھونپڑے میں جلتا ہے
کچھ عورتیں کہیں اپنے گھروں کو جاتی ہیں — فسردہ شام کا غمگین گیت گاتی ہیں
شگفتہ پھول سیاہی میں منہ چھپاتے ہیں — کہیں چراغ ستاروں کے جھلملاتے ہیں
طیور اپنے سنہری پروں کو پھیلائے — ہوائے سرد کی سرشاریوں میں لہرائے
خموشیاں سرِ کہسار کیف کا عالم — سنا رہے ہیں محبت کا نغمہ پیہم
فلک پہ ابر کے اڑتے ہوئے سفینے ہیں — شفق کی گود میں بکھرے ہوئے نگینے ہیں
نظر کے سامنے پھیلی ہوئی حسین دنیا — تصورات کے رنگین خواب ہیں گویا

جاوید

مصطفیٰ احمد قریشی ——— دکن کے رہنے والے ہیں ۱۳۲۰ف میں محبوب نگر میں پیدا ہوئے، ازل سے تلمذ ہے، شعر خوب کہتے ہیں، مسلم یونیورسٹی میں تعلیم پا رہے ہیں،

سبق آموز عبرت ہے جہانیں داستاں میری ۔۔۔ میں ہمراز فنا ہوں اور فنا ہے رازداں میری

میں بلبل ہوں تلاشِ گل میں ہر سو خاک مرتی کی ۔۔۔ بگولہ بنکے اڑتی ہے چمن میں باغباں میری

رہا کردے مجھے صیاد تو اس قید سے ورنہ ۔۔۔ قفس کو پھونک دیگی برق بنکر خود فغاں میری

جدت

خواجہ محی الدین ——— حیدرآباد کے قدیم اور شریف خاندان سے تھے، فارغ التحصیل اور امتحان وکالت میں کامیاب تھے ابتداً وکالت کی پھر کوتوالی بلدہ کے صدر امین ہو گئے تھے علم دوست اور شاعر تھے معلم العلوم کے نام سے ایک رسالہ بھی جاری کیا تھا، وجودی صاحب کے بھائی تھے ۱۳۳۳ھ میں انتقال کیا،

صدمے لاکھوں ہیں الم لاکھوں مصائب لاکھوں ۔۔۔ اور میں ان کے مقابل میں خدایا تنہا

ہم اپنے آپ دشمن ہیں زمانے کی خطا کیا ہے ۔۔۔ گھٹی قدر شرافت جب شریفوں کا چلن بگڑا

حد سے بڑھتی نہ اگر مہر و محبت اپنی ۔۔۔ نام بدنام نہ ہوتا کبھی میرا تیرا

جذب

راگھو نیدر راؤ ——— قصبۂ عالم پور ضلع رائچور کے رہنے والے ہیں، مادری زبان



راگھویندر راؤ - جذب

کنڑی ہے مگر اردو سے خاص دلچسپی ہے۔ فارسی سے بھی واقف ہیں، وکالت کرتے ہیں، چالیس سال کے قریب عمر ہے، فطرتاً صوفی واقع ہوئے ہیں، چونکہ تصوفِ اسلام اور ہندو ویدانت کا مطالعہ خوب کیا ہے۔ اس لئے تصوف آمیز رباعیات اچھی کہتے ہیں، بلکہ ویدانت اور تصوف کو ملا کر کچھ ایسے نمک پارے تیار کرتے ہیں جو سب کے لئے چٹخارے دار ہوتے ہیں، یوں تو حیدرآباد میں رباعی کہنے کے مدعی بہت سے ہیں مگر حق یہ ہے کہ پنڈت جی کی رباعی حقیقتاً رباعی ہوتی ہے۔ آپ کے ننّو رباعیات کا مجموعہ "رباعیاتِ جذب" کے نام سے نظامی پریس لکھنؤ سے پیوستہ سال شائع ہو چکا ہے۔

اشراف سے کم ظرف نہ پیدا ہوگا
اچھا ہے جو بیج پھل بھی اچھا ہوگا
کیا کہتے ہو اے جذب یہ ان ہونی بات
معدن میں گُہر کے ساتھ شیشا ہوگا

کر جاتی ہے تاثیر بروں کی صحبت
یعنی کہ بگڑ جاتی ہے اچھی خصلت
ملتے ہی سمندر میں وہ کھارا ہوگا
گنگا کا وہ پانی جو ہے میٹھا شربت

جو فال دل آزار ہو اس فال سے بچ
جس چال میں ہو فریب اس چال سے بچ
اُٹھ اور کمر یادِ خدا پر کس لے
عالم ہے اگر تو تو بد اعمال سے بچ

کہلاتا ہو اے جذب تمہیں نیک اگر
پیدا کرو آپ میں تم اوصافِ شجر
دیکھو خود دھوپ میں کھڑا رہتا ہے
اوروں کو مگر دیتا ہے سایہ و ثمر

گاتے ہیں جو اتفاق کا ملکر راگ
بے شبہ انہیں کے جاگتے ہیں بھاگ
اے جذب وہ جلکے راکھ ہو جائیگا
جس ملک میں پھوٹ کی سلگتی ہے آگ

اس میں نہ پھنسو کیونکہ ہے دنیا دلدل . اور اتنے نہ کھاگو کہ لبا وُ جنگل

سب میں رہو اور سب سے جدا تم ای جذب مرشد نے کیا ہے یہ معمہ یوں حل

جلیل

محمد اسمٰعیل —— عثمانیہ کالج ورنگل کے قدیم طالب علم ہیں، شعر خوب کہتے ہیں، نعت کی طرف زیادہ میلان ہے،

دلِ سوزاں تھا آشفتہ جو انوارِ محمد کا فرشتہ بن گیا پروانہ میری شمعِ مرقد کا

کثافت کو جلا دیتی ہے تیزی نورِ عرفاں کی تجلی جس کو کہتے ہیں وہ سایہ ہے محمد کا

گنہگاروں کے سر پر ابرِ رحمت بنکے ٹھیرا ہے نظر آتا نہیں اسواسطے سایہ ترے قد کا

جلیل

حافظ جلیل حسن نواب فصاحت جنگ بہادر —— مولوی حافظ عبدالکریم صاحب کے فرزند ہیں، ۱۲۸۳ھ میں مانک پور یوپی میں پیدا ہوئے، وہیں تعلیم و تربیت پائی اور کلام مجید حفظ کیا، حضرتِ امیر مینائی سے تلمذ اختیار کیا تو حضرت امیر نے لٹریری سکریٹری کی حیثیت سے اپنے ساتھ رکھ لیا، چنانچہ آپ نے ان کے انتقال تک رفاقت کی، ۱۳۱۸ھ میں حضرت امیر کے ساتھ حیدرآباد آئے اور یہیں رہ گئے ۱۳۲۷ھ میں حضرت بندگانعالی نے پانچسو روپئے ماہوار مقرر فرمائی اور اپنی اُستادی کی عزت سے سرفراز فرمایا اس کے بعد بہت سرفرازیاں ہوتی رہیں اور بہت اضافے ہوئے، حضور بندگانعالی نے فصاحت جنگ خطاب سے بھی سرفراز فرمایا،

نہایت جادو بیاں، پختہ مشق اُستاد ہیں، تمام اصناف سخن پر عبور ہے۔ اپنے عہد کے اساتذہ میں شمار ہوتا ہے اب ماشاءاللہ سے ساٹھ سال سے زاید عمر ہے مگر پھر بھی طبیعت جوان ہے،

حضور بندگان عالی کی شاعری پر حضرت جلیل نے کیا اچھا تبصرہ کیا ہے،

کلام خسروی کیونکر نہ دُنیا سے نرالا ہو　　　سر شہ یکتا کا ہر مضمون یکتا ہو ہی جاتا ہے
خدا رکھے جہاں دو گل کھلائے طبع رنگیں نے　　　گلستاں، بوستاں کا رنگ پیدا ہو ہی جاتا ہے
زباں پر طوطیٔ ہندوستاں کو وجد آتا ہے　　　بیاں پر بلبل شیراز شیدا ہو ہی جاتا ہے
قلق کو داغ، آتش کو جلن، جامی کو بیہوشی　　　صبا کو بیکلی، سودا کو سودا ہو ہی جاتا ہے
بجا ہے سامعین کا شکل قمری نعرہ زن ہوتا　　　کہ اک اک شعر موزوں سرو رعنا ہو ہی جاتا ہے
زمین سخت میں بھی معنیٔ روشن نکلتے ہیں　　　صدف میں دُر، حجر میں لعل پیدا ہو ہی جاتا ہے
بناوٹ کی ضرورت کیا تصنع کی ہی حاجت کیا　　　طبیعت ہو جو بانکی شعر بانکا ہو ہی جاتا ہے

رخ پہ قائم مری نظر نہ ہوئی　　　دید جاناں ہوئی مگر نہ ہوئی
ٹوٹ کر کب شراب کی بوتل　　　لخت دل پارۂ جگر نہ ہوئی
گرچہ شب بھر کھلی رہیں آنکھیں　　　نیند کی شکل جلوہ گر نہ ہوئی

رندوں کو غم بادۂ گلفام نہیں ہے　　　آنکھیں تو ہیں ساقی کی اگر جام نہیں ہے
چلنے کی اجازت ہے فقط تیغ رواں کو　　　قاتل کی گلی رہگذر عام نہیں ہے
کیا جانئے گیا لے گئے کدھر ناوک قاتل　　　سینے میں خلش ہے دل ناکام نہیں ہے

کچھ دام و قفس پر نہیں موقوف اسیری — بلبل کے لئے کیا رگِ گل دام نہیں ہے

ضبطِ نالے سے آج کام لیا! — گرتی بجلی کو میں نے تھام لیا

پائے ساقی پہ توبہ ٹوٹ گئی — ہاتھ میں اس ادا سے جام لیا

دیکھ لی اس نے کسکی قبر **جلیل** — چلتے چلتے جگر کو تھام لیا

جمال

سید محمد جمال الدین حسین خاں —— خلف نواب قیام جنگ غضنفر الدولہ مرحوم نواب کلیانی، حیدرآباد کے قدیم امراء کے خاندان سے ہیں اور شعر اچھے کہتے ہیں،

جنونِ عشق میں دامان و جیب کا کیا ذکر — کہ چاک مثلِ گریباں تھی آستیں برسوں

جب سے دیکھا ہی تمہے حسن دل افروز کا حال — اور دل اور کلیجہ ہے تمنائی کا

جمیل

میر تراب علی —— خوش گو شاعر ہیں، کبھی کبھی مشاعروں کے گلدستوں میں آپکا کلام نظر آتا ہے،

ہے یہ دہشت کہیں امروز نہ فردا ہو جائے — ورنہ فردا کی نہیں نام کو دہشت دل میں

آپ کے جاتے ہی اندھیر سا چھا جاتا ہے — آپ کے آتے ہی آجاتی ہی ہمت دل میں

رنج ہے درد ہے سوزش ہی خلش ہے بہم — کیا کہوں کس سے کہوں کیا ہے مصیبت دلمیں

جنوں

نذیر حسین صدیقی —— حیدرآباد کے رہنے والے اور نہایت قابل بزرگ ہیں،

معتمدی فینانس کے منتظم ہیں، بڑی اچھی طبیعت پائی ہے کہنہ مشق شاعر ہیں شعر کم کہتے ہیں مگر خوب کہتے ہیں،

تسکین اضطراب کا ساماں نہ ہوسکا | پایانِ شوق شوق کا پایاں نہ ہوسکا
میری نگاہِ شوق میں کھنچ کھنچ کے بھر گیا | تصویر کا وہ رُخ جو نمایاں نہ ہوسکا
بے اذنِ دوست دل متبسم ہو کس طرح | بے حکمِ حُسن غنچہ بھی خنداں نہ ہوسکا
دل میں ہجوم شوق تھا لب پر سکوتِ شوق | اظہار حالِ دل کسی عنوان نہ ہوسکا

جوہر

سید محمد —— حیدرآباد ہی میں پیدا ہوئے یہیں زندگی بسر کی اور یہیں سپردِ خاک ہوئے، مدرسۂ نظامیہ میں تعلیم پائی تھی، نہایت عسرت اور بیکسی میں زندگی بسر کی، چونکہ خود منتشر المزاج تھے اسلئے کلام بھی منتشر رہا،

حضرت سید محمد حسین خلیق حیدرآبادی کے شاگرد تھے، تخمیناً تیس سال کی عمر میں انتقال کیا،

ہم اب تو ان کے عشق میں بدنام ہو چکے | اچھا ہوا بُرا ہوا جو کچھ ہوا ہوا

شرابِ آتشیں نے خاک کر ڈالا جگر اپنا | جلا ہے گرم پانی سے خدا کی شان گھر اپنا
نظر آیا نہ ہمکو خواب میں بھی عیش کا ساماں | رہا چرخِ ستم پیدا مخالف عمر بھر اپنا
نہ پوچھو حال تم افتادگانِ راہِ الفت کا | زمیں ہے فرش انکا چرخِ نیلی فام چادر ہے

تم جو یکتا ہو ستم میں، جور میں، بیداد میں
میں بھی کیا کم ہوں فغاں میں، آہ میں، فریاد میں

دن وہی اچھا ہے جوہرؔ جو کٹے فریاد میں
رات وہ اچھی ہے جو گزرے کسی کی یاد میں

ایک وہ ہیں بھول کے سوتے ہیں ہمکو چین سے
ایک ہم ہیں تارے گنتے ہیں کسی کی یاد میں

جوہر

تلجارام ——— حیدرآباد کے رہنے والے تھے، ستمسان کر گنٹہ کے ناظم عدالت تھے شعر بھی اچھے کہتے تھے معلوم نہیں اب کہاں ہیں،

پھول جھڑتے ہیں تری منہ سے بوقت تقریر
گفتگو میں تری ہم نے چمنستاں دیکھا

جب سے دیوانہ ترا قید سے مر کر نکلا
پھر نہ آباد کبھی خانۂ زنداں دیکھا

ہوں وہ شوریدۂ قسمت کہ نہیں کچھ بنتی
کبھی دل سے نہ نکلتا ہوا ارماں دیکھا



چاق

محمد عبدالرزاق ـــــ گلبرگہ شریف کے باشندے تھے، عربی، فارسی سے واقف اُردو کا ذوق رکھتے تھے، نہایت خوش مزاج، رنگین طبع اور زندہ دل بزرگ تھے، عمر خاصی تھی مگر طبیعت جوان پائی تھی، حضرتِ تجلّی سے مشورہ کرتے تھے تقریباً چھ سال ہوئے کہ انتقال کیا،

امرِ رب ہے روح میری میں ہوں شہباز قدم — عرش گاہِ کبریا ہے آشیاں مجھ زار کا
یہ رونق نہ گل سے نہ گلشن سے ہے — بہارِ چمن ان کے جوبن سے ہے
دمِ مے کشی کیوں نہ ہوں اشک ریز — مزا بادہ خواری کا ساون سے ہے
ٹپکتی ہے مے چشمِ گلرنگ سے — صراحی کا انداز گردن سے ہے

چچا

سید اسحٰق ـــــ دہلی کے رہنے والے تھے ابتدأً اول تعلقداری ضلع رائچور

میں ملازم ہوئے، پھر باب حکومت میں منتقل ہو گئے پچاس ایک سال کی عمر پا کر تقریباً چھ سال ہوئے کہ انتقال کیا، نکا یہ شعر بڑے اچھے کہتے تھے،

مجلس شعر میں سب کامل و عاقل آئے
ہم بھی لکھے نہ پڑھے نام کے فاضل آئے

بس سمجھ لو کہ بڑی خانہ خرابی کی بنا
کسی احمق کا کسی پر جو کبھی دل آئے

میں جو بی اے میں ہوا فیل تو کیا غم ہے چچا
عشق بازی میں تو نمبر مرے فاضل آئے

چشتی

حکیم محمود صدیقی ——— بمبئی میں مطب کرتے ہیں، اور شعر بھی کہتے ہیں حالات معلوم نہ ہو سکے۔

کیا خوب مری ہو گئی گل شمع شبستاں
سرسبز گلستاں کو صبا کر کے چلی ہے

مقتل میں کھلیں کیوں نہ تری تیغ کے جوہر
پہلے میرا سر تن سے جدا کر کے چلی ہے



ح

حامد

میر حامد علیخاں ــــــ نواب صولت جنگ بہادر عابد مرحوم کے فرزند ہیں،

اک ترا دل ہے کہ ہوتا نہیں آہوں کا اثر
ہوئے پتھر تو پگھل کر دہیں پانی ہو جائے

جسکے دلمیں نہ ہو آنکھوں میں نہو جلوۂ یار
دل وہ برباد ہو اور آنکھ وہ کالی ہو جائے

حامد

حامد محی الدین قریشی ــــــ نظامت کوتوالی اضلاع میں ملازم ہیں، استاد جلیل سے تلمذ ہے، شعر خوب کہتے ہیں، طبیعت اچھی پائی ہے،

ہو خبر اس کشمکش میں یا رب بیاں اُنسے کیا ہو مطلب
سنبھل سنبھلکر بگڑ رہے ہیں بگڑ بگڑ کر سنبھل رہے ہیں

لذت جو درد کی تھی فغاں سے نکل گئی
دل کی بھڑاس تھی کہ زباں سے نکل گئی

قسم خدا کی کہ میرے آگے نہ دیکھا اس طرح آئینہ تم
نظر سے حسرت ٹپک رہی ہو کسی کے دل کی اُمنگ ہوکر

میں تم پہ جان دیتا ہوں تمہیں باور نہیں آتا
یہ دنیا ہے کہو تم کس کا دل کس پر نہیں آتا

حامد

احمد سعید ــــــ حیدرآباد کے خوش فکر نوجوانوں میں سے تھے، عرب خاندان سے تعلق تھا مگر اُردو شعر خوب ہی کہتے تھے، حضرت کیفی سے تلمذ تھا ۱۳۴۶ھ میں انتقال کیا،

نہ نکلیں اشک اے دل زیر خنجر دیدۂ تر سے
شہادت تو اُسی کی ہی جو پانی کیلئے ترسے

کم از کم میکشو اتنا اثر پیدا تو ہو تم میں
جہاں آئے خیال میکشی بارش وہیں برسے

خدا کی شان دیکھو! جرم اظہار محبت پر
گلا کٹتا ہے کسکا؟ میرا! کس سے؟ تیز خنجر سے

پیار کی باتیں کرو کچھ ڈھب نکالو پیار کا
چار سے ملنا ہو تو سیکھو طریقہ چار کا

ساقی بنے اگر تو وہ انقلاب ہوگا
مے پانی پانی ہوگی پانی شراب ہوگا

جب دیکھنے کے قابل تیرا شباب ہوگا
خود تجھکو اے ستمگر تجھ سے حجاب ہوگا

حبیب

سید حبیب اللہ بیابانی ــــــ دکن کے مشہور بزرگ حضرت افضل بیابانی رح کی اولاد سے ہیں، حیدرآباد میں وکالت کرتے اور شعر بھی کہتے ہیں، فکاہیات سے دلچسپی ہے،

میری طرف سے اسکو عبث سوئے ظن ہوا
مجھکو یقین ہے کہ عدو رخنہ زن ہوا

سُنتے ہیں استغاثہ ضرر کا ہوا ہے پیش
جھگڑا عدو سے کل جو سر انجمن ہوا

نگرانی تھی کہ سلسلۂ دورے چلے
اس ضابطے میں غیر نہ کچھ رخنہ زن ہوا

احکام قید ہوتے ہیں ڈگری میں نقد کی
قرضہ کا لینا باعث رنج و محن ہوا

حزیں

شعیب احمد —— جامعہ عثمانیہ کے قدیم طالب العلم اور اچھے شاعر ہیں، نظم خوب کہتے ہیں، ایک نظم "ایک یادگار رات" کے چند شعر یہ ہیں،

سنہری گرمیوں کی رات تھی خاموش تھی دنیا پیامِ حسن سننے کو سراپا گوش تھی دنیا
مگر خاموشی کامل میں اک کیفِ ترنم تھا ادھر فطرت کے ہونٹوں پر نمایاں اک تبسم تھا
یہ مکسن کے نازک ہاتھ میں زریں پیالا تھا زمانے بھر میں جس سے مستیوں کا بول بالا تھا
فلک سے نور گرتا تھا زمیں پر چاندنی بنکر برستا تھا دلِ عالم پہ کیفِ بیخودی بن کر
یکایک ایک نالے نے یہ کیفیت بدل ڈالی سکوتِ شب کی وہ نازک کلی گویا مسل ڈالی
کسی نے سسکیاں لیں رات کی بیہوش محفل میں کسی نے جوگ چھیڑا حسن کی خاموش محفل میں
بلا کا درد تھا لے میں غضب کا سوز پنہاں تھا فضا کی وسعتوں میں ایک شعلہ سا پریشاں تھا
جو ذرے سو گئے تھے وہ بھی سارے تلملا اٹھے جو بالکل بیخبر تھے وہ ستارے تلملا اٹھے
فضا میں کھو گئی آواز تھراتی ہوئی غم کی بہا کر رہ گئیں خاموشیاں اقصائے عالم کی
مرے دل میں مگر وہ دکھ بھری فریاد ہے اب تک وہ درد انگیز لے وہ جوگ مجھکو یاد ہے اب تک

حسرت

سید محمد عبد القدیر —— حیدرآباد کے قدیم اور اہل علم خاندان کے بزرگ ہیں، جامعہ عثمانیہ کے پروفیسر تھے حال ہی میں وظیفہ پر سبکدوش ہوئے ہیں، عالم و فاضل ہونے کے علاوہ شاعر بھی اچھے ہیں، آپ کے کلام کے کئی ایک مجموعے شائع ہو چکے ہیں، فارسی خوب

کہتے ہیں،

ہمکو بھی حسن پرستی کا ہمیشہ سے ہی شوق | شوق ہے انکو ہمیشہ سے خود آرائی کا
باہر آؤ تو میں صورت کی بلائیں لیلوں | کیسے ناقدر ہو کیا شوق ہے تنہائی کا

حسرت

سید محمد ذکر اللہ ——— یو پی کے باشندے اور مشائخ گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں، محکمہ کروڑگیری میں ملازم تھے، چار سال ہوئے کہ وظیفہ حسنِ خدمت پر سبکدوش ہوئے ہیں، حیدرآباد کو وطن بنالیا ہے۔ شعر بھی خوب کہتے ہیں،

الہی سلامت رہے حشر تک | مزا انکی الفت کا دشمن سے ہے
جوانی کے آتے ہی کھل جائے گی | طبیعت میں جو بات بچپن سے ہے
وہ کیوں فاتحہ پڑھنے آتے یہاں | انہیں کیا غرض میرے مدفن سے ہے

حسرت

میر غلام محی الدین خاں ——— طبیعت اچھی پائی ہے۔ مشاعروں میں عموماً پڑھتے ہیں،

قتل کے بعد ہو کیوں دستِ تاسف ملتے | کارِ عاقل نہیں آخر میں پشیماں ہونا
لاکھ سر ہوں گے قلم سیکڑوں بسمل ہونگے | اک غضب ہے تری شمشیر کا عریاں ہونا

حسن

حسن نواز جنگ بہادر ——— (مرزا ابوالحسن) نواب ماہر الدولہ بہادر کے

کے عہدے پر فائز ہیں، نہایت خلیق، ملنسار، نیک نفس، پاکیزہ مذاق شاعر ہیں، کبھی کبھی شعر کہتے ہیں مگر خوب کہتے ہیں۔

سالِ نو جلوہ نما ہے گل و گلزار بھی ہے
دل عقیدت سے شہنشاہ کے سرشار بھی ہے

عندلیبانِ چمن نغمہ سرا ہیں ہر سو
رحمتِ حق سے اٹھا ابرِ گہربار بھی ہے

گلشنِ شاد میں ہے جلوہ فگن نیلوفر
تاجِ خسرو میں منوّر درِ شہوار بھی ہے

نام عالم میں ہے روشن یہ عطا ہے حق کی
علم و حکمت کے سوا طالع بیدار بھی ہے

حسن الدین

میر حسن الدین —— جامعہ عثمانیہ کے قدیم طالب العلم اور بی، اے ایل ایل، بی ہے۔ وکالت کرتے ہیں، ادب کا ذوق بہت بلند ہے۔ سیاسیات سے بھی خاصا لگاؤ ہے، فلسفہ آپ کا موضوع رہ چکا ہے۔ نہایت اچھے شاعر ہیں، نظم خصوصاً بڑی اچھی کہتے ہیں، آپ کی کئی ایک تصانیف چھپ چکی ہیں۔

نغمہ

کارواں انجم کا لیکر ماہ بھی رخصت ہوا
آمدِ خورشید سے دروازۂ مشرق کھلا

آسمانِ پیر پر آنے کو ہے عہدِ شباب
چہرۂ مشرق پہ گلگونہ ملے گا آفتاب

یہ نسیمِ صبح بھی ہونے لگی ہے بیقرار
رقص کرتی ہے گل و لالے پہ جا کر بار بار

صبحدم اک مطربِ خوشگو کنارِ جوئبار
نغمہ پیرائی سے مجھکو کر رہا ہے بیقرار

زندگی کی لہر دوڑا دی تنِ بے جان میں
اک تڑپ سیماب کی سی ڈالدی وجدان میں

تنگ جب ہنگامۂ ہستی سے ہو جاتا ہے دل
صدمۂ پیہم سے جسدم سخت گھبراتا ہے دل

اک ترنم میں تسلی کس قدر پاتا ہے یہ
قیدِ افکار سے آزاد ہو جاتا ہے یہ

لذت اسکی جانتا ہے آشنائے درد ہے
قیمت اسکی کچھ نہیں بس اک آہِ سرد ہے

نغمہ سینے میں مرے مدت سے اک بیتاب تھا
سازِ دل کیواسطے پر عشق ہی مضراب تھا

ہر صدا محبوب کی فردِ متاعِ ہوش ہے
پیار کی نیچی نظر بھی نغمۂ خاموش ہے

حسن

علی حسن ——— شعر خوب کہتے ہیں، مشاعروں میں اکثر پڑھتے ہیں،

اس کو پڑھوا ہی دیا اپنی وفا کا کلمہ
سخت دشوار تھا کافر کا مسلماں ہونا

برق کی سی تھیں ادائیں تری ادل ادل
یاد ہے ہمکو وہ چھپ چھپ کے نمایاں ہونا

بڑھ گئی جامِ شہادت کی تمنا کیا کیا
عید کا چاند ہوا تیغ کا عریاں ہونا

موجبِ فخر ہے تجھے قیس تری عریانی
باعثِ ننگ ہے مجھے چاکِ گریباں ہونا

حشمت

محمد حبیب علیخاں ——— حیدرآباد کے رہنے والے اور بڑے اچھے شاعر ہیں،

لو مبارک ہو کہ آئی ہے بہارِ جوبلی
دشت و در حشمت بنے ہیں لالہ زارِ جوبلی

نغمۂ بلبل ہے گویا کیف آگیں نشاط
ہے نمایاں چشمِ نرگس سے خمارِ جوبلی

نقرئی ہر موج ہے ہر لہر گویا زر نگار
ہو رہی ہے رودِ موسیٰ ہمکنارِ جوبلی

حقیر

غلام دستگیر ——— ایک زمانہ میں سنٹرل جیل گلبرگہ کے داروغہ تھے اب بھی کسی جیل ہی سے متعلق ہیں، شعر خوب کہتے ہیں،

کیا قیامت خیز عالم ہے تری رفتار کا — حشر برا اک حشر ہے فتنہ پہ فتنہ ہے بپا
جو لپٹا ہوا تیرے دامن سے ہے — وہی خون اک روز لائے گا رنگ
فضیلت ہر اک کو ہر اک فن سے ہے — نہیں ہے زمانے میں کوئی حقیر

حکیم

حکیم حیدر علیخاں ——— ابن قاسم علیخاں، منصبدار اور خوشگی پٹھان تھے، اُستاد ظہیر سے تلمذ تھا، اچھے طبیب تھے، مطب خوب چلتا تھا، اچھے شعر کہتے تھے ۱۳۴۵ھ میں انتقال کیا۔

حسین شوخ طرحدار مہ لقا کوئی — نہیں ہے آپ سا دنیا میں دوسرا کوئی
بلا میں قہر میں آفت میں مبتلا کوئی — نہ ہوگا مجھسا زمانے میں یا خدا کوئی
خطا معاف مجھی کو تو لوگ کہتے ہیں — ستم شعار کوئی اور بے وفا کوئی
نگاہ لڑتے ہی دونو کا دل ہوا مائل — قصور اسمیں نہ میرا نہ آپ کا کوئی

رباعی

سب اہل جہاں سے میری دوری ہو جائے
دربار میں احمد کے حضوری ہو جائے
دم روضۂ اقدس پہ نکل جائے حکیم
یا رب یہ تمنا میری پوری ہو جائے

حکیم

اورنگ آباد کے رہنے والے اور مولینا محوی لکھنوی کے شاگرد ہیں، شعر خوب کہتے ہیں،

معاذ اللہ! انکل سکتا ہی اب کیا دلکی ہستی ہے
دل وحشی کو زلف یار کی زنجیر کستی ہے

بلندی اک کسوٹی، اک کسوٹی شان پستی ہے
متاع آدمیت آکے ان دونو نپہ کستی ہے

سنبھلکر جلوہ گاہ ناز میں ای دل قدم رکھنا
حکومت شمع کی ہی اور یہ پروانونکی بستی ہے

نگاہ التفات دوست کی قیمت کہاں ممکن
اگر دونوں جہان دیکر بھی ملجائے تو سستی ہی

میرے آباد دلکو یوں نہ کر برباد اے ظالم
یہ امیدوں کی دنیا ہے تمناؤں کی بستی ہے

حکیم اس معرض ہستی میں وہ ناکام الفت ہوں
میری بگڑی ہوئی تدبیر پر تقدیر ہنستی ہے

حکیم

دلدار علی ——— والاجاہی خاندان کے چشم وچراغ اور حکیم امانت علی صاحب مرحوم کے فرزند ہیں، نظم ونثر دونوں خوب لکھتے ہیں آجکل سر حیدر نواز جنگ بہادر صدر اعظم دکن کی سوانح حیات کارنامۂ حیدری کے نام سے مرتب کر رہے ہیں،

ای لحد! ہے مسکن آسائش وآرام تو
مطمئن رکھتی ہے مہمانوں کو صبح وشام تو

کون ہی وہ جسکو اس گھر کا مکیں بننا نہیں
کون ہے وہ جسکو پیوند زمیں بننا نہیں

تو تخیل سے الگ اک پردۂ ظلمات ہے
صبح ہونی غیر ممکن ایسی لمبی رات ہے

زیست کی مے پینے والا اس جگہ مدہوش ہی
دم بخود ہی بولنے والا یہاں خاموش ہے

روندتے پھرتے ہیں جو قبریں غرور وناز سے
ہنس رہی ہے موت انپر کس عجب انداز سے

حلم

جمال الدین خاں صادق جنگ بہادر ـــــ حیدرآباد کے قدیم بزرگ تھے مدت تک حضور بندگان عالی کے اے، ڈی، سی رہے ۱۳۴۷ھ میں انتقال کیا، اردو شعر اور بھاشا میں ٹھمریاں خوب کہتے تھے، "پریت کی ریت" کے نام سے ٹھمریاں طبع ہو چکی ہیں، کوئی دیوان شائع نہیں ہوا،

کہتے ہو کہ داغ دلِ سوزاں نہیں دیکھا ۔۔۔ کیا تم نے چراغ تہ داماں نہیں دیکھا
جب پانوں پڑے ہے دامنِ صحرا ہوا پرزے ۔۔۔ جب ہاتھ اٹھے اپنا گریباں نہیں دیکھا
حسرت ہی کہیں بیکسی و یاس کہیں ہے ۔۔۔ کس کس کو سرِ گورِ غریباں نہیں دیکھا
مومن بھی تجھے دیکھ کے ہو جاتے ہیں کافر ۔۔۔ ایسا کوئی غارت گرِ ایماں نہیں دیکھا

ادہر آنکھیں ملیں اور دل ادہر جاتا رہا اپنا ۔۔۔ حسینوں کی نگاہوں میں غضب کی تیز دستی ہے
خدا محفوظ رکھے ان تو نکی زلفِ پیچاں سے ۔۔۔ نہیں پھر مانگتا پانی یہ ناگن جسکو ڈستی ہے

رندِ مشرب جانتے ہیں بیخودی ہی کو کمال ۔۔۔ گر کمال اپنا جو پوچھو آپ میں آنے میں ہے
موت کا جو کچھ مزا ہے زندگی کے ساتھ ہے ۔۔۔ زندگی کا لطف سچ پوچھو تو مرجانے میں ہے

حلمی

حکیم محمد عباس آفندی ـــــ خوش گو شاعر ہیں، حیدرآباد کی شعری فضا میں آپ سے خاصی چہل پہل رہتی ہے، شعر بھی خوب کہتے ہیں،

ملا کسی کو نہ میرا پتہ کہیں برسوں ۔۔۔ ہوا نہ ان کو مری موت کا یقیں برسوں

اندھیری قبر میں کیا اسکو نیند آئے گی ہو جس کے پیشِ نظر زلفِ عنبریں برسوں

صبح ہونے کو ہے سو جا دلِ ناداں سو جا لوریاں دیتے ہیں کب سے شبِ ہجراں سو جا
تجھ کو پیراہنِ یوسف کی قسم دیتا ہوں سو جا سو جا اے مرے چاکِ گریباں سو جا
تیرے رونے سے ہوا اہلِ محلہ بیزار تجھپہ قربان مرا عیش مری جاں سو جا
شبِ دیجور بھی روتی ہے ترے رونے پر صبح کو ہوگا ترے درد کا درماں سو جا
قبر میں رکھ کے وہ کہنے لگے مجھ سے حلمی حشر تک چین سے اے بے سروساماں سو جا

جنازہ پر ہمارے آہ کیا باندھا گیا سہرا دلہن بنکر چلی ہے نوجوانی دیکھتے جاؤ

حیدر

سید حیدر پاشا ——— کو توالی اضلاع سے ملازمت کا تعلق تھا مگر اب شاید کسی جاگیر میں منتقل ہو گئے ہیں، شعر خوب کہتے ہیں،

بے کسی، صدمۂ فرقت، شبِ تنہائی ہو آپ ہی کہئے کہاں تک ہو طاقت دلمیں
غیر اور میرا مقابل ہو خدا کی قدرت آپ ابھاریں گے مگر ہو بھی تو ہمت دلمیں
میں کوئی غیر نہیں تجھپہ جفائیں کیسی تم عدو تو نہیں پھر کیوں ہو عداوت دلمیں
حیدر اس روز سے سب تاب و تواں بیٹھ گئی اُٹھنے جس دن سے لگا دردِ محبت دلمیں

خ

خالد

سیف اللہ خاں ـــــ حکیم رحیم اللہ خاں مرحوم کے فرزند ہیں آپ کے اجداد عرب کے یافعی قبیلہ سے تھے ارکاٹ کے نوابوں نے انہیں خان کا خطاب دیا تھا جو اب آپ لوگوں کے جزو نام ہو گیا ہے، آپ ۲۵ محرم ۱۳۲۲ھ کو تولد ہوئے حیدرآباد ہی میں تعلیم پائی اور شعر کہنے لگے، سید یحییٰ قدر سے تلمذ ہے،

ہم نہ دنیا میں کسی سے آجتک دب کر ملے ۔۔ جو کھنچا ہم سے کھنچے اور جو ملا بڑھ کر ملے
جب ملے غیروں سے تم اخلاص سے ہنسکر ملے ۔۔ جب کبھی مجھ سے ملے بدلے ہوئے تیور ملے

یہ خریدار ہے اپنے ہی خریداروں کا ۔۔ دل طلبگار ہے خود اپنے طلبگاروں کا

خاطر

رائے سورج نارائن ـــــ حیدرآباد کے کائستھ فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور شعر اچھے کہتے ہیں استاد ظہیر کے شاگرد رشید تھے،

مائل ہوا ہے یار وفا پر جفا کے بعد ۔۔ دی ہے زبانِ وصل ہزار التجا کے بعد

رحم و کرم سے اسکے عجب کیا جو بخش دے | بندہ کے ہر قصور کو اسکی خطا کے بعد
جلوہ دکھا کے دل تو وہ پہلے ہی لیچکے | جاتی رہیگی جان بھی ناز و ادا کے بعد
اپنی مراد بھی جو بر آسکے تو کیا عجب | انسان کو کیا ملا نہیں فضلِ خدا کے بعد

خسرو

حسین یاور خاں اور محمد معراج الدین نام تھا، حسین نواز جنگ خطاب، نواب اکرام اللہ خاں مرحوم نواب یار جنگ کے نواسے تھے، کاکوری (لکھنؤ) وطن تھا وہیں پیدا ہوئے مگر عنفوانِ شباب میں حیدرآباد آگئے اور تحصیلداری سے ترقی کرتے ہوئے اول تعلقداری کی خدمت حاصل کی ۱۳۳۶ف میں وظیفہ پر سبکدوش ہوئے اور ۱۳۳۸ف میں اپنے وطن کاکوری چلے گئے جہاں ۲۶ مئی ۱۹۳۵ء کو انتقال کیا، نہایت پرگو اور بڑے اچھے شاعر تھے، چونکہ ان کی شاعری کی نشو و نما حیدرآباد اور عہدِ عثمانی میں ہوئی اس لئے حالات شائع کئے جارہے ہیں، مرحوم نے ذیل کی غزل ہمارے تذکرہ کے لئے روانہ کی تھی،

اُلجھ اُلجھ کے نکلتے ہیں جو چلے دل کے | کہ انکی زلف میں ہیں پیچ میری مشکل کے
قرار چھوٹ کے تم سے نہ چین ہے مل کے | خدا کسی کو نہ ڈالے عذاب میں دل کے
میں کیف چاندنی کا دیکھ لوں گلے مل کے | چلے جو تیغ تو صدقے ہوں دستِ قاتل کے
غمِ فراق سے بیمار کی یہ حالت ہے | جب آہ کرتا ہے رِستے ہیں آبلے دل کے
میرے لہو کی پڑی تھیں جو جا بجا چھینٹیں | تمام ذرے چمک اُٹھے کوئے قاتل کے

وفورِ شوق میں لپٹا ہے ان کے دامن سے
ہمارے دل کا یہ عالم ہے خاک میں مل کے

حنا کا رنگ اُدھر میرے خون کا رنگ اِدھر
چھری کو چوموں کہ بوسے لوں دستِ قاتل کے

ہنسی جو آئی چمن میں تو گلعذاروں کے
صبا نے لے لئے بوسے وہیں گلے مل کے

پہونچ گیا ہوں تلاطم سے قعرِ دریا تک
نظر میں ہیں مری نقش و نگار ساحل کے

یہ کیا اشارے ہیں اب انکی چشم و ابرو کے
کہ ٹکڑے چھلتے جاتے ہیں کیوں مرے دل کے

یہ کیسی چھیڑ تھی خسرو کہ اٹھ گئیں آنکھیں
نظر نے تھام لئے بڑھ کے پردے محمل کے

خلق

محمد بہادر خاں نواب بہادر یار جنگ بہادر ـــــ نواب نصیب یار جنگ بہادر مرحوم کے فرزند اور قدیم جاگیردار اور جمعدار ہیں، فارغ التحصیل، نہایت روشن خیال اور بڑے اچھے مقرر ہیں، شعر بھی کہتے ہیں، مولینا سید اشرف شمسی مرحوم کی یاد میں یہ نظم کہی ہے، مولینا شمسی ہی سے تلمذ تھا،

ہم کس کو تیرے بعد کہیں آفتابِ علم
اے فخرِ قوم شمسیٔ عالیجنابِ علم

سینے میں تیرے بحرِ معارف تھے بیشمار
گنتی کہاں کی اور کہاں کا حسابِ علم

ساقی کا اپنے سب پہ برابر کرم رہا
بٹتی رہی ہے سب میں برابر شرابِ علم

کیوں زیر و بم سے خالی فضائے کمال ہو
کیا تیرے ہاتھ ہی کیلئے تھا ربابِ علم

تجھ میں علومِ ظاہر و باطن ہوئے تھے جمع
لاریب تیری ذات تھی لبِ لبابِ علم

اب خلق کسکے سامنے پھیلائے جا کے ہاتھ
ہے تیری نسبت سے وہ تیرا فیضیابِ علم

خلیق

محمد حسین ـــــــ پڑھے لکھے شاعر اور صاحبِ ذوق ہیں، رسائل میں آپ کا کلام اکثر نظر آتا ہے معلم پیشہ ہیں، شعر خوب کہتے ہیں، ابتداً غالباً کیفی سے مشورہ کرتے تھے، اب حکیم بہبود علی صفی کے شاگرد ہیں، فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے ہیں،

کیوں نہو ناز کے قابل یہ مقدر اپنا — مصطفیٰ اپنے ادہر خالقِ اکبر اپنا
زلفِ مشکیں کا تصور رخِ انور کا خیال — رات دن شغل یہی رہتا ہے اکثر اپنا
خلیق اب باز آئیں آپ عشقِ زلف و عارض سے — کہ جھگڑا چھڑ گیا ہے آجکل ہندو مسلماں کا
شاد ہے وہ جسکے پہلو میں دلِ ناشاد ہے — جو اسیرِ زلف ہے تیرا وہی آزاد ہے

خلیل

سید ابراہیم ـــــــ مولوی سید عبدالرحیم صاحب شمس کے خلف اکبر اور محمد یعقوب علی صاحب مجوز کے نواسے ہیں سنہ ١٣١٢ھ میں پیدا ہوئے سنہ ١٣٢٩ھ سے شعر کہتے ہیں، پہلے اپنے والد جناب شمس کو کلام دکھاتے تھے پھر جناب واصفی، جناب مجاہد کو کلام دکھانے لگے،

دل ۔۔ دہ کے آئینہ دیکھو — تم کو اپنی نظر نہ ہو جائے
عالم تمام کہتا ہے شیدا تیرا مجھے — تو ہی تو یہ بتا دے سمجھتا ہے کیا مجھے
کیا آرزو ہو دیدِ رخِ بے نقاب کی — ہے یاد کوہِ طور کا سب ماجرا مجھے
گر میرے دلمیں بال برابر بھی کھوٹ ہو — جو چور کی سزا ہو وہی دے سزا مجھے

خواب

احمد علی ـــــــ شعلہ کے شاگرد تھے، منصب دار اور فوجداری بلدہ میں ملازم تھے، شعر خوب کہتے تھے ۱۳۳۸ھ میں انتقال کیا،

چشمِ میگوں لبِ لعلیں تیرے سبحان اللہ ــــ اللہ اللہ قدِ موزوں رخِ زیبا تیرا

خوشدل

سید محمد رحمت اللہ ـــــــ قدیم دکنی خاندان سے اور باگمار خاں کے پوتے ہیں شعر بھی خوب کہتے ہیں،

تو جفا کار دل آزار ہے دلدار بھی ہے ــــ تیرے مانند ستمگر کوئی عیار بھی ہے
جوشِ مستی میں بھی ظالم وہ نگاہِ غماز ــــ مست ہے مست ہے ہشیار سے ہشیار بھی ہے
دیکھ وہ چشمِ فسوں ساز ستمگر تیری ــــ ہے علاجِ دلِ بیمار بھی بیمار بھی ہے

خوشتر

بشن سنگھ ـــــــ حیدرآباد کے خوش فکر اور جناب زیرک مرحوم کے شاگرد ہیں، نظم و نثر دونوں لکھتے ہیں، کئی ایک ناولیں طبع ہو چکی ہیں، شعر بھی خوب کہتے ہیں،

میں اک تڑپ میں کروں لاکھ بجلیاں پیدا ــــ اگر میری یہی بیتابیاں رہیں برسوں
تری فغاں میں اثر ہوا ہی سے کیا معنی ــــ کہ مشق چاہیئے تجھکو دلِ حزیں برسوں

رنگ محفل میں جماتے ہیں وہ یکتائی کا   لو ہوا شوق انہیں انجمن آرائی کا
ساتھ چھوٹے نہ رخِ یار سے رعنائی کا   حسن کے ہاتھ میں دامن رہے زیبائی کا

خورشید

خورشید احمد ——— حکیم فقیر احمد صاحب فقیر کے فرزند ارجمند ہیں اور حیدرآباد کے خوش گو نوجوان شاعروں میں سے ہیں،

یا نبی آپ کی پنہاں ہے محبت دلمیں   ہے اسی نامِ مبارک سے مسرت دلمیں
درحقیقت یہ وسیلہ ہے میری بخشش کا   آل واصحابِ نبی کی ہے محبت دلمیں
ظاہرا یادِ الٰہی میں ہیں زاہد مصروف   اور سچ پوچھو تو حوروں کی ہی چاہت دلمیں
یہ تمنا ہے کہ آباد رہیں گھر دونوں   کبھی آنکھوں میں رہیں اور کبھی حضرت دلمیں

خورشید

کریم بخش ——— سردار بخش افسر نقالان کے فرزند اور حضرت زیرک کے شاگرد ہیں، نعت اچھی کہتے ہیں، ایک مجموعہ "گلزار نعت" کے نام سے ۱۳۴۵ھ میں طبع ہو چکا ہے،

فراقِ شاد میں کیونکر کہوں جو دلکا عالم ہے   الم ہے، رنج ہے، ناکامیاں ہیں یاس ہے غم ہے
میں یہ سمجھوں گا کہ فردوس کو بس دیکھ لیا   دشتِ طیبہ کو اگر اب کے برس دیکھ لیا

خیر

ابوالخیر محمد خیر اللہ ——— ورنگل کے رہنے والے اور تعلیم یافتہ بزرگ ہیں

سنوسیہ گھرانے کے مرید اور ورنگل کے کامیاب وکیل اور بڑے اچھے شاعر بھی ہیں ورنگل میں مذہبی خدمات بہت انجام دیتے ہیں۔

صد مرحبا یہ انبساط و ابتہاج — ہے دکن کے ذرہ ذرہ سے مسرت جلوہ گر
جوبلی کا سال تو بھی تحیر ہو کر با ادب — آصف سلیع مبارک جشن تجھکو عرض کر
۱۳ ۵۴

خیال

عبدالحمید قریشی ——— حضرت شاہ اسمٰعیل قادری گھوڑواڑی کے خاندان سے ہیں، حضرت کاتب سے تلمذ ہے۔ حیدرآباد کے خوش فکر نوجوانوں میں سے ہیں، شعر بہت اچھے کہتے ہیں، اس تذکرہ کی ترتیب کے ضمن میں آپ نے بہت سے شعراء کے حالات اور کلام کے نمونے دئے۔

اسکے ہر خار کو تم رشک گلستاں سمجھو — ہر گلی کوچے کو اسکے چمنستاں سمجھو
جوش حب الوطنی کا یہ تقاضا ہے خیال — حیدرآباد کو تم رشک گلستاں سمجھو

جو روٹھے تم تو روٹھی مجھسے جان ناتواں میری — جو پھیری آنکھ تم نے پھر گئیں ہاں پتلیاں میری
میری مرضی میں اس بت کو خدا کہتا ہوں اے زاہد — کسیکا کیا اجارہ ہے دہن میرا زباں میری
ہوا ہی جمع آہو نکا دھواں گردوں کی صورت میں — اکٹھی ہو کے بجلی بن گئیں بیتا بیاں میری
ملیں کچھ موج دریا کو ہوا کچھ برق کا حصہ — زمین و آسماں میں بٹ گئیں بیتابیاں میری

خیالی

عبد الحمید ——— حیدرآباد کے اچھے شعراء میں سے ہیں نظامت امور مذہبی میں ملازم ہیں۔

رات بھر بیتاب دل تڑپا کیا تو کیا کیا — اسنے اپنے بھولنے والے کو بھی اپنا کیا
عشق میں غیروں کے طعنے بیرخی احباب کی — کان سے سنتا رہا ہیں آنکھ سے دیکھا کیا
دشمنوں کے ہوش کھوئے دوستوں کی جان لی — ایک جلوہ نے ترے کافر ادا کیا کیا کیا
اب اسی کا جی نہ چاہے تو کسی کا کیا قصور — بیچ والوں نے تو جتنا ہو سکا اتنا کیا



دلؔ

اشرف الحکماء لقمان الدولہ افلاطون جنگ نواب محمد حمید خاں بہادر ——— ۱۲۷۱ھ میں تولد ہوئے، حیدرآباد ہی میں ڈاکٹری کی تعلیم پائی ۱۲۹۹ھ میں امتحان کامیاب کیا۔ اعلیحضرت غفران مکان کے طبیب خاص تھے، نہایت اچھے ڈاکٹر تھے، آپ کے والد بزرگوار حکیم محمد اشرف صاحب حیدرآباد کے مشہور طبیب تھے، آپ نہایت زندہ دل خوش گو اور شیریں کلام شاعر تھے اُستاد داغؔ سے تلمذ تھا ۱۳۴۱ھ میں انتقال فرمایا۔

دل سے وصل جاناں کی آرزو نہیں جاتی
خاک ہو گئے لیکن جستجو نہیں جاتی

مثلِ نقش پا برباد اپنا کیوں نشان ہوتا
ہم نہ خاک میں ملتے تو جو مہربان ہوتا

اے شعلۂ سوزاں دروں جی نہ جلا اور
اے رنج و غم درد نہاں بس نہ ستا اور

تڑپتے ہوئے چھوڑ کر غمزدوں کو
کس آرام سے ہو گئے سونیوالے

غم و حسرت و رنج و یاس و تمنا
میری لاش پر رو گئے رونیوالے

درخشاںؔ

مومن علی ——— سکندرآباد میں رہتے ہیں کبھی کبھی آپ کا کلام دیکھنے میں آتا ہے۔

ایسی روشن ہے مری شمع محبت دل میں
جس سے بجائیگی تاریکی تربت دلمیں

چھوڑا بسمل ہی بنا کر مجھے قاتل تو نے
وار پورا نہ کیا رہ گئی حسرت دلمیں

دامنِ ہوش چلا دامن دل کے ہمراہ
بڑھ گئی حد سے سوا جب میری وحشت دلمیں

درد

میر نذر علی ـــــــ قصبہ کاکوری (لکھنؤ) کے رہنے والے اور مشائخ گھرانے سے ہیں، مدت سے اورنگ آباد میں بہ سلسلۂ ملازمت قیام ہے شعر خوب کہتے ہیں،

اگر کہیئے کہ عشق اک آگ ہے تو ہم یہ کہتے ہیں
کہ پھر عاشق کی نم آنکھوں سے کیوں یہ چشمے بہتے ہیں
اگر کہیئے کہ جس کو عشق کہتے ہیں وہ پانی ہے
تو پھر کیوں آہ عاشق کے جلے دل سے نکلتی ہے
اگر کہیئے کہ عشق اک زہر ہے اپنی حقیقت میں
تو کیوں جوش و خروش اتنا ہے عاشق کی طبیعت میں
اگر کہیئے کہ جس کو عشق کہتے ہیں وہ محنت ہے
تو اسکے مول لے لینے میں کیوں عاشق کو راحت ہے

درویش

سید درویش محی الدین ـــــــ حضرت زرد علیشاہ رحمہ کے خاندان کے چشم و چراغ ہیں، سنہ ۱۳۱۰ھ میں تولد ہوئے، عربی و فارسی کی تکمیل کی ہے۔ نواب حیدر یار جنگ بہادر نظم طباطبائی مرحوم کو غزل دکھاتے تھے، تین چار تصانیف مذہب سے متعلق شائع ہو چکی ہیں، شعر بھی خوب کہتے ہیں،

نہ کہنے کی اجازت ہے نہ خاموشی کی طاقت ہے　　　تیرے نکے چاہنے والے بڑی مشکل میں رہتے ہیں

دکھا دو نگاہ یوں دم حشر کیا کیا رنگ لائیں گے
جو داغ خون ناحق دامن قاتل میں رہتے ہیں

تلاطم خیز موج انگیز بحر عشق کو درویش
بھلا وہ جانتے کیا ہیں جو خود ساحل میں رہتے ہیں

رازِ درون پردہ عیاں کس طرح ہوا
منصور کے یہ وردِ زباں کس طرح ہوا

خنجر بکف جو قتل پہ آمادہ ہو گئے
بتلائیے کہ مجھ پہ گماں کس طرح ہوا

دلباز

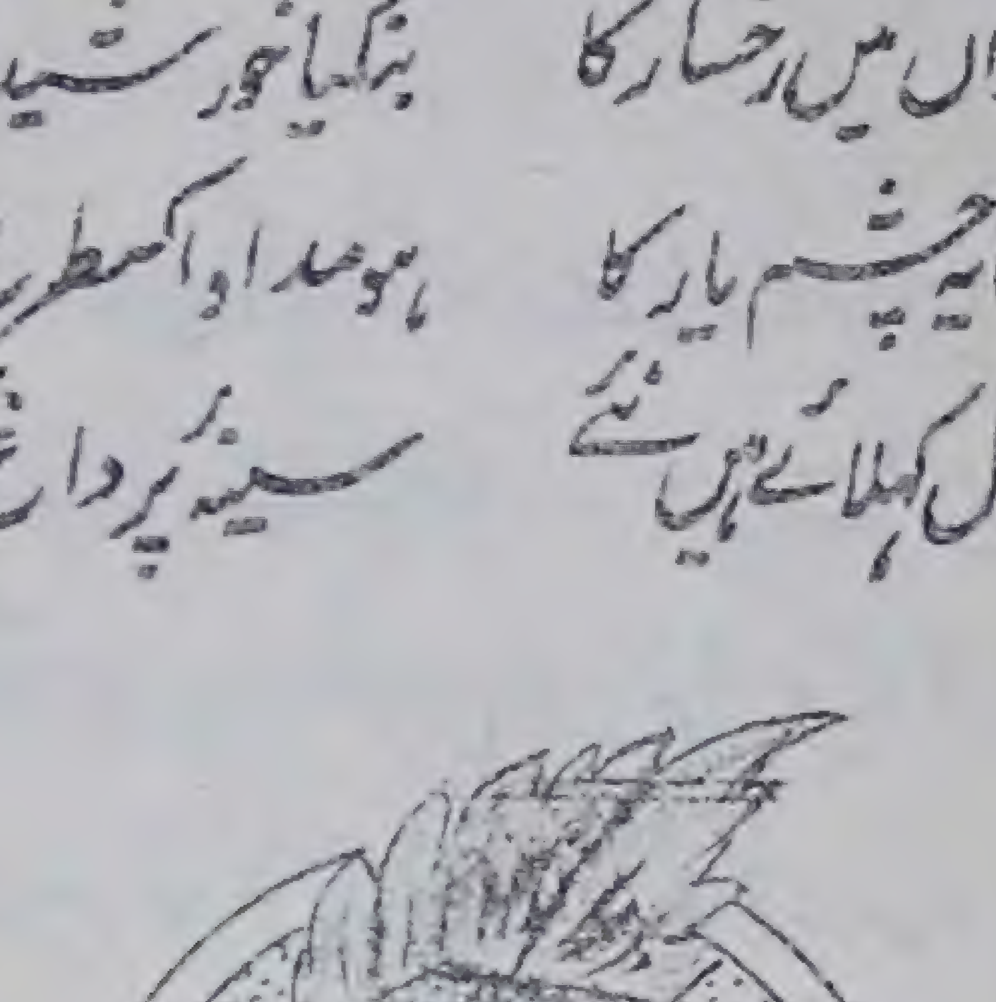
سید محمد ——— گلبرگہ شریف کے باشندے اور خوش فکر شاعر ہیں، مدرسہ دینیہ میں مدرس ہیں، شعر اچھے کہتے ہیں، جناب تسکو شاہ آبادی سے تلمذ ہے۔

یہ دل پر داغ دیوانہ ہے زلفِ یار کا
ربط دیکھو تو ذرا طاؤس کا اور مار کا

جب خیال آیا مجھے زنداں میں رخسار کا
بن گیا خورشید ذرہ روزنِ دیوار کا

ہے زبانِ حال سے کہنا یہ چشم یار کا
ہو جدا اک طرح بیمار سے بیمار کا

داغہائے عشق نے کیا گل کھلائے ہیں نئے
سینۂ پر داغ اک تختہ ہے لالہ زار کا



ذ

ذبیح

ماجد علی ـــــــ قصبہ دیوہ (یو پی) کے باشندے وارثی سلسلہ کے مرید، ناطق لکھنوی کے شاگرد ہیں، مدت تک گلبرگہ کے دفتر مہتمی مجالس میں تھے اب نظامت مجالس کے دفتر میں ہیں، شعر اچھے کہتے ہیں،

سامنے آکر دکھا دو معجزہ رخسار کا | دم لبوں پر آ گیا ہے طالبِ دیدار کا
دل مرا آئینہ خانہ ہے انہیں دو چار کا | گیسو و رُخ کا مژہ کا ابروئے خمدار کا
میرے ننھے سے کلیجے کی ہی وسعت دیکھئے | گھر کہیں تیر دل کا ہے کہیں ہے کہیں تلوار کا
ابھی تک تو وابستہ دامن سے ہے | وہ درد و مصیبت جو بچپن سے ہے

ذرّہ

دلدار علی ـــــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور اچھے شاعر ہیں،

مہر وش بام پہ آمادہ ہے آنے کیلئے | دولتِ حسن خداداد لٹانے کے لئے
جلوۂ حسنِ حقیقت تو عیاں ہے لیکن | دل حق آگاہ نہیں لطف اٹھانے کیلئے
وقت یہ جان غنیمت نہو غافل زنہار | قافلہ کوچ کا تیار ہے جانے کیلئے
ہوں شناسائے دریار ازل سے ای شیخ | آپ زحمت نہ کریں راہ بتانے کیلئے

ذکی

سید محمد علی ـــــــ مہاراجہ بہادر کے اسٹیٹ کی پولس میں ملازم تھے، قصبۂ پرلی تعلقہ مومن آباد کے رہنے والے تھے ۱۳۲۷ھ ۱۳۲۸ف میں کچھ کلام "دریائے ذکاوت"

کے نام سے حیدرآباد میں طبع ہو چکا ہے۔ غلام محمد صاحب شوق حیدرآبادی سے تلمذ تھا، معلوم نہیں آجکل کہاں ہیں،

باغ میں کس لئے اے بلبل ناشاد آیا — دیکھ پیچھے سے ترے پھانسنے صیاد آیا

شہید ناز کی کب روح پانی کو ترستی ہے — کبھی ابر کرم برسا کبھی شبنم برستی ہے

سنی ہے کون سے گلرو کے آمد کی خبر اسنے — کلی بھی کھلکھلا کر مثل گل گلشن میں ہنستی ہے

گل نہ ڈالے مزار پر نہ سہی — فاتحہ تو پڑھا کرے کوئی

ذکی

عبد السلام ——— مولوی قادر علی صاحب مرحوم وکیل کے فرزند ہیں ۱۳۱۵ھ میں تولد ہوئے، حیدرآباد کے قدیم اور شریف خاندان سے ہیں، جامعہ عثمانیہ سے سند فراغت حاصل کی ہے۔ تعلیم المعلمین کے بھی سند یافتہ ہیں، مدت سے سررشتۂ تعلیمات میں ملازم اور کسی مدرسہ کے مدرس ہیں، مشق سخن بھی عرصے سے ہے۔ ابتداً حضرت کیفی سے تلمذ تھا ان کے بعد حضرت سلیم مرحوم کو کلام دکھانے لگے، سلیم کے بعد جناب امجد اور حضرت محوی اور جناب آزاد انصاری سے مشورہ کرتے ہیں، نظم و نثر کی کئی ایک کتابیں شائع کر چکے ہیں،

گلزار اطفال (نظم) جذبات عالیہ (نظم) شہادت نامہ (نثر) چمن زار حکایات (نظم) آپ کی علمی خدمات کی یادگار ہیں، غزل اور نظم اور سلام وغیرہ سبھی کچھ کہتے ہیں طبیعت اچھی پائی ہے جو کچھ کہتے ہیں خوب کہتے ہیں،

باقی نہیں نشان کسی کے مزار کا انجام ہے یہ زندگیٔ مستعار کا
گلزار دہر میں گل خنداں ہی جسکا نام اک خندۂ جمیل ہے اس گلعذار کا

اک نور کی لرزش کا تماشا ہے دم رقص اک برق نظر میں ہے تو اک لوچ کمر میں

دم رفتار چلئے آہستہ کہیں دُہری کمر نہ ہو جائے
اس ادا سے نہ دیکھ آئینہ تجھسکو اپنی نظر نہ ہو جائے

ملی کشاکش طوفان متصل سے نجات خوشی نہو مجھے کیوں اپنے ڈوب جانیکی

خیر یہی ہے؟ صرف بکا ہونے والے! یہ نالے نہیں ہیں رسا ہونے والے

ذکی

قاضی غلام جیلانی ——— حیدرآباد کے خوش فکر شاعر اور جناب عیش کے شاگرد ہیں،

اسکے پیکان ستم روز بپا کرتے ہیں حشر پر حشر قیامت پہ قیامت دل میں
آرزو بھی ہے، تمنا بھی ہے، ارمان بھی ہیں اور کیا کیا نہیں الفت کی بدولت دل میں

ذہین

غلام مصطفیٰ ——— حیدرآباد کے قدیم لوگوں میں سے اور دارالعلوم کے فارغ التحصیل تھے، صدر محاسبی سرکار عالی سے ملازمتی تعلق تھا، نہایت منکسر المزاج، شریف النفس اور ہمدرد بزرگ تھے، ۱۳۴۹ھ میں آپ نے انتقال کیا، نظم بڑی اچھی کہتے تھے، خصوصاً بچوں کے لئے بڑی اچھی نظمیں کہتے تھے، کئی ایک مجموعے طبع

ہو چکے ہیں، انگریزی نظموں کے ترجمے بھی خوب کرتے تھے،

معیار حقیقت

پتھر سمجھیے دل میں جو مہر و وفا نہ ہو
مٹی کے ڈھیلے آنکھیں ہیں جن میں حیا نہ ہو

وہ کیا صبا کہ جس سے گرہ دل کی وا نہ ہو
وہ کیا نسیم چلکے اگر جاں فزا نہ ہو

وہ کیا مرض جو حد سے بڑھے اور شفا نہ ہو
وہ درد کب ہے درد جو بڑھ کر دوا نہ ہو

وہ پھول کیا کہ رنگ ہو بوئے وفا نہ ہو
بلبل وہ کیا جو شاہد گل پر فدا نہ ہو

ذہین

سید خواجہ محی الدین نظامی ——— ابن سید خواجہ معین الدین سلام مرحوم معتمدی تعمیرات سرکار عالی میں اسٹنوگرافر ہیں، حسینی سید ہیں، ۱۸ واسطوں سے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ تک سلسلہ نسب پہنچتا ہے۔ ۱۳۱۸ھ میں پیدا ہوئے ابتداً اپنے بڑے بھائی خواجہ فخر الدین فخر کو اپنا کلام دکھاتے تھے، صاحب دیوان ہیں، غزل اور نظم خوب کہتے ہیں، نہایت زندہ دل اور خوش فکر شاعر ہیں،

جسم پر خنجر قاتل سے بنے گل بوٹے
اس گلستاں کو مبارک ہو گلستاں ہونا

گیسوے یار کا بل کھا کے بکھرنا رخ پر
آہ وہ حسن کے دفتر کا پریشاں ہونا

جو اچٹ اچٹ کے پڑتیں تیری مدبھری نگاہیں
کبھی ہوش اپنے کھوتا کبھی ہوشیار ہوتا

تری سرد مہریوں سے بھڑک اٹھی آگ دل کی
نہ ہوائیں ٹھنڈی چلتیں نہ یہ شعلہ بار ہوتا

محبت کر کے یہ حاصل ہوا ہے اس ستمگر سے
کہ جامِ دل کے ٹکڑے ہو گئے ٹکرا کے پتھر سے

بے خود ہوں دیکھ دیکھ کے گردش نگاہ کی
بیٹھا ہوا ہوں ساغر و مینا لئے ہوئے



ڈاکٹر

حیدر آباد کے ایک قدیم اور شریف گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، غالباً جانوروں کے ڈاکٹر تھے، لوگ ان کو ڈاکٹر چینی کہتے تھے، شعر خوب کہتے تھے مشاعروں میں بھی غزل پڑھتے تھے دُکاہی رنگ غالب تھا آٹھ دس سال ہوئے کہ انتقال کیا،

ڈاکٹر اس لئے تخلص ہے   مشاعروں کا علاج کرتا ہوں

عشق جب سے پاڑوں کا ہو گیا   میں سرِ بازار رسوا ہو گیا

راز

محمد عبد القادر صوفی ——— حیدرآباد کے مشہور واعظ اور پیر طریقت ہیں "فغان راز" کے نام سے اردو، فارسی کلام کا ایک مجموعہ سنہ ۱۳۴۰ھ میں طبع ہو چکا ہے۔ کبھی کبھی اردو میں بھی طبع آزمائی فرماتے ہیں،

آواز کسی کی ہے یہ بربط کی نہیں ہے — اس پردہ میں پوشیدہ کوئی ماہ جبیں ہے
سنتے تھے کہ اس یار کا گھر عرش بریں ہے — دیکھا جو وہاں جا کے مکاں ہے نہ مکیں ہے
مازاغ کا سرمہ ہے اور آنکھیں بھی کھلی ہیں — بازار میں بیٹھا ہے مگر گوشہ نشیں ہے
میں گرم سفر لاکھ برس سے ہوں ولیکن — اٹھا نہ قدم راز جہاں تھا سو وہیں ہے

راز

قدرت احمد ——— علیگڈھ یونیورسٹی کے قدیم طالب العلم اور دار العلوم بلدہ کے مددگار ہیں، حیدرآباد کے قدیم اور شریف گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں، جوان العمر شاعر ہیں،

یہ بھی سوچا ہے کبھی غور کیا فکر بھی کی | آپ نے کس کو سزا دی ہی خطا سے پہلے
آج شوخی سے دکھاتے ہیں وہ آنکھیں مجھکو | نیچی کر لیتے تھے نظریں جو حیا سے پہلے
لائیں گی رنگ آپ کی رنگین مزاجیاں | عاشق کے خون سے ہاتھ رنگے ہیں حنا کے بعد
اٹھکھیلیاں جو کرتی ادھر سے گزر گئی | کچھ مسکرا کے رہ گئے غنچے صبا کے بعد

راز

نواب اصالت جنگ بہادر مرحوم کے فرزند اور نواب اکبر جنگ مرحوم کوتوال بلدہ کے پوتے ہیں، راز قاسمی کے نام سے مضامین بھی لکھتے ہیں اور غزل و نظم بھی، نوجوان ہیں اور محنت سے کہتے ہیں، جامعہ عثمانیہ میں زیر تعلیم ہیں،

بہار آئی کھلے گل ہر طرف عشرت کا ساماں ہے | گلستاں غیرت جنت ہی اور صحرا گلستاں ہے
کہیں اٹھکھیلیاں کرتی نسیم صبح پھرتی ہے | کہیں غنچے چٹکتے ہیں کہیں بلبل غزلخواں ہے
کہیں ہے سوسن و نرگس کہیں ہے لالہ و سوری | چمن تو کیا چمن کا ذرہ ذرہ گل بداماں ہے
وہ فرش مخملی سبزے کا اور ابر وہ گلکاری | یہ منظر دیکھکر چشم فلک بھی آج حیراں ہے

راحت

شرافت علی ——— مجددیہ گھرانے کے بزرگ ہیں، اورنگ آباد میں قیام ہے شعر اچھے کہتے ہیں،

آپکی نظروں میں جو ایسا ذلیل و خوار ہے | وہ ازل سے جلوۂ مطلق کا پردہ دار ہے
ابن مریم بھی مری بالیں سے یہ کہکر اٹھے | موت جس پر جان دیتی ہے وہ یہ بیمار ہے

رہرو راہِ محبت ہوں مجھے راحت کہاں | میرا ہر تارِ نفس لذت کشِ آزار ہے
میرا اندازِ جنوں کہتا ہے رازِ دل مرا | میری آنکھوں سے نمایاں حسرتِ دیدار ہے

راسخ

حکیم میر عباس حسین رضوی — جناب زیرک کے شاگرد اور حیدرآباد کے بڑے اچھے شاعر ہیں،

الفت میں بدگمانی کا اب یہ چلن ہوا | سایہ بھی میرا میرے لئے اہرمن ہوا
صحرا سے گرد ابر سے نم ہائے چشمِ تر | اس طرح سے کیکانہ غسل و کفن ہوا
موسیٰ نے کھوئی ذوقِ تکلم کی چاشنی | کس وقت ناگوار ہمارا سخن ہوا
بلبل کے چہچہے تھے گلوں پر بہار تھی | برباد کیسے وقت ہمارا چمن ہوا

راشد

عبدالرزاق — حیدرآباد میں پیدا ہوئے، حیدرآباد سیول سروس میں کامیاب ہوکر مددگار صدر محاسب مقرر ہوئے، اب مددگار معتمد فینانس ہیں، نہایت اچھا مذاق رکھتے ہیں، نظم اور نثر دونوں پر یکساں قدرت ہے۔

ہے تیری قوم میں لبِ تشنگیٔ ذوقِ حیات | خضر سا راہبرِ چشمۂ حیواں ہو جا
آمد و رفتِ نفس سے یہ صدا آتی ہے | دو گھڑی کے لئے اس دہر میں مہماں ہو جا

جب اُٹھاتا ہوں قدم منزلِ الفت کی طرف | شوق چلتا ہے مرا راہ نما سے پہلے
کتنی بیتاب جبیں تھی مری اللہ اللہ | نقش سجدوں کے نقشِ کفِ پا سے پہلے

راہی

احمد علی مرزا ــــــ حیدرآباد کے نوجوان جاگیردار ہیں، حضرت ضیا دہلوی سے تلمذ ہے، شعر اچھے کہتے ہیں، خصوصاً قطعہ، رباعی اچھی کہتے ہیں، اکثر اپنے مکان پر مشاعرے کرتے ہیں، رباعیات اور قطعات کا ایک مجموعہ طبع ہو چکا ہے،

توبہ کرد توبہ کرد راہی توبہ ہرگز نہ کبھی تم نے نباہی توبہ
توبہ شکنی کرتے ہو توبہ کرکے یہ بھی کوئی توبہ ہے الٰہی توبہ

محشر میں مجھے آنے کو شرم آتی ہے یہ منہ تجھے دکھلانے کو شرم آتی ہے
سب روزِ جزا جمع رہیں گے یارب نامہ ہے یہ لانے کو شرم آتی ہے

ابکے جو میرے زخمِ جگر میں خراش ہو ایسی دوا کروں کہ جگر پاش پاش ہو
ہے منحرف ہوا تو بگولے خلاف ہیں یارب ہماری خاک کہیں کو بکو نہ ہو

رحمت

رحمت اللہ ــــــ دفتر ٹیلیفون کے محاسب ہیں، نعت اور مدح بڑی اچھی کہتے ہیں، خوش فکر شاعر ہیں، رقبۂ رزیڈنسی کی تاریخ بڑی اچھی کہی ہے،

بات ہی کیا ہوئی نئی ایسی جو ملا رقبۂ رزیڈنسی
مِلک مالک کی مُلک مالک کا مل گئی چیز اسکو جس کی تھی
اپنے ہی ملک کا جو تھا حصہ ہو گئی آج واپسی اس کی
کہا رحمت نے یہ سنہ ہجری مستردِ رقبۂ رزیڈنسی
۱۳۵۲ھ

رحیم

محمد رحیم الدین خاں ــــــ محمد فیاض الدین خاں فیاض کے فرزند اور نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیز کے بھائی ہیں،

خیال ابرو کا تیرے ای بت ارے پیر رکھتے ہیں
سپاہی ہی ہمیشہ ہاتھ میں شمشیر رکھتے ہیں

میری ہی خاک کا تو وہ بنایا کرتے ہیں اکثر
وہ جب ہاتھ میں اپنے کمان و تیر رکھتے ہیں

بہار آنے تو دے دیوانے تیری زلف پیچاں کے
بھلا دیکھیں تو کیسے پاؤں میں زنجیر رکھتے ہیں

رحیم اپنا یہ مقطعہ ہے عطیہ فیض صاحب کا
ہم آل تمغا اپنے واسطے جاگیر رکھتے ہیں

رحیم

عبدالرحیم قادری ــــــ حیدرآباد کے رہنے والے ہیں شاعری کا بھی چسکا ہے،

جوشِ جنوں میں جو غریب الوطن ہوا
حسرت مزار دامنِ صحرا کفن ہوا

کچھ کم نہ تھا جنوں سے محبت میں حالِ دل
اُن سے کہا یہ اور بھی دیوانہ پن ہوا

اک ربط سا تھا عشق کی ناکامیوں کے ساتھ
بربادیوں کی وجہ ترا حسنِ ظن ہوا

تسکینِ دل ذرا سے تبسم سے ہو گئی
یہ التفات مرہم زخم کہن ہوا

رحیم

محمد عبدالرحیم ــــــ ممالک محروسہ سرکار عالی ہی کے باشندے اور دار العلوم بلدہ کے فارغ التحصیل ہیں، معتمدی عدالت و کوتوالی امور عامہ سرکار عالی میں ملازم ہیں شعر خوب کہتے ہیں خصوصاً قدیم دکھنی زبان کے شعر کہنے میں بڑا ملکہ ہے

بندگانعالی کے جشن سیمیں میں ایک ترانہ بڑا اچھا کہا ہے جسکے چند شعر یہ ہیں،

میر عثمان علیخاں نظامِ دکن آئینہ ان سے ہے انتظامِ دکن
ہیں مناتے خوشی سے بفضل خدا جوبلی، جوبلی، جوبلی، جوبلی،
یہ یگانہ ہے اسلام کا تاجور، جسکا خورشید ہے طرۂ تاجِ سر
لہرالہرا کے پرچم بھی ہے کہہ رہا، جوبلی، جوبلی، جوبلی، جوبلی،
ہی دعا جشنِ زرّیں ہو اور جوہریں گو نجتا جائے ڈنکوں سے چرخ بریں
شاہِ عثمان مناتے رہیں یا خدا، جوبلی، جوبلی، جوبلی، جوبلی،

رسا

مرزا غلام مصطفیٰ ــــــ حیدرآباد کے قدیم شرفا سے ہیں، نہایت کہنہ مشق اور اچھے شاعر ہیں، استاد داغ کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتا ہے۔ مددگار ناظم کروڑگیری ہیں، دیوان مکمل کر چکے ہیں مگر افسوس ہے کہ طبع کرانے کا نام نہیں لیتے۔

اول اول تو تیرے لطف پہ نازاں دیکھا — آخرالامر عدو کو بھی پشیماں دیکھا
تمکو دل دیکے جہاں میں نہ کوئی شاد ہوا — جسکو دیکھا تیری جانب سے پشیماں دیکھا
کوئے قاتل وہ قیامت کی جگہ ہے کہ وہاں — ملک الموت کو انگشت بدنداں دیکھا
دعویٔ مہر و وفا خیر کا سچ ہے لیکن — کبھی اسنے بھی عذابِ شبِ ہجراں دیکھا
خوش رہا کوئی ہمیشہ نہ جہاں میں افسوس — شادی و رنج بہم دست و گریباں دیکھا

صدمۂ رشکِ عدو جورِ فلک تیرے ستم
ہمنے کیا کیا نہ ترے عشق میں اےجان دیکھا
چاک کرنا تیرے وحشی کو نہ کچھ تھا مشکل
اسنے کب جامۂ ہستی کا گریباں دیکھا
وہ بھی اپنا نہ ہوا جان گئی خوار ہوئے
دل لگانے کا مزا اے دلِ ناداں دیکھا

رشیدی

حبیب اللہ ــــ ایم، اے حیدرآباد کے قدیم اور شریف گھرانے کے چشم و چراغ اور جامعہ عثمانیہ کے قابل طلیسانیوں میں سے ہیں، آج کل کہیں ہیڈ ماسٹر ہیں، نظام گزٹ ہفتہ وار آپ ہی کا اجرا کیا ہوا ہے، شعر خوب کہتے ہیں،

رقیب سے

عشق کی آگ تیرے دلکی بجھادی کس نے
کس لئے تو نے کیا ترکِ محبت کا خیال
تیری آشفتہ مزاجی وہ چھڑادی کس نے
کسطرح ہو گیا مایوس تماشائے خیال
تیری تبدیلی سے ہر دلمیں خلش سی پیدا
چلکے دو چار قدم بیٹھ رہا تھک کے یہیں

ہاں بتا عشق تری بوالہوسی تھی کہ نہیں

شریمتی سروجنی کی ایک انگریزی نظم کا ترجمہ کیا ہے۔

قاتل

سحر کو جانِ جاں! تمسے کوئی رہرو اگر پوچھے
کہ "اے نازک بدن ملبوس ہے شبنم میں تر کیسا
رخِ پرنور کو دیکھو تو اک دریا کا عالم ہے
خمِ گیسو میں بارانِ سحر کا ہے اثر کیسا؟"

ادا سے مسکرا کر نیچی نظروں میں کہو "حاشا" غمِ الفت سے جوشِ آہ سے اور سوزِ فرقت سے
یہ قطرے موت کے ٹپکے نگاہِ یاس و حسرت سے

رشید

محمد عبدالرشید ـــــ فاروقی خاندان کے بزرگ تھے ۱۳۱۹ف میں آپ کا ایک دیوان طبع ہو چکا ہے۔ حاجی سید کاظم حسین شیفتہ کنتوری کے شاگرد تھے، حضور بندگانعالی کی تخت نشینی کے زمانے میں آپ کی شاعری کا خاصہ چرچا تھا چنانچہ حضور کی مسند آرائی کی تاریخ کہی ہے،

زینت دہ ریاستِ ملکِ دکن ہے اب
۱۳۲۹ھ

دفتر تدوین علوم اہلبیت (جو مولٰنا حسن الزماں کی نگرانی میں تھا) کے آپ منتظم تھے ۱۳۱۹ف میں یہ دفتر تخفیف ہوا تو آپ وظیفہ پر سبکدوش کئے گئے۔

دل مرا وابستۂ زلفِ چلیپا ہو گیا سامنا اے دوستو کالی بلا کا ہو گیا
سبز رنگوں کے عشق میں آخر ہم تو گھبرا کے زہر کھا بیٹھے

رشید

غلام دستگیر ـــــ مستقر ضلع نلگنڈہ صوبہ میدک کے رہنے والے ہیں، ابتدائی تعلیم مدرسہ نلگنڈہ میں ثانوی فوقانیہ دارالعلوم میں اور اعلیٰ کلیہ جامعہ عثمانیہ میں پائی ایم، اے میں دیوان، غزلیات مولینا روم المعروف بہ دیوان شمس تبریز پر تحقیقی مقالہ لکھا، جس میں داخلی اور خارجی شہادتوں سے اس امر کا ثبوت فراہم کیا

ہے کہ حضرت شمس تبریز شاعر نہ تھے اور دیوان شمس تبریز مولٰینا روم کے غزلیات کا مجموعہ ہے،

نظام کالج میں فارسی کے لکچرار ہیں، شعر بھی خوب کہتے ہیں،

چاندنی رات

چمن کے پودوں کے اوٹ میں یہ حسین کوئی چھپا ہوا ہے | کہ اسکے عکسِ جمالِ رُخ سے جہاں منور بنا ہوا ہے
وہ چاند تاروں بھرے فلک پر عجیب عالم دکھا رہا ہے | صراحی لیکر حسین ساقی چمن میں گویا کھڑا ہوا ہے

ہمارے دل پہ کیا گذری نہ پوچھو | کسی گُل کی ادائے دلنشیں سے
نہ ہو ذوق وفا گر بے اثر ہے | لگانا دل کسی زہرہ جبیں سے

رشید

رشید ترابی —— بی، اے حیدرآباد کے خوش فکر شاعر ہیں، آپ نے ایک طویل نظم علامہ اقبال کے شکوہ کے جواب میں کہی ہے جو ۱۳۵۲ھ میں معین دکن پریس سے شائع ہوئی ہے جس کا ایک بند نقل کیا جاتا ہے،

شب جو دلمیں خلشِ خارِ غمِ دوش ہوئی | فکرِ فردا سے خرد بڑھکے ہم آغوش ہوئی
طبع کیفِ مئے پندار سے مدہوش ہوئی | بہکی اسقدر کہ آداب فراموش ہوئی

یوں تو رہتی تھی شکایت فلکِ پیر سے بھی
جی میں جو آیا کہا مالکِ تقدیر سے بھی

رشید

سید رشید الدین ــــــ حضرت تجلی کے فرزند اور مولینا تمکین کاظمی صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں، نوجوان شاعر ہیں، کبھی کبھی شعر کہہ لیتے ہیں، اور نہایت اچھے شعر کہتے ہیں، نثر بھی خوب لکھتے ہیں، ادبیات سے بہت لگاؤ ہے،

رہتا ہوں میں مست تمرِ جام شراب　　بجتا ہے سدا دائرہ دف چنگ رباب
اسطرح گزرتی ہے میری عمرِ عزیز　　خواہش ہے ثواب کی نہ ہی خوفِ عذاب

کوششیں عمر بھر کرے لیکن　　کوئی قسمت بدل نہیں سکتا

آجکل مجھ سے ہیں کچھ بیزار سے　　اور ملتے ہیں عدو سے پیار سے
دشمنوں کے ساتھ خوش رہتے ہیں وہ　　ہے فقط اک دشمنی مجھ زار سے

رضا

میر غلام مصطفیٰ ــــــ معتمدی مالگزاری کے منتظم اور حیدرآباد کے جاگیرداروں میں سے ہیں، کئی ایک انگریزی ناولوں کے ترجمے بھی آپ نے شائع کئے ہیں، شعر بھی خوب کہتے ہیں،

یہ نتیجہ ہے دل زار کی خود آرائی کا　　اور باعث نہیں کوئی مری رسوائی کا
نظرِ غور سے تو دیکھ مرا عشق ہی ہے　　میری عریانی کا باعث تری زیبائی کا

رضا

محمد عبد الرزاق ــــــ حیدرآباد کے خوش فکر شعراء میں سے ہیں،

راتدن رہتی ہے ظالم تیری صورت دلمیں ... کسطرح آئے بھلا غیر کی چاہت دلمیں
چاندتارو نہیں ہیں گویا نہیں سینہ میں یہ داغ ... انکی الفت کا جو ہے ماہِ حقیقت دلمیں
تو نہو پاس تو کیا دلمیں تری یاد تو ہے ... ہم سمجھ لیتے ہیں اسکو ہی غنیمت دلمیں
سامنے رند کے واعظ تری ہستی کیا ہے ... اچھے اچھے کی بدلجاتی ہے نیت دلمیں

رضوی

سید محمد ابراہیم ——— علیگڈھ یونیورسٹی سے بی' اے آنرز کیا ہے حیدرآباد کے خوش فکر نوجوان اور نظامت طبابت کے پرسنل مددگار ہیں' شعر بھی خوب کہتے ہیں'

میں اور یہ غمگینی، تو اور یہ بیباکی ... سفاکی و بیدردی' بیدردی و سفاکی
تو اخترِ حسن آرا' میں ذرۂ بے مایہ ... اختر کی روش نوری' ذرہ کی فضا خاکی
یکساں ہیں نظر والو! اقلیمِ محبت میں ... پھولوں کا تبسم ہو' یا میری جگر چاکی
سب حسن کے جلوے ہیں سب تیری ادائیں ہیں ... وہ درد کا عالم ہو' یا جوشِ طربناکی

رعد

میر نادر علی ——— مولوی نوازش علی صاحب لمعہ کے چھوٹے بھائی اور حضرت کاظم علی شعلہ کے فرزند ہیں' نہایت خوش فکر شاعر اور طبیب یونانی ہیں' آجکل دواخانہ داڑھی پر متعین ہیں'

دیوان رعد' ایمان سخن وغیرہ کے نام سے کئی ایک مجموعے شائع ہو چکے ہیں'

کبھی بہر محال اے دل نہ وصالِ یار ہوتا ... اگر ایک بار ہوتا تو ہزار بار ہوتا

وہ تو کہتے ہیں رہے پاسِ ادب لیکن یہاں
حرفِ مطلب کا زباں پر بار بار آنے کو ہے

رہبر علی، امام علی، پیشوا علی
حیدر علی، ابوالحسن و مرتضیٰ علی

عالم علی، علیم علی، علمِ حق علی
ناصر علی، نصیر علی، پیشوا علی

رعنا

سید حمید الدین ـــــ جامعہ عثمانیہ کے قدیم طالب علم اور اچھے شاعر ہیں،

صحن گلشن میں وہ بے پردہ خراماں ہوتا
صفحۂ کون و مکاں کا وہ گلستاں ہوتا

آپ ہی پردہ درِ رازِ گلستاں ہوتا
آپ ہی بلبلِ بے ہوش یہ نالاں ہوتا

وہ ذرا میری طرف دیکھ کے خنداں ہوتا
وہ میرے ذرۂ دل کا خورشیدِ درخشاں ہوتا

ابھی ہو جائے گا اک حشرِ ترنم برپا
تم ذرا ناز سے گلشن میں خراماں ہوتا

رفیق

محمود علیخاں ـــــ ہائیکورٹ کے وکیل اور حیدرآباد کے اچھے شاعر ہیں،

خاموشیوں میں شہرۂ لطفِ سخن ہوا
معدوم گو ہزار کسی کا دہن ہوا

آزادگی میں رنگِ تقید کا تھا اثر
یوں پابگل تو کہنے کو سروِ چمن ہوا

بیٹھا نہ پاؤں توڑ کے آوارۂ وطن
راحت نصیب کب یہ غریب الوطن ہوا

داروغۂ تلخ بنگیا ہر جرعۂ شراب
برہم جو مجھ سے ساقیٔ توبہ شکن ہوا

رفیق

محمد عبد الغفار ـــــ آپ حضرت ہرمز کے شاگرد رشید اور بڑے اچھے

خوشنویس ہیں، شعر خوب کہتے ہیں،

ملک الموت کو کوئی نہ دوا روک سکی — رہ گئی حضرتِ لقمان کی حسرت دلمیں

سر سبز پھر بہار سے سارا چمن ہوا — رونق فروز آج وہ غنچہ دہن ہوا
مجھپر نہ مہربان کبھی چرخ کہن ہوا — اس غیرت قمر سے ملایا نہ ایک شب
یوسف کا چاک جسکے سبب پیراہن ہوا — تہمت سے انبیا کو بھی چھوڑا نہ عشق نے

رنگ

حاجی محمد وزیر خاں ——— حضرت ظہیر کے ارشد تلامذہ سے اور نہایت کہنہ مشق پختہ رنگ شاعر تھے، ۱۳۵۲ھ میں انتقال کیا، قدیم وضع کے بزرگ تھے، واحد علیخاں صاحب عاصی آپ کے فرزند ہیں،

وہ آئے بھی گئے بھی خبر تک نہیں ہوئی — کچھ ایسا انکو دیکھ کے میں محو ہو گیا
بلا سے دو گھڑی کیواسطے تسکین ہوجاتی — تمہارا خواب ہی میں گر مجھے دیدار ہوجاتا
رہی ہو میرے تصور میں جو جسیں برسوں — میں اسکی یاد کو دل سے نکالدوں کیونکر
سنا کر دل میں کہا تک نہیں نہیں برسوں — کبھی تو ہاں بھی کہو عرض مدعا یہ مرے
اک تماشا ہے جہاں میں ترے سودائی کا — تالیاں بجتی ہیں جس سمت نکل جاتا ہے
کیوں ارادہ ہے مرے قتل پہ ہر بھائی کا — ہوں نہ حابیل نہ میں یوسفِ کنعانی ہوں

رنگین

محمد ایوب ——— قصبۂ کول (علیگڈھ) کے باشندے اور مدت سے دکن

میں ہیں، کورٹ آف وارڈز میں منتظم اور عرصے تک گلبرگہ پر مامور رہے، اب بھی کہیں دکن ہی میں ہیں، حضرت امیر مینائی کے شاگرد و خلصے سن رسیدہ بزرگ ہیں، شعر خوب کہتے ہیں اور پڑھنے کا انداز بھی اچھا ہے،

نہ ذوقِ حق پرستی ہے نہ فکرِ رازِ ہستی ہو ۔۔۔ مرا دل ہے الٰہی یا کوئی ویرانہ بستی ہو
کسے بے یار فصلِ گل میں شغلِ مے پرستی ہو ۔۔۔ یہاں چھایا ہوا ہی ابرِ غمِ حسرت برستی ہو
گھیرے ہوئے حسرت ہی تو ارماں جلو میں ۔۔۔ وحشی کو ترے بے سر و ساماں نہیں دیکھا
ممکن ہے کہ ہوں اور بھی دنیا میں پریشاں ۔۔۔ ہمنے کوئی زلفوں سا پریشاں نہیں دیکھا

روشن رائے

"روشن رائے" یہ "قلمی نام" ہے جامعہ عثمانیہ کے ایک قابل اور روشن رائے روشن دماغ، روشن خیال، فارغ التحصیل کا جنکی ادبی شہرت اصلی نام سے بھی خاصی ہو گئی ہے۔ مگر نظم کے لئے انہوں نے جلا التمابی کو اس روشنی میں چھپا دیا ہے۔ نظم خوب کہتے ہیں، شاہزادگان بلند اقبال کے یورپ سے واپس آنے پر مسٹر لاٹوش نے ٹائمز مصوّر ہفتہ وار میں ایک انگریزی نظم شائع کی تھی جسے دیکھکر روشن رائے نے اپنے خلوص و عقیدت کے پھول چن دئے ہیں،

خوش آمدید کہ تمہیں منتظر بہت آنکھیں ۔۔۔ تمہارے آنے سے اب دلکو کچھ قرار آیا
رعایا شاد ہے اور مادر و پدر مسرور ۔۔۔ ہر ایک کیلئے یہ وقتِ خوشگوار آیا
تمہارا لوٹ کے آنا تمہیں مبارک ہو ۔۔۔ تم آئے ہو کہ یہاں موسمِ بہار آیا

شہاب گنبد گردوں سے جسطرح آئے
نسیم نکہتِ گل لیکے جس طرح آئے
اسیطرح سے خبر شادیونکی ہم کو ملی
اسی طرح درِ مغرب سے نامہ بر آئے

رونق

مرزا امام بیگ ـــــ حضرت محسن کے شاگرد ہیں، دکن نیوز ایجنسی کے بانی آپ ہی ہیں، شعر بھی کہتے ہیں، رسالہ خلیق کی ادارت بھی کرتے ہیں،

ایک ٹھوکر مری مرقد پہ بھی او مست خرام
ہاں ادہر بھی تو کچھ احسان مسیحائی کا
بے حجابانہ قیامت ہوئی بے ساختگی
جاگ اٹھے فتنے بہانہ ہوا انگڑائی کا

راہبر

حکیم دستگیر بیر شاد والاجاہی ـــــ جناب زیرک کے شاگرد ہیں، شعر بڑے اچھے کہتے ہیں،

تفوق خاکساری کے سوا حاصل نہیں ہوتا
بلندی پر پہونچنے کا ذریعہ ہی تو پستی ہے
نرالا ہے عجب کچھ قاعدہ بازارِ الفت کا
گراں جنس وفا ہی تو متاعِ جور سستی ہے
ہمیں عاصی ہیں اسکے مستحق واعظ سر محشر
گنہگاروں پہ ہی اللہ کی رحمت برستی ہے

راہبر

غلام دستگیر خاں ـــــ مندوزی گھرانے کے پٹھان ہیں، نواب الف خاں کرنولی کے خاندان سے اور ابراہیم علیخاں عیش کرنولی کے پوتے ہیں، قادری اور نظامی سلسلہ میں بیعت ہیں، اُستاد جلیل سے مشورۂ سخن کرتے ہیں شعر بڑے اچھے

کہتے ہیں،

علاجِ دردِ دل سرکارِ طیبہ ہی سے ہو تو ہو
مسیحا سے تو یہ بیمار اچھا ہو نہیں سکتا

تجلیٔ رخِ روشن کو پوچھے کوئی موسیٰ سے
قمر نقشِ کفِ پا کا بھی نقشا ہو نہیں سکتا

بلا لیجئے طیبہ میں شاہِ مدینہ
ہے مرنے سے بدتر یہ فرقت کا جینا

درِ دولت پہ زمانے سے صدا دیتا ہوں
کچھ مرے دردِ جگر کی بھی دوا ہو جائے

ریاضؔ

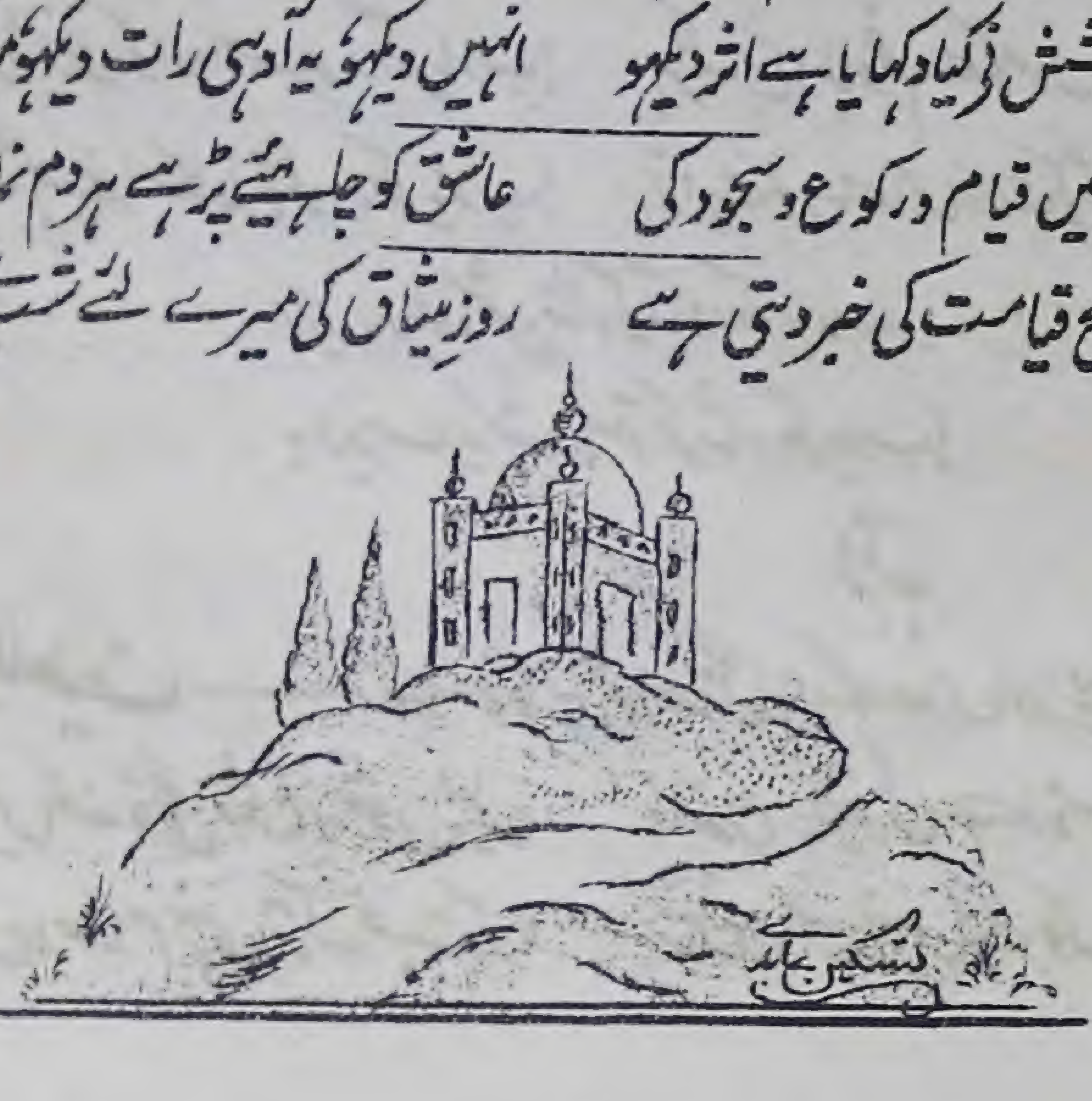
ریاض الدین علی ——— حضرت معلّیٰؔ کے فرزند اور کہنہ مشق شاعر ہیں،
حضرت کیفیؔ کے تلامذہ میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں،

محبت کی نگاہوں سے کسیکو تم اگر دیکھو
تو غیرت کی نظر سے مجھکو پہلے دیکھکر دیکھو

میرے دلکی کشش نے کیا دکھایا ہے اثر دیکھو
انہیں دیکھو یہ آدھی رات دیکھو میرا گھر دیکھو

حاجت نہیں قیام و رکوع و سجود کی
عاشق کو چاہیئے پڑھے ہر دم نمازِ عشق

دم بدم صبح قیامت کی خبر دیتی ہے
روزِ میثاق کی میرے لئے شب ہے دنیا



ز

زاہد

زاہد حیدری ——— حیدرآباد کے رہنے والے اور اچھے شاعر ہیں، جشن سیمیں کی تقریب میں "عید سلطان" کے نام سے ایک نظم بھی شائع کی ہے جسکا ایک بند نقل کیا جاتا ہے،

شہ عثمان علیخاں کو سدا مسرور رکھ یارب! ہر اک رنج و بلا و غم سے کوسوں دور رکھ یارب!
مسرت سے ہمیشہ اسکا دل معمور رکھ یارب! تو اپنے نور سے اس ذات کو پُر نور رکھ یارب!
رہیں برباد دشمن شاہ کو آباد رکھ یارب!
بہ زیر سایۂ شہ دوستوں کو شاد رکھ یارب!

زاہد

عبداللطیف ——— مدرسۂ فوقانیہ کھمم (ورنگل) کے مدرس اور اچھے شاعر ہیں،

باغ میں خندۂ گل شاخ پہ شورِ بلبل رات دن بیتے گی ہے وہ مسرت دلمیں
شانِ اسلام نہیں ترک محبت کرنا شان مومن نہیں یہ ہے جو کدورت دلمیں

تذکرہ شیرِ خدا کا ہے زباں پر جاری
کیوں زیادہ نہ ہو ایمان کی قوت دل میں

زاہد

مرزا باقر علی ——— سٹی انٹرمیڈیٹ کالج کے طالب العلم ہیں، طبیعت اچھی پائی ہے۔ شاعری کا بھی شوق ہے، غزل اور نظم کہہ لیتے ہیں،

ہائے پھر یاد آگیا کوئی
میرے دل میں سما گیا کوئی

آگیا پھر لبوں پہ نام اُن کا
مجھکو بے خود بنا گیا کوئی

میری الفت کا چھیڑ کر قصہ
بیٹھے بیٹھے رُلا گیا کوئی

اب میں کیا کیا بتاؤں اے زاہد
مجھکو کیا کیا بنا گیا کوئی

زبیر

محمد زبیر ——— امروہہ (ضلع مراد آباد) کے باشندے تھے تقریباً بارہ سال ہوئے کہ عدالت گلبرگہ میں نقل نویس تھے نہایت خوش طبع، زندہ دل، یار باش اور اچھے شاعر تھے، مگر وطن کی مناسبت سے طبیعت میں امروہہ پن تھا، شاید اب کسی اور ضلع پر ہیں،

لالہ بھی داغی غلام اُس گُل کے چہرے کا نہیں
سرو بھی ہے بندۂ آزاد قدِ یار کا

کعبۂ مقصود کا کسدن نہیں ہوتا طواف
روز اک چکر کیا کرتا ہوں کوئے یار کا

یہ کیوں بے سبب اے نسیم سحر
جلایا تجھے شمع مدفن سے ہے

نمودِ بہارِ ریاضِ عدم
وجودِ گلِ رنگ مدفن سے ہے

زعمؔ

سید غلام محمد ——— حیدر آباد کے قدیم شرفا اور مشائخ گھرانے سے ہیں، عربی فارسی کے عالم و فاضل ہیں وعظ بھی خوب کہتے ہیں، ڈاکٹر سید غلام محی الدین قادری زور پروفیسر جامعہ عثمانیہ آپ ہی کے فرزند ارجمند ہیں، شعر بھی خوب کہتے ہیں، اُستاد داغ کے شاگردوں میں سے ہیں، پچاس برس سے زیادہ عمر ہے، زندہ دل نیک مزاج خوش طبع پُرانی وضع کے بزرگ ہیں،

بندوں پہ الہی تیرے احسان بہت ہیں — اس دل کے عوض اور کوئی دل مجھے دیدے
یا اپنی بزم ناز میں مجھ کو بلا کبھی — یا میرے گھر میں وعدہ فراموش آ کبھی
اتنی بھی بیچین لیلیٰ کیلئے محمل میں ہے — قیس نے نالہ اگر منہ سے نکالا ہی نہیں
ایک پہلو میں ہی اک سینہ میں ہی اک دل میں ہے — کیا بتائیں ہم کہاں ہیں آپکی مژگاں کے تیر
یا مرا قصۂ غم اُس کو سنائے کوئی — یا مرے پاس جفا کار کو لائے کوئی
نیند آتی ہے ہمیں اب نہ ستائے کوئی — زعمؔ کس ناز سے وہ رات کو فرماتے ہیں

زورؔ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری ——— حیدر آباد کے قدیم اور شریف گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں، جامعہ عثمانیہ سے ایم' اے' اور لندن سے پی' ایچ' ڈی کیا ہے، جامعہ عثمانیہ ہی میں اُردو کے پروفیسر ہیں، نظم و نثر دونوں پر قدرت ہے آپ کی حسب ذیل تصانیف مشہور ہو چکی ہیں،

اردو شہ پارے، اردو کے اسالیب بیان، محمود غزنوی کی بزم ادب، روحِ تنقید، تنقیدی مقالات، تین شاعر، طلسمِ تقدیر، تازیانہ، ہندوستانی لسانیات، ہندوستانی صوتیات (انگریزی) گلزار ابراہیم، گارسان دتاسی، دیوان زادۂ حاتم، عہد عثمانی میں اردو کی ترقی، فن انشاء پردازی وغیرہ

نہایت علم دوست، شریف الطبع، قابل اور خدمتِ ملک کا جذبہ رکھنے والے انشاء پرداز ہیں۔

برس ابرِ کرم جلدی، نہیں ہے دیر کچھ اچھی
رہیں گے بیکسوں کے اشک کے دریا رواں کبتک

نہیں کیا سوختہ قسمت یہاں مجھسے سوا کوئی
جلائے گی تو اے بجلی مرا ہی آشیاں کبتک

فدا کرنا پڑیگا زورؔ ان پر دونوں چیزوں کو
مرا دل میرا دل کبتک مری جاں میری جاں کبتک

دعویٰ ہے اگر اسکو مرے دیدۂ تر سے
کہہ دو یہ گھٹا سے کہ مرے سامنے برسے

اے زورؔ وہ بت حسن پہ جو اپنے ہیں مغرور
قابو میں نہ وہ زور سے آئینگے نہ زر سے

زورؔ

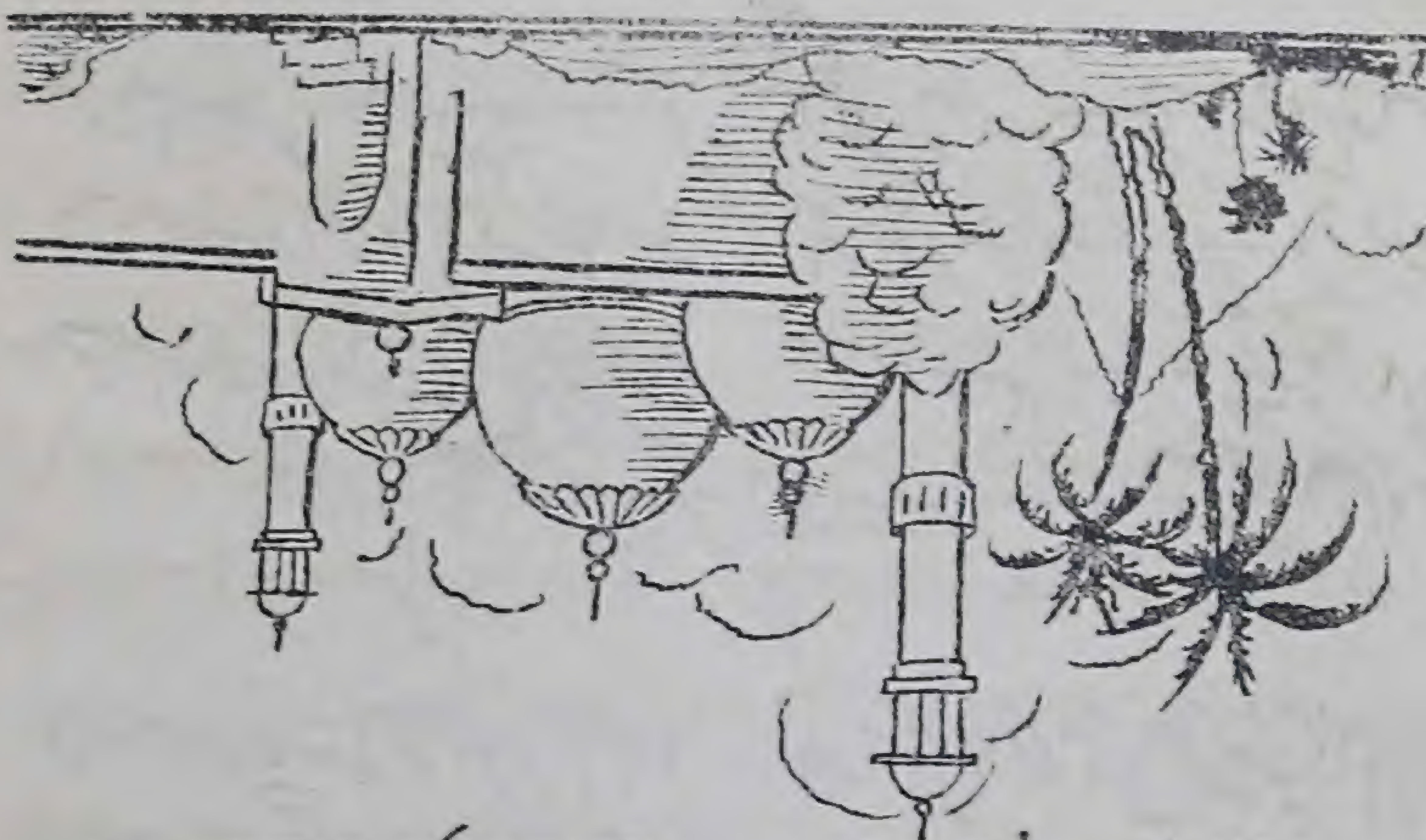
خواجہ معین الدین احمد ـــــ حضرت عیشؔ کے شاگرد اور اچھے شاعر ہیں۔

اسقدر شوقِ شہادت کی ہے کثرت دلمیں
بڑھ گئی خنجرِ بیداد کی چاہت دلمیں

آبلہ پائی کو ہے دشت نوردی مرغوب
کیوں ترقی پہ نہ ہو جوششِ وحشت دلمیں

حسرتِ مردہ لیں دفن ہی ہے ساتھ مرے
دل ہی تربت میں مرا یا کہ ہے تربت دلمیں

زورؔ رہتا ہے جو اس بت کا تصور مجھکو
مثل آئینہ نظر آتی ہے صورت دلمیں



زیبا

علی حسنین ——— کلیہ جامعہ عثمانیہ کے طالب العلم اور بڑے اچھے شاعر ہیں، شاید یو، پی کے باشندے ہیں، مگر مدت سے حیدرآباد میں ہیں،

آتشِ الفت کا چھوٹا سا شرر　　دردِ دل کی کائنات مختصر

آب و گل کا پیکرِ آشفتہ حال　　اہلِ دنیا کو پیامِ برشگال

اک پپیہا ہستیٔ نوحہ طراز　　رنگ و بو کی بزم کا ہنگامہ ساز

جسکا ہے دن رات نالہ پی کہاں　　جانے رہتا ہے اسکا جی کہاں

کر رہا ہے دعوتِ گوش و نظر　　آم کی جھکتی ہوئی اک شاخ پر

بادل اُمڈے اُودے ہیں چھائے ہوئے　　جی اُٹھے ہیں پیڑ مرجھائے ہوئے

زیبا

سید حبیب حسین مختار ——— عرب ہیں مگر اردو شاعری سے شغف ہے۔ جناب زیرک کے شاگرد اور اچھے شاعر ہیں،

دلکی خواہش ہے کہ یہ حال ہے وقتِ اخیر　　پاؤں آقائے مدینہ کے ہوں اور سر اپنا

وحشتِ دلکی یہ بیجا نہیں حیرت دل میں　　دلسی محدود جگہ اور قیامت دل میں

پہلے مجھکو یہ بتا اے کششِ فتنۂ حشر　　دل قیامت میں ہے میرا کہ قیامت دلمیں

بیٹھے بیٹھے ہیں صدا صور کی سننے پہ بھی ہم　　نام کو بھی نہیں کچھ خوفِ قیامت دل میں

س

ساجد

خواجہ ساجد سبحانی ——— چند سال قبل انٹرمیڈیٹ کالج ورنگل میں تعلیم پاتے تھے، شعر بھی خوب کہتے تھے، نہ معلوم اب کہاں ہیں،

مئے دیدار میں خود تھا مزہ پینے سے بھی بڑھکر
طبیعت ہوگئی ہے سست ای پیرِ مغاں میری

وہ آئے وقت پر ورنہ خدا معلوم کیا ہوتا
زباں پر رہگئی آ آکے بس آہ و فغاں میری

مجھے آدابِ حسن و عشق نے پابند کر ڈالا
جبیں ہے ہر سجدہ وقفِ سنگِ آستاں میری

بہار آئی ہے تھوڑی سی اگر پی لوں تو کیا واعظ
جوانی کی امنگیں ہیں طبیعت ہے جواں میری

ساحر

برہان الدین ——— حضرت عیش کے شاگرد اور اچھے شاعر ہیں،

جاگزیں جب سے ہوا جذبۂ الفت دلمیں
بڑھ گئی کچھ کشش عشق و محبت دل میں

جھوم کر ابر کو اٹھتے ہوئے جب دیکھ لیا
ہوئی توبہ شکنی کی وہیں نیت دل میں

دلِ بیمار کو ہو رنج سے کسطرح سکون
کہ ہے مدت سے نہاں درد محبت دل میں

لٹ گیا حیف مرا خانۂ دل اے ساحر   جب سے اس آئینہ رو کی ہی محبت دلمیں

سالک

سید علی حسن نقوی ـــــ مہاراجہ بہادر کے مخصوص مشاعرے کے شعراء میں سے ہیں، شعر بڑے اچھے کہتے ہیں،

نظر پڑتی ہے پھر برقِ تپاں کی   الٰہی خیر میرے آشیاں کی
کہاں تک او ستمگر جور پیہم   کوئی حد بھی ہے آخر امتحاں کی
مجھی پر گر پڑی تھرا کے بجلی   بنا کرنے چلا تھا آشیاں کی
چمن ہے یا کوئی جنت کا ٹکڑا   چمن آرائیاں ہیں باغباں کی

ساقی

سید شرف الدین ـــــ حیدرآباد کے مشہور وکیل اور بڑے اچھے شاعر تھے ترتیب تذکرہ ہذا کے دوران میں انتقال کیا،

آہ، دم سینہ میں کیوں آج گھٹا جاتا ہے   آج کیوں پاس ادب دل سے اٹھا جاتا ہے
عیش کیوں تلخ ہی کیوں آج وفور غم ہے   جوش فریاد سے کیوں آج لبوں پر دم ہے
خوب واقف ہوں کہ سو لطف ہیں چپ رہنے میں   آج قابو میں نہ دل ہے نہ زباں کہنے میں
حالتِ سابقہ یاد آئی تڑپنے لگا دل   ضبطِ فریاد کا خود ہو گیا دعویٰ باطل

سامی

ویرا سامی ـــــ مادری زبان اردو نہیں ہے مگر اردو میں بڑے اچھے شعر

کہتے ہیں،

ناطقہ بند ہے یاں قوتِ گویائی کا
ہو سکے وصف بیاں کیا تری رعنائی کا

مدعی ہو کہ کوئی ہو یہ دعا ہے میری
منہ نہ اللہ دکھائے شبِ تنہائی کا

سحر

سید عزیز الحق ——— اچھے شاعر ہیں مشاعروں میں پڑھتے ہیں،

کیجئے آکے کسی روز زیارت دلمیں
ہمنے ارمانوں کی بنوائی ہے تربت دلمیں

کبھی ہا چھپتی ہے چھپائے سے عداوت دلمیں
لب پہ آجاتی ہے جو کچھ ہے حقیقت دلمیں

کیسا جادو ہے حسینوں میں کہ ملتے ہی نظر
چشم کی راہ سے آجاتی ہے الفت دلمیں

وعظ کرنے کیلئے میکدہ آئے واعظ
کیا خدا جانے سمائی تھی حماقت دلمیں

سحر

محمد حسین ——— بدایوں کے باشندے مگر مدت سے سکندرآباد میں رہتے ہیں، شعر بھی خوب کہتے ہیں،

دل کے ارمان نکلنے کی توقع کیا ہو
دم نکلنے کی بھی باقی نہیں طاقت دلمیں

فیض دریائے کرم سے ہے وہ موج الفت
ورنہ کیا قطرۂ خوں کی ہے حقیقت دلمیں

خوف محشر بھی ہے اور خطرۂ پاداشِ عمل
دل قیامت میں ہے دنیائے قیامت دلمیں

پہلے تھی آرزوئے دید میں چشم پرشوق
دم نکل جائے کہیں اب ہے یہ حسرت دلمیں

سخا

سید نظیر حسن ——— یو، پی کے باشندے تھے، ابتداً حیدرآباد آکر پادریوں سے مناظرہ کرتے رہے پھر دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ میں ملازمت کرلی، نہایت خوش مزاج، عالم و فاضل بزرگ تھے، شعر خوب کہتے تھے، انگریزی سے واقف اور انگریزی شاعری کے دشمن تھے ۱۳۵۲ھ میں انتقال کیا،

شیدائے قدو زلف شکن در شکن ہوا — میں کس خطا میں لائق دار و رسن ہوا
جب ہو چکی بہار خستہ اں کا وطن ہوا — کہتا ہے اب چمن یہی کہ میں کیوں چمن ہوا
مجبوریاں تھیں کچھ تو زمانہ کی ورنہ کیوں — کانٹوں سے پھول باغ میں ہم انجمن ہوا
اشکوں کیساتھ رہنے سی ہے آب تاب اور — ہر پارۂ جگر مرا لعل یمن ہوا

سخنور

یعقوب علیخاں ——— شیخ احمد صاحب صوبیدار (فوج) کے فرزند تھے ۱۲۶۴ھ میں گنٹور میں تولد ہوئے اور کمسنی ہی میں اپنے والد کے ہمراہ سکندرآباد آگئے، فارسی، عربی سے واقف تھے، ابتداً افضل گنٹوری سے مشورۂ سخن کرتے تھے ۱۲۹۴ھ میں سرفراز علی صفی دہلوی (شاگرد آتش) کے شاگرد ہوئے ۱۲۹۵ھ میں صفی نے انتقال کیا تو آپ نے مرزا قربان علی سالک (شاگرد غالب) سے مشورہ شروع کیا ۱۲۹۷ھ میں سالک نے بھی انتقال کیا اور آپ نے محض اس ڈر سے کسی کی شاگردی اختیار نہیں کی کہ کہیں آپ کے شاگرد ہوتے ہی

استاد نہ مرجائے،

سکندرآباد میں سب سے پہلے آپ ہی نے خانگی مدرسہ قائم کیا اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوگیا، اور ایک ماہوار مشاعرہ بھی شروع کیا جس میں حیدرآباد کے سب شعراء غزل پڑھا کرتے تھے، یہ مشاعرہ بھی سکندرآباد کا اولین مستقل مشاعرہ تھا جو مدت تک ہوتا رہا، اس مشاعرے کا ایک گلدستہ بھی گلزار سخن کے نام سے طبع ہوتا تھا،

آپ نے سکندرآباد جیسے تجارتی اور خشک مقام پر شاعری کی روح پھونکدی اور جمال الدین نادرؔ، بدیع الزماں سیارؔ، عبدالرحیم شمسؔ، عبداللطیف شہیرؔ، سید عثمان عاجزؔ، محمد قاسم مکرمؔ، نیاز الدین نیازؔ، محمد جعفر اثرؔ، عبدالعزیز مایوسؔ، یوسف حسن یوسفؔ، وغیرہ بیسوں شعراء کو تیار کر دیا،

آپ ابتداً لکھنؤ اسکول کے متبع تھے اور بعد کو دلی اسکول کی تتبع کرنی چاہی مگر دونوں اسکولوں کا رنگ ملکر ایک اور ہی رنگ پیدا ہوگیا تھا جو دکن اسکول کا تھا،

آپ نے حضرت روحی فداک کا سراپائے مبارک بھی نہایت اچھا لکھا ہے مگر افسوس ہے کہ وہ اسوقت ہمارے پیش نظر نہیں،

۱۲ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ کو آپ نے انتقال کیا، سکندرآباد کی موجودہ شعری چہل پہل آپ ہی کی محنت کا نتیجہ ہے،

کرو تم بات تو ہر بات میں طولِ بیاں کیوں ہو
جو دل خوش ہو سخن آگر لبو نیز داستاں کیوں ہو

مجھی کو ہو نکدری یا خلق کو خاکِ سیہ کر دے
جو میری جان ہو ای دائے وہ جانِ جہاں کیوں ہو

گر مقصد کسی تازہ ستم کی آزمائش ہے
خلاف وضع تم مجھ پر میریجاں مہرباں کیوں ہو

کہیں پردہ کہیں بے پردگی ہو واہ رے پردہ
نہیں معلوم دل میں رہ کے آنکھوں سے نہاں کیوں ہو

ذرا سے نور پر خورشید انور چھپ نہیں سکتا
تعجب ہے کہ تم اس حسن پر مجھ پر نہاں کیوں ہو

ہزاروں طعنۂ اغیار پر اُف بھی نہیں کرتے
سخنور تم سخنور ہو تو پھر یوں بے زباں کیوں ہو

سراب

سمیع الزماں ——— انٹرمیڈیٹ کالج ورنگل کے لکچرار ہیں، شعر بھی خوب کہتے ہیں،

اپنی حیثیت کو اے طفلِ دبستاں مجھ سے پوچھ
اک طلسمی ذرّہ ہے تو دشتِ پُر تنویر کا

جوش تیرا اک فقط غوغائے ہرّا ہی نہ ہو
زلزلہ انداز ہو نعرہ تری تکبیر کا

کر ڈراما کی ضرورت سے زنانہ پارٹ بھی
ہاتھ میں قائم رہے جوہر مگر شمشیر کا

شانہ و سینہ رہے ہر حال کسبِ تفنگ
بلکہ سینہ ہو سپر، بندوق و توپ و تیر کا

سطوتِ خالدؓ کو تو ظالم مگر رسوا نہ کر
غیرتِ ارجن ہو ہر نقشہ تری تصویر کا

فطرۃً گر مرد ہستی مرد باش و زن مباش
شہرتِ مردانگی قوم را دشمن مباش

سمرتاج

جامعہ عثمانیہ کے طالب العلم اور ۱۹۳۱ء و ۱۹۳۲ء میں زیر تعلیم تھے، اور حالات

معلوم نہ ہو سکے،

پریشان خاطری دیکھی خمِ زلفِ دوتا بنکر — کبھی آسودگی پائی دلِ بے مدعا بن کر
کبھی سینہ زمین کا چیر کر تحت الثریٰ پہونچا — کبھی اوجِ فلک دیکھا یتیموں کی دعا بنکر
وجودئی ہستی معبود کی شانِ بقا دیکھی — چمن زارِ جہاں میں موجِ سیلابِ فنا بنکر
حقیقت جزو کل کی دیکھ لی سچے خیالمیں — خود اپنے کو نہ پہچانا مگر ناآشنا بنکر

سردار

علی نقی خاں ـــــــ حیدرآباد کے رہنے والے ہیں، شعر اچھے کہتے ہیں،

جسدن سے مجھکو عشقِ بتِ سحر فن ہوا — اُس روز سے عدو مرا چرخِ کہن ہوا
ساقی پھر ایک دَور دے موسمِ پھول کا — پہلے کے جام کا تیرے نشہ ہرن ہوا
پھر لذتِ اسیرئی صیاد عود کی — پھر دل کو ذوقِ سیرِ بہارِ چمن ہوا
موت و حیاتِ قیس میں صحرا کا تھا غبار — جامہ کا جامہ اور کفن کا کفن ہوا

شہرعد

عظمت اللہ خاں ـــــــ سکندرآباد کے رہنے والے تھے ابتداً حضرت واصفی کو کلام دکھاتے تھے بعد میں اُستاد جلیل (نواب فصاحت جنگ بہادر) سے مشورہ کرنے لگے تھے، حیدرآباد کے موجودہ شعراء میں اچھے کہنے والے تھے عاشق مزاج تھے، دل چوٹ کھایا ہوا تھا، طبیعت میں رندی بھی تھی اسلئے شعر تر نکلتے تھے، محکمہ نظامت بندوبست میں محاسب تھے، پڑھنے کا انداز

بہی دلکش تہا، پینتیس سال کے قریب عمر تہی ایک دیوان "فغانِ سرمد" کے نام سے دس بارہ سال پہلے چہپوایا تہا، دوسرا دیوان "نالہ سرمد" چہپ رہا تہا، اس دیوان کی طباعت مکمل ہوئی ہی تہی کہ یکایک نمونیا میں مبتلا ہو گئے اور ۱۳۸۳ھ میں انتقال کیا، طبیعت میں متانت اور سنجیدگی تہی شعر سمجھ کر کہتے تھے، اگر سرمد جیتے تو اپنے معاصرین سے بہت زیادہ شہرت حاصل کرتے یوں بہی ان کی شہرت بہت خاصی رہی، حیدرآباد کے بچے بچے کی زبان پر ان کے شعر تہے کئی ایک غزلیں ریکارڈ ہو چکی تہیں، مختصر یہ کہ نہایت اچہے شاعر تہے خداوند عالم اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

دعا ہے رہ جائے حشر میں بہی بہرم گنہگار آرزو کا
کہ سر جہکائے خدا کے آگے خیال ہے تیری جستجو کا
خدا ہی جانے دیارِ دل میں بہٹکتی ہوگی کہاں کہاں یہ
بہت ہی دشوار ہے لگانا سراغ ناکامِ آرزو کا
یہی تو شمع حرم ہی سرمد یہی اسی سے روشن غریب خانہ
جو دل میں ناسور ہی ہمارے چراغ ہی چشمِ آرزو کا

دل کا مرے غبار بڑا اس ہوا کے بعد
نظارہ باز آنکھ کہلی ہے تغافل کے بعد
مانگا تہا اُن کو اُنکی بلائیں گلے پڑیں
اُلٹا اثر دعا کا یہ دیکہا دعا کے بعد
ان بلبلوں کو خوب ملا پہل بہار کا
اب خاک اڑ رہی ہی چمن میں صبا کے بعد

مٹارہ فنا میں وفا کا ثبوت ہے — سرمد صلہ ملیگا وفا کا فنا کے بعد

گرہ کا جشن شہ تاجدار کو دیکھو — چمن کے ساتھ چمن کی بہار کو دیکھو
دکن ہے میکدہ ساقی حضور ہم میکش — نزولِ رحمت پروردگار کو دیکھو
یہ جشن شہ کی مسرت کا اک مرقع ہے — نشاط و عیش کے نقش و نگار کو دیکھو
قدم شاہ سے آخر لپٹ گیا سرمد — نثار ہو ہی گیا جان نثار کو دیکھو

خوشا نصیب کہ پھر موسم بہار آیا — وہ شام عیش کی وہ روز وصلِ یار آیا
بہار آئی ہے ساقی کی نذر کو زاہد — کہ ٹکڑے توبہ کے لیلے کے بادہ خوار آیا

اُٹھے جو ہاتھ اجابت کو کچھ نہ دیر لگی — دعا ادھر کی، ادھر فضل کردگار ہوا

سجدہ گاہِ عاشقاں دیر و کلیسا کیوں نہ ہو — نقشِ تصویرِ بتاں نقش کفِ پا کیوں نہ ہو
ساتھ پروانوں کے دل بھی خاک اپنا کیوں نہ ہو — شمع کے بدلے چراغ روئے زیبا کیوں نہ ہو
عشق میں آباد میرے دل کی دُنیا کیوں نہ ہو — بس گئے جب رنج و غم ارماں پیدا کیوں نہ ہو
سوز ہے دونوں میں دونوں مبتلائے درد ہیں — بیقراری دلکی بجلی کا تڑپنا کیوں نہ ہو
دستِ وحشت کی درازی تا بدامن ہو گئی — دلکے ہاتھوں میں گریبان تمنا کیوں نہ ہو
وہ تصور میں مرے آئے گئے مثلِ خیال — ہوش کا پردہ ہی خود خوابِ تمنا کیوں نہ ہو
یہ پھٹے کپڑے، یہ مُنہ پر گرد، یہ دیوانگی — سرمد اپنا حال محشر میں تماشا کیوں نہ ہو

ہمارا کام ہے سر تا پا التجا ہونا — زباں سے حرفِ تمنا ادا ہوا نہ ہوا

اے دل تو اس گلی میں پامالِ ناز ہو جا — قدموں پہ سر کو رکھ کر تو سر فراز ہو جا

سرور

احمد محی الدین ——— حضرت عیش کے فرزند اور شاگرد ہیں،

دیکھ لے آکے مریجاں دم فرصت دلمیں
پھول ہر داغ ہے دل ہی میرا چھوٹا سا چمن

کیوں ذرا سا ہو پھر کیف مسرت دلمیں
جام چھوٹا سا ہے۔ مے ہلکی سہی، ساقی کمسن

آنکھ میں اسکی مروت نہ محبت دلمیں
کمسنی ہی میں ہے سفاک بلا کا وہ بت

کہ ذرا سا ہے ابھی سوز محبت دلمیں
کیوں نہ چھوٹی سی زباں پر ہو ذرا سا چھالا

سرور

ابوالقاسم ——— یو، پی کے باشندے اور مدت سے حیدر آباد میں مقیم ہیں، دارالترجمہ سرکار عالی سے ملازمتی تعلق ہے۔ اردو، فارسی میں نہایت اچھے شعر کہتے ہیں، خصوصاً فارسی کی مشق بہت بڑھی ہوئی ہے۔

آج سامان ہے کس معرکہ آرائی کا
صفِ عشاق میں اک شور ہے پسپائی کا

پھولوں کو چومنا کانٹوں سے تنفر کرنا
صاف اظہار ہے کمزوری بینائی کا

طور پر ساغر نظارہ میں وہ تند تھی مے
ٹوٹ کر جام گرا ہمت بینائی کا

ان سے ہم قصۂ بیداد جفا کہتے ہیں
دیکھنا یہ ہے وہ سنکر اسے کیا کہتے ہیں

کچھ تیری زلف کو گھنگھور گھٹا کہتے ہیں
اور کچھ وہ ہیں جو اس سے بھی سوا کہتے ہیں

کارواں زیست کا جاتا ہی لگی ہی ہچکی
یہ صدا وہ ہے جسے بانگ درا کہتے ہیں

سروش

ابوالنصر فتح اللہ ــــــ ۱۳۲۴ھ میں تولد ہوئے مولوی احمد مدنی صاحب مشہور مدرس کے صاحبزادے تھے سروش کی تعلیمی حالت نہایت اچھی رہی اسکول اور کالج میں امتیاز کے ساتھ امتحانات کامیاب کئے ۱۳۳۰ف میں جامعہ عثمانیہ سے بی، اے کیا اور حیدرآباد سیول سروس کے لئے منتخب ہو گئے ایچ، سی، ایس ہو کر جالنہ کے منصف مقرر ہوئے اور خدمت منصفی کا جائزہ لیتے ہی علیل ہو کر حیدرآباد آئے اور صرف چوبیس برس کی عمر میں ۱۵ اردی ۱۳۳۹ف کو انتقال کیا۔

ایں ماتم سخت است کہ گویند جواں مرد

نہایت معصوم مزاج، پارسا، قناعت پسند، راست باز، منکسرالمزاج جوان صالح تھے، شعر بھی کہتے تھے، ابتداً چند نظمیں مولوی سلیم مرحوم کو دکھائیں، ناوقت موت نے حیدرآباد کو ایک ہونہار سے محروم کر دیا اگر سروش جیتے تو ملک کے لئے بہت کارآمد ثابت ہوتے

مولوی عظمت اللہ خاں مرحوم کی تتبع میں بھی نظمیں کہی ہیں اور خوب کہی ہیں،

ہم پہ اگلی سی عنایات نہیں　　کیا ہوئی بات کہ وہ بات نہیں
کیا وہ اب گردش دوراں نہ رہی　　کیا وہ اب پہلے سے ذرات نہیں
کیا وہ اب مہر وا اختر نہ رہے　　کیا وہ اب ارض و سماوات نہیں

وجہ کیا ہے کہ وہ اب تم نہ رہے — وجہ کیا ہے کہ وہ حالات نہیں
یا شب و روز تھا آنا جانا — یا ہمیشوں سے ملاقات نہیں
یا محبت کے تھے لاکھوں پیماں — یا عداوت کی بھی اک بات نہیں
ہے یہ اظہارِ حقیقت ورنہ — مجھکو منظور شکایات نہیں
جو گزرتی ہے وہی لکھتا ہوں — میرے اشعار خیالات نہیں

سریر

ابو محمد سید علی ——— ۲۰ شوال ۱۳۲۳ھ کو حیدرآباد میں تولد ہوئے آپ کے والد سید محمد ابراہیم مرحوم حیدرآباد کے قدیم شرفا سے اور شرن پلی کے جاگیردار تھے مرحوم کو حضور غفران مکان رح کے صاحبزادگان کی اتالیقی کی عزت بھی حاصل تھی، سریر نے تعلیم و تربیت حیدرآباد ہی میں پائی بچپن سے شعر و سخن کا شوق ہے ابتداً محمد حسین آزاد سے مشورہ کرتے تھے اب حکیم بہبود علی صفی سے مشورہ کرتے ہیں، طبیعت اچھی پائی ہے، خوب شعر کہتے ہیں،

سرکارِ عشق سے مجھے بس یہ عطا ہوا — احباب میں ذلیل تو گھر میں بُرا ہوا
کیا فقط تجھسے مجھی کو شکوۂ بیداد ہے — او ستم ایجاد تجھ سے کونسا دل شاد ہے
آنکھ میں آنسو ہیں دلمیں درد ہے لب پر فغاں — کس بُری حالت میں تیرا عاشقِ ناشاد ہے
یہ فیضِ حضرتِ مجنوں ہے آجتک جاری — کہ گھر میں وہ نہیں رونق جو ہے بیابانمیں

سطوت

محمد علی ـــــ مشاعروں میں آپ اکثر غزلیں پڑھتے ہیں، شعر خوب کہتے ہیں،

ہے کٹھن چاک بہ مجھے پردۂ عصیاں ہونا کب گوارہ ہے کسی جسم کو عریاں ہونا
دل کو برباد نہ کرتے جو سمجھ لیتے تم پارۂ دل کا میرے پارۂ قرآں ہونا

سعدی

عبد الحیٔ ـــــ حیدرآباد کے بہت قدیم اہل ذوق ہیں پندرہ بیس سال پہلے کی علمی سرگرمیوں میں بہت حصہ لیتے تھے ایک آدھ رسالہ بھی آپ نے جاری کیا تھا، شعر خوب کہتے ہیں مدت سے گوشہ نشین ہیں،

گلشنِ عالم کا ہے رنگِ بقا دو چار دن چلتی ہے اسمیں نسیم جانفزا دو چار دن
آپ کو سمجھے جو شبنم اور اجل کو آفتاب بسترِ گل پر اسے نیند آئے کیا دو چار دن
روشنی رہتی ہی اسے منعم دیئے کی مدتوں تیری شمعِ زندگی کی ہے ضیا دو چار دن
ہے جہاں میں ماتم عبرت نما دو چار روز ہی جہاں میں شادیٔ عشرت فزا دو چار دن

سعید

میر تراب علیخاں بہادر نواب تراب یار جنگ ـــــ نواب بہرام جنگ بہادر کے فرزند اور معتمدی مالگذاری کے مددگار ہیں پشتینی امیر اور شاعر بھی ہیں، طبیعت بڑی اچھی پائی ہے، شعر خوب کہتے ہیں، ہز اکسیلنسی سر مہاراجہ بہادر کے مشاعرۂ خاص کے علاوہ دوسری جگہ غزل بہت کم پڑھتے ہیں، نہایت خوش مزاج، زندہ دل،

اور قابل امید ہیں،

وہ دن بھی تھے کہ کہتے تھے دل بیقرار ہے
اب وہ سکون ہے کہ طبیعت پہ بار ہے

وہ تو کہو کہ جذبۂ دل کا ہے یہ اثر
ورنہ تمہارے وعدوں کا کیا اعتبار ہے

تکلیف میں بھی آئے نہ لب پر کوئی گلہ
سمجھو یہی مشیتِ پروردگار ہے

نظر پڑنے لگی ہے باغباں کی
الٰہی خیر کرنا آشیاں کی

تمہیں بھی یاد ہوگا ہمصفیرو
روش جو کچھ تھی ہمسے باغباں کی

فلک کے بانکپن کو بھی بھلادے
کبھی کج کلاہی چال بانکی

نکل سکتے نہیں وہ سے یہ پیکاں
نشانی ہیں کسی آرام جاں کی

تجھے رووں نہ کیوں اے لذتِ درد
کہ طاقت ہی نہیں ضبطِ فغاں کی

سعید

میر عابد علی ——— نواب شہید یار جنگ بہادر شہید کے فرزند ہیں نوجوان شاعر ہیں، ابتدا ہے مگر شعر اچھے کہتے ہیں،

تا حشر نہ پاؤگے کبھی آبِ بقا میں
اے خضر جو لذت ہے میرے جام فنا میں

ان میری وفاؤں کا بڑی صبر تجھی پر
کوسا ہو اگر میں نے تمہیں اپنی دعا میں

ہم مفت کے چھینٹوں سے سنبھلتے نہیں ہرگز
عیسیٰ ہو تو وہ شربت دیدار دوا میں

انسان تو غافل ہے سحر خیز پرندے
کس شوق سے سرگرم ہیں خالق کی ثنا میں

سعید

محمد سعید ــــــ فنون لطیفہ کا ذوق رکھتے ہیں آرٹ میں اچھا دخل ہے شعر بھی خوب کہتے ہیں،

نگاہِ شوق کہتی ہے تجلی طور کی سی ہے ‏ ‏ زبانِ حال سے کہنا ہی یہ قدرت خدا کی ہے
ذرا دیکھیں حقیقت میں محبت شاہِ حقیقی ہے ‏ ‏ یہ سب سرکارِ عثمانِ غنی کی فیض بخشی ہے
دُر و گوہر سے مالامال ہے نوشاہ کا سہرا
رہیگی عمر ساری اسکی بُو بو ئے دفا بنکر ‏ ‏ پھرے گی گلشنِ امید میں بادِ صبا بن کر
دُرِ نایاب لایا ہے مرا آقا بنا بنکر ‏ ‏ کرے روشن جہاں کو کیوں نہ مہرِ مدعا بن کر
کہ ہے یہ مہرِ تاباں ابنِ آصفجاہ کا سہرا

سفیر

شایق حسین خاں ــــــ حیدرآباد کے شرفا سے اور فوج باقاعدہ کے میجر تھے، مدت ہوئی وظیفہ پر سبکدوش ہو گئے ہیں، نہایت اچھے شاعر ہیں کم کم کہتے ہیں مگر خوب کہتے ہیں،

تیغ قاتل کو شہادت کا میں عنواں سمجھا ‏ ‏ مدِ بسم اللہ کو رودادِ شہیداں سمجھا
دیکھ کر نبض بھی پہچانی نہ دلکی حالت ‏ ‏ کچھ مرض کو بھی میرے عیسیٔ دوراں سمجھا
ہو کے بشاش اُسے جان سی نعمت دیدی ‏ ‏ ملک الموت کو بھی اپنا میں مہماں سمجھا

سلام

ابوالفخر سید سلام اللہ ——— المعی مرحوم کے شاگرد ہیں اور شعر اچھے کہتے ہیں

نشاطِ روح کو ممنونِ غم بنائے جا　　نشانِ ہستیٔ موہوم کو مٹائے جا
ہجومِ یاس بن اور زندگی پہ چھائے جا　　یہی ہے گر تیری مرضی تو دل دکھائے جا
رلائے جا مجھے شام و سحر رلائے جا

عزیز جان تجھے گردانے لگا ہوں میں　　نیاز و ناز کے گُر جانے لگا ہوں میں
خدائی عشق کو پہچانے لگا ہوں میں　　حجاب اُٹھنے لگے ہیں حجاب اُٹھائے جا
رلائے جا مجھے شام و سحر رلائے جا

سلامی

عبدالرحمٰن ——— حیدرآباد کے رہنے والے ہیں اور حیدرآباد ہی میں تعلیم و تربیت پائی، شعر و انشا کا شوق ہے۔ ۱۳۲۶ھ ف سے شعر کہنے لگے، ابتداً عبدالرحیم صاحب رحیم اور پھر مولوی غلام نبی صاحب نظمی سے مشورۂ سخن کرتے رہے، ڈرامہ، ناول، مصوّری غرض فنونِ لطیفہ سے آپ کو دلچسپی ہے اور کچھ کچھ درک ہی رکھتے ہیں، ۳۲ سال کی عمر ہے نہایت موزوں مزاج، زندہ دل، شریف الطبع شاعر ہیں

کیوں دل میں مرے آئے گا اندیشۂ فردا　　کیا آج مرے ہاتھ میں پیمانہ نہیں ہے
اک بات ہے پیمانہ کی گردش سرِ محفل　　اک راز ہے مستی کوئی افسانہ نہیں ہے

ہستی کا جو سچ پوچھو اتنا ہی افسانہ ہے
اک سانس کا آنا ہے اک سانس کا جانا ہے

پھر جوڑ کے رکھے ہیں پیمانے کے ٹکڑوں کو
ٹوٹے ہوئے تاروں سے خورشید بنانا ہے

سلطان

سلطان احمد ——— نقشبندیہ گھرانے کے مرید اور بڑے اچھے شاعر ہیں،

کب سوزِ ہجر سے مرا دل داغدار ہے
دی اک کلی عطا ہوا پھولوں کا ہار ہے

روزِ ازل سے مست شرابِ الست ہے
پُر کیف ہے نگاہ اگرچہ خمار ہے

جب ہوش تھا سُنا تھا کہ دل میں ہی رہتے ہیں
اب کیا خبر کہ انکا کہاں پر قرار ہے

ساقی کے در سے سر نہ ہٹے یا خدا مرا
بیخود رہوں شعور کا کیوں مجھ پہ بار ہے

سلیم

وحید الدین ——— پانی پت کے رہنے والے تھے، لاہور میں تعلیم و تربیت پائی انٹرنس اور منشی فاضل کا امتحان پاس کیا اور ذاتی طور پر مطالعہ کرتے رہے، بھاولپور اور رامپور میں ملازمت کی، چند سال تک مطب کیا اور پھر مولٰینا حالی کے ساتھ علیگڈھ چلے گئے، سرسید نے علیگڈھ گزٹ اور تہذیب الاخلاق کی ادارت میں امداد دینے کے لئے رکھ لیا ۱۳۲۸ف میں جامعہ عثمانیہ قایم ہوا تو دارالترجمہ کی مجلس اصطلاحات کے لئے سلیم کو حیدرآباد بلا لیا گیا اور پھر جامعہ عثمانیہ میں مددگار پروفیسر کی حیثیت سے کام کرنے لگے اور بعد کو پروفیسر ہوگئے اور مرتے تک پروفیسر رہے، نہایت زندہ دل، کفایت شعار، ہمدرد اور روشن خیال، صوفی منش

بزرگ تھے، ۲۹ر جولائی ۱۹۲۸ء کو انتقال کیا،

اُردو، فارسی، عربی، کا مطالعہ بہت اچھا تہا اور بلا کے ذہین تھے، نہایت اچھے انشاء پرداز ہونے کے علاوہ شعر بھی کہتے تھے، وضع اصطلاحات کا بڑا اچھا ملکہ تھا اور بڑی اچھی اصطلاحیں گھڑتے تھے، نظم بڑی اچھی کہتے تھے،

تماشائے جمالِ یار کا جب عزم کرتا ہوں
نہیں معلوم اپنی دُھن میں کیا کیا گل کترتا ہوں
تحائف چند نادر بھیجتے ہیں حسن والوں کو
تمناؤں کی تصویروں میں بیٹھا رنگ بھرتا ہوں

ایکدن عیش پسندی سے یہ محنت نے کہا
میں غلاموں کو بڑہا دیتی ہوں آقاؤں سے

غزل کا نمونہ یہ ہے،

عقل انسانی نہ سمجھی آجتک رمزِ حیات
عالمِ فطرت کے جلوے مُسکرا کر رہ گئے

ہر ایک سطرِ نفس میں غافل ہزاروں اسرار جلوہ گر ہیں
ورق ورق کہولکر نہ دیکھی یہ زندگی کتاب تو نے

پیغام کسکا لائی تہی یارب نسیمِ صبح
جو گل چمن میں تہا ہمہ تن چشم و گوش تہا

وہ مے تند بہری ہی میرے پیمانہ میں
کہ چہڑک دوں تو لگے آگ ابھی میخانہ میں

ناکامیوں کا پردہ الٹتا ہوں جب کبھی
روئے عروسِ فتح و ظفر دیکھتا ہوں میں

ان شوخ حسینوں کی دلکش سہی رفتاریں
پر زد یہ نہ آئی بجلی کی ہیں یہ دہاریں

وہ راگ جسے ہنگام سحر گاتی ہے ہوا گلزار دنمیں
وہ راگ جسے شبنموں کی زباں کرتی ہے ادا کوہسار دنمیں

ہنسی میرے گناہوں کی اُڑی زاہد کی محفل میں
ندامت ڈہونڈہتی پہرتی ہی یارب تیری غیرت کو

میں ہوں شمع محفل زندگی میرا نام عہد شباب ہے
مری سانس باد بہار ہی مری چال موج شراب ہے

مری عمر کی ہیں جو ساعتیں ہوئیں عشرتوں میں تمام ہیں
یہی قہقہے یہی چہچہے مری زندگی کے پیام ہیں

سلیم

محمد یونس —— ہز اکسیلنسی سر مہاراجہ بہادر کے مشاعرے کے شعراء میں سے ہیں، شعر خوب کہتے ہیں،

تہا نشانہ جو نگاہ ناز کا وہ دل نہیں
ہم سلیم اب امتحان عشق کے قابل نہیں

ہوگیا معمور جلووں سے تو دل پہر دل نہیں
قطرہ ہے قطرہ وہ جبتک بحر میں شامل نہیں

پہلے یہ ارمان تہا دلکا مر مٹوں اس شوخ پر
اب یہ حسرت ہے کہ مر مٹنے کے بہی قابل نہیں

جلوۂ رخ دیکہنے کیواسطے آنکہیں تو ہوں
طالب دیدار ہوجانا تو کچہ مشکل نہیں

سلیم

سراج محی الدین —— موزوں طبع جواں اور کسی سنٹرل جیل کے داروغہ ہیں ایک زمانہ میں گلبرگہ سنٹرل جیل کے مہتمم مطبع تھے،

نہ گل سے غرض ہے نہ گلشن سے ہے
مجھے کام بس تیرے درشن سے ہے

نشان قبر کا کیوں مٹاتے ہو تم
یہ کیوں دشمنی میرے مدفن سے ہے

جگر کا دی نوک مژگاں نہ پوچھ
کہ بڑہ کر خلش اسکی سوزن سے ہے

سیدؔ

سید حسین ——— اچھے شاعر ہیں مشاعروں کے گلدستے آپ کے کلام سے مزیّن نظر آتے ہیں،

دین وایمان کو عالم کے کیا زیر و زبر
فتنہ پرداز کا غارت گر ایماں ہوتا

زیر لب برقِ تبسم کی وہ ہر لحظہ نمود
طرزِ تمکین سے میرا بیخود و حیراں ہوتا

سیفؔ

میر لیاقت ——— نواب معین الدولہ بہادر کی پائیگاہ کے متوسل اور نواب صاحب کے معتمد تھے، نہایت زندہ دل، خوش مزاج، کہنہ مشق شاعر تھے، شاگردوں کی تعداد بھی خاصی تھی، خنجر اسی سیف کے لختِ جگر ہیں، ۱۳۵۲ھ میں انتقال کیا۔

دفورِ عشق بھی وحشت گریباں گیر رکھتے ہیں
مگر لپٹا کے سینے سے تیری تصویر رکھتے ہیں

یہ دیوانوں کی طوق آہنی کا ہے اثر شاید
گلے میں سب حسینانِ جہاں زنجیر رکھتے ہیں

مصور بے ادب اور بے ادب اعزاز کیا جانیں
کہ آگے آئینہ پیچھے تیری تصویر رکھتے ہیں

کوئی کہہ دے پئے نظارہ لیلیٰ سیف کی آنکھیں
وہ اپنے سامنے اپنی اگر تصویر رکھتے ہیں

پہلو سے اب نکل بھی دلِ بے قرار تو
میں تجھ کو ناگوار سمجھے ناگوار تو

پھر کیوں کسی کے سامنے پھیلاؤں اپنے ہاتھ
بے مانگے رزق دیتا ہے پروردگار تو

کیوں آئیگی قفس میں اسیروں سے کیا غرض
ہے آشنا ہوا کی نسیمِ بہار تو

سیف

فخر الدین خاں ـــــــ حضرت عصر کے شاگرد اور قدیم بزرگ تھے، گذشتہ سال انتقال کیا، صرفخاص مبارک میں ملازم تھے، نہایت زندہ دل لطیفہ گو، بذلہ سنج تھے،

خشک لب سوزش دل دیدہ گریاں دیکھا ۔۔۔ ہمنے کیا کیا اثر صدمۂ ہجراں دیکھا
رفتہ رفتہ ہوئے جھک جھک کے کمان پیری میں ۔۔۔ عمر کو بھی صفت تیر گریزاں دیکھا
کون ہے وہ جو نہیں دونوں جہاں میں ممنون ۔۔۔ جس کو دیکھا ترا آشفتہ منّت کش احساں دیکھا
سوزش دل سے بھر آنے لگی چھاتی اپنی ۔۔۔ ہمنے خشکی میں بھی اٹھتے ہوئے طوفاں دیکھا

سیفی

سید حسین ـــــــ ضلع بیدر کے متوطن ہیں، غالباً دار العلوم میں تعلیم پائی ہے۔ اور وہیں سے امتحان منشی فاضل کامیاب کیا ہے، مدت سے شعر کہتے ہیں، "ہندستان سیفی" "نغمستان سیفی" "لمع المبین" کے نام سے تین مجموعے شائع ہو چکے ہیں، قومی اور اخلاقی نظمیں بڑی اچھی کہتے ہیں، ابتداً سررشتہ تعلیمات میں صدر مدرس و سررشتہ دار اور ناظر مدارس رہے بعد کو صدر محاسبی میں منتقل ہوئے، اب کسی ضلع کے محاسب خرچ ہیں،

سنو دو چار دن کی زندگی کیا ۔۔۔ پھر اسمیں دوستی کیا دشمنی کیا
کلیجۂ قیس کا دل کوہکن کا چاہیئے سیفی ۔۔۔ کسی پر جان دینا ہر کسی سے ہو نہیں سکتا

مصروف یادِ حق نہ کبھی حیف ہم ہوئے | قد خود بخود رکوع میں آخر چلے گیا
رہنے بھی دیں حضور یہیں جبہہ سا مجھے | بس آپ ہی کے در کا ہے اک آسرا مجھے
جسکی اللہ کی بخشش پہ نظر ہوتی ہے | وہ بھی محتاج و پریشان کہیں ہوتا ہے
نیند آنے کے عوض آنکھوں میں آنسو آئے | سونے والے نہ سنیں رام کہانی میری

سیفی

عبدالرحیم ـــــــ گلبرگہ شریف کے متوطن اور عدالت میں ملازم ہیں، شعر بھی کہتے ہیں، خیر سے آپ کے شاگردانِ ارشد کی تعداد بھی کافی ہے۔ محلۂ بھمنی پورہ کے اساتذہ میں شمار ہوتا ہے۔ شعر پڑھنے کا انداز بھی نرالا ہے، بڑی خوبیوں کے بزرگ ہیں، موزوں اور ناموزوں کی جنجال میں نہیں پڑتے، اپنے جذبات جس طرح زبان پر آجاتے ہیں ادا کر دیتے ہیں، طبعِ بلند پرواز وزن کی قید سے آزاد رہتی ہے،

عشق کیا ہمکو ہوا ہے اس پری رخسار کا | گھر مصیبت کا بنا ساماں ہوا آزار کا
ناتوانی نے کیا ہے اس قدر نازک بدن | سایہ اک بار گراں ہے گھر کی ہر دیوار کا
اے طبیبو تم خیالِ چارہ سازی مت کرو | جانتے ہو درد کیا تم اس دلِ بیمار کا
گھل سکے ہجرِ یار میں حالت یہ اپنی ہو گئی | تار ہے اک جسم اپنا بسترِ بیمار کا

شاغل

شیخ حسین ——— حیدرآباد کے رہنے والے اور زیرک کے شاگرد ہیں، شعر خوب کہتے ہیں،

دل محبت میں رہے یا ہو محبت دلمیں — کسی صورت نظر آئے تری صورت دلمیں
مہرباں مجبہ اگر ہو ستم آرا میرا — مجکو کوسی گی نہ کیا کیا شب فرقت دلمیں
دیکھتے ہی مئے گلرنگ کو رندوں نے کہا — اسکی توقیر نگاہوں میں ہی عزت دلمیں

شاکر

شاکر علی ——— حضرت نادر علی برتر کے فرزند ہیں، بچپن سے حیدرآباد ہی میں ہیں اور بالکل دکنی بن گئے ہیں، نواب فخر الملک بہادر کے اسٹیٹ سے ملازمت کا تعلق ہے۔ شعر خوب کہتے ہیں، اپنے والد ہی کے شاگرد ہیں چالیس کے قریب عمر ہے۔

موجزن کچھ جو طبیعت کی روانی ہو جائے — ہو زمین سخت سے ہی سخت تو پانی ہو جائے

میرا چاہا تو نہ پورا ہو کبھی زیرِ فلک
تو جو چاہے وہ ابھی ظلم کے بانی ہو جائے

زاہد خشک لگاتا ہے نظرِ پیر مغاں
جام میں بادۂ گلرنگ نہ پانی ہو جائے

میری محرومیٔ تقدیر نہ پوچھ اے ساقی
میرے منہ تک جو شراب آئے تو پانی ہو جائے

شاکر

یوسف علی ——— دس ایک سال پہلے تعمیرات گلبرگہ شریف کے سب اورسیر تھے شعر بھی کہتے تھے معلوم نہیں آجکل کہاں ہیں،

کام کر جائیں سپاہی نام ہو تلوار کا
باڑہ تو کاٹے گلا اور نام ہو تلوار کا

یہ وہ کوچہ ہے جہاں پر خضر بھی بھٹکا کریں
راستہ آسان نہیں ہے کوچۂ دلدار کا

اشک کا چشمہ رواں ہے دیدۂ پر آب سے
دل ہے ڈانواڈول تیری چاہ میں غمخوار کا

شاہد

سید زین العابدین حسینی ——— سید صفدر حسین صاحب مرحوم کے فرزند قدیم دکنی شرفا اور سادات سے ہیں ۱۳۱۷ف میں پیدا ہوئے، جوان صالح اور بہت متین، کم سخن، جوان العمر شاعر ہیں، دفتر دیوانی و مال و ملکی میں ملازم ہیں، غزل بڑی اچھی کہتے ہیں

چشم میگوں کی مہربانی سے
مست ہوں جامِ ارغوانی سے

سب کو فکرِ بقا ہے دامنگیر
کسکو الفت ہے دارِ فانی سے

بڑھ گئیں اب جہان کی فکریں
بچپن اچھا تو تھا جوانی سے

ہو جسپر مہربان تم بھی قسمت پوچھتے کیا ہو؟ جسے تم مل گئے اسکی مسرت پوچھتے کیا ہو؟

شباب

شیخ احمد ——— ممالک محروسہ سرکار عالی ہی کے رہنے والے ہیں اور اول تعلقداری پربھنی کے محاسب ہیں، شعر خوب کہتے ہیں،

دونوں کھلی ہوئی ہیں جو مرنیکے بعد بھی — آنکھوں کو انتظار ہے کسکا قضا کے بعد
دنیائے عشق میں کسی پہلو نہیں قرار — پھر درد چاہتا ہے مرا دل دوا کے بعد
باشندگان شہر خموشاں سے پوچھئے — جو زندگی نصیب ہوئی ہی فنا کے بعد
جنت نیاز مند ہو اور ہم ہوں بے نیاز — ایسا ہی وقت آئیگا روزِ جزا کے بعد

شباب

صاحبزادہ میر محمد معین الدین علیخان ——— نبیرۂ ناصر الملک ہمایوں جاہ میر مغل علیخاں بہادر، اقربائے سرکار سے اور ذی علم امیر زادے ہیں، شعر بھی خوب کہتے ہیں، ضامن کنتوری کے شاگرد ہیں،

ہزار ترکِ محبت کو سب نے سمجھایا — رہا اڑا ہوا ضد پر دلِ حزیں برسوں
جو ہونے والا تھا ہو کر رہا وہی آخر — فضول کرتے رہے ہم خیاں جنیں برسوں
کُن کے کہنے سے دو عالم کا ہوا اظہار — شوق جب اسکو ہوا انجمن آرائی کا
دل کیا شعلہ اُڑا کر خبرِ مرگ شباب — ڈہنگ اچھا یہ نکالا ستم آرائی کا

اک بتِ رشکِ قمر کی ہی محبت دلمیں
حسن نے گھر کیا آنکھونکی بدولت دلمیں
مدد اے ضبطِ جنوں راز نہ کھلنے پائے
پہلے کی سی نہیں اب ہمت و جرأت دلمیں

شباب

سیف الدین ـــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور محکمۂ معتمدی تعمیرات کے رجسٹرار تھے دس، پندرہ سال پہلے آپ کی شاعری کا بازار گرم تھا، نظم بڑی اچھی کہتے تھے، مسز سروجنی نائیڈو کی اکثر نظموں کا ترجمہ بڑی عمدگی سے کیا ہے۔ نمونتاً ایک نظم کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔ آپ مدت سے خاموش ہیں، شاید ولولۂ شباب کے ساتھ شاعری بھی رخصت ہوگئی،

ستی

اے شمع زندگانی! آخر لبِ اجل نے
یک بار جل بجھی تو، اسطرح تجھکو پھونکا
ممکن نہیں کہ روشن پھر ہو شرارہ تیرا
اس تیرہ خاکداں میں کیونکر گزر ہو میرا
اے نخلِ زندگانی! پائے قضا نے تجھ کو
افسوس بیخ و بن سے پامال کرکے چھوڑا
ممکن نہیں کہ پھر تو سرسبز و باردر ہو
جو نخل سوکھ جائے دشوار ہے کہ تر ہو
اے وجہِ زندگانی! تلخیٔ مرگ نے یوں
ہمکو کیا دو پارہ جوں لفظ ہو شکستہ
فی الاصل ایک تھے ہم جب ہو چکی جدائی
بے جان ہو کے قالب باقی نہیں رہیگا

شبیر

سید علی شبیر ـــــ آگرہ کے رہنے والے ہیں، تقریباً چالیس سال سے حیدرآباد

میں ہیں اور حیدرآباد ہی کو وطن بنالیا ہے، نظم و نثر دونوں کا شوق ہے بڑی اچھی طبیعت پائی ہے انگریزی سے ترجمہ بھی بڑا اچھا کرتے ہیں "حجاز کے فرنگی سیاہ" "تاریخ خانہ کعبہ" وغیرہ کئی ایک تصانیف طبع ہوچکی ہیں، نظم شبیر کے نام سے اپنے کلام کا ایک مجموعہ بھی شائع کرچکے ہیں، ہائیکورٹ کے سررشتہ دار تھے اب وظیفہ لے لیا ہے، تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے ہیں فریضۂ حج سے بھی سبکدوشی حاصل کرلی ہے۔

درِ امیر پہ جاکر غریب بیچارہ — سلام عید کا بارِ گراں اُتار گیا
امیر بت بنے بیٹھے رہے خبر نہ ہوئی — کہ انکے پیٹ میں سرکوں آکے مار گیا

اگلی رسموں کا مزا جاتا رہا — پچھلی باتوں کا مزا جاتا رہا
چلگئی ہیں اب تو ترکی ٹوپیاں — ان کلاہوں کا مزا جاتا رہا
بال انگریزی جواب رکھنے لگے — ببری پٹھوں کا مزا جاتا رہا
جب سے پتلونیں ہوئیں رائج یہاں — ان پیجاموں کا مزا جاتا رہا
ناڑے کے بدلے بٹن ٹکنے لگے — سرخ نیفوں کا مزا جاتا رہا
چر گئی انگریزیت ہر ایک کو — مسی سرموں کا مزا جاتا رہا

شبیر

محمد شبیر بادشاہ ——— بیدر کے رہنے والے اور حضرت ملتانی بادشاہ رح کی اولاد سے ہیں، شعر بھی خوب کہتے ہیں،

جلوہ گر آنکھوں میں گر وہ بے نشاں ہوجائیگا خانۂ دل ہی مکاں لامکاں ہوجائیگا
بولے مرقد کو مری ٹھکرا کے وہ سونے والے اٹھ قیامت آگئی
سینکڑوں ارمان لاکھوں حسرتیں وسعتِ قلبِ بشر کو دیکھئے
آفت ہماری جان پہ لاتے ہیں بار بار وہ بار بار پردے سے دیکھو دکھاکے ہاتھ
ملے خاک میں چاند سی شکل والے حسین کیسے کیسے جوان کیسے کیسے
خوابوں میں آئے آنکھوں میں شب بھر رہا کرے یہ خوب صبح کو جو ملے تو حیا کرے

شبنم

خواجہ محمد شمعون ـــــ چند سال پہلے حیدرآباد میں تھے، معلوم نہیں حیدرآبادی بھی تھے یا نہیں، شعر اچھے کہتے تھے،

سحرائے آرزو مرا رشکِ چمن ہوا خنداں جو بزم ناز میں غنچہ دہن ہوا
لینے نہ دیا چین فلک نے کہیں مجھے گھر بار چھوڑ کر گو غریب الوطن ہوا
لو ان کو رحم آگیا وہ مسکرا دیے جاگے میرے نصیب مرا دل مگن ہوا

شرف الدین علیخاں

صاحبزادے، اور جامعۂ عثمانیہ کے بی، اے ہیں، نظم بھی خوب کہتے ہیں، ا
ایک نظم قنوطی کے چند شعر یہ ہیں،

ہنسی جسمیں شبابِ کیف میں وہ نوجوانی ہوں جو آئے موت کے آغوش میں وہ زندگانی ہوں
جو آنسو ٹپکے بہ جاتا ہو میں وہ دلکا ٹکڑا ہوں جو مٹجاتا ہو بن ٹھکر میں وہ نقشِ کفِ پا ہوں

جو جلتی ہو سبب فرقتمیں وہ شمع شبستاں ہوں
جو بکھری زلف حسن افسردہ پہ وہ زلف پریشاں ہو
خوشی کی محفلوں میں جو بدلتا ہو وہ پہلو ہوں
کسیکے دیدۂ نم سے جو گرتا ہو وہ آنسو ہوں

شرر

عبدالغفور ـــــــ آپ کا کلام اکثر مشاعروں کے گلدستوں میں نظر آتا ہی۔ شعر اچھے کہتے ہیں،

بے سبب آج نہیں جوشِ مسرت دلمیں
نظر آتی ہی مجھے آپ کی صورت دلمیں
دیکھنے والونکو حیرت ہے کہ بدلی کروٹ
آپکے آتے ہی یہ آگئی قوت دلمیں

شرر

دولت خاں ـــــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور اچھے شاعر ہیں،

رقاصۂ فلک کا برا حال کیوں ہے آج
بکھرے ہوئے ہیں کس لئے گیسوئے عنبری
چپ چاپ ہیں پروں کو پھلائے ہوے پرند
طاؤس کی کہاں ہے وہ رفتار دلبری
نرگس کی آنکھ کس لئے خونبار آج ہے
کیوں ہی خمیدہ باغ میں شاخِ صنوبری
نہروں میں دلفریبیاں باقی نہیں رہیں
بگڑا ہوا ہے آج مزاج سمندری
ساقی وہ اب کہاں ہی کہاں ہیں وہ بادہ خوار
وہ لطفِ دورِ ساغرِ صہبائے احمری

شرر

شیخ احمد ـــــــ سکندرآباد کے رہنے والے ہیں سنہ ۱۳۰۵ف میں تولد ہوئے پنجاب سے منشی فاضل کامیاب کیا اور ملازمت کرلی، اب جامعہ عثمانیہ میں بی۔ اے

(   ) کی تیاری کر رہے ہیں، کمسنی ہی سے شعر کہتے ہیں، خواجہ حسین صاحب اثر سے تلمذ ہے، طبیعت اچھی پائی ہے۔ نہایت منکسر مزاج، تکلف پسند شاعر ہیں،

شمع محفل کو بھی گو نسبت ہے سوز و ساز سے — آنکھیں جھپکاتی ہی رہتا پر تیرے شہیدِ ناز سے
ہے لبِ لعلِ ستمگر کا تصور دل نشیں — سوز بھی کچھ کم نہیں ہے جتنا ہے تیرے ساز سے
ایک آفت ہی نظارہ حسنِ عالمتاب کا — بجلیاں گرتی ہیں رہ رہ کر نگاہِ ناز سے

یارب یہ کیا معاملۂ حسن و عشق ہے — آنکھوں میں میری وہ ہیں میں انکی نظر سے دور

شریف

محمد شریف —— حیدرآباد کے رہنے والے اور اچھے شاعر ہیں،

نام آوری تو ہو گئی حرماں نصیب کی — فرہاد نام تھا تو لقب کوہکن ہوا
کیونکر نہ فوقیت ہو حسینانِ دہر کی — ختم اس صنم پہ حسن ہوا بانکپن ہوا
جن کو مسافرت میں وطن کا خیال تھا — جب مر گئے تو مقبرہ انکا وطن ہوا

شعار

سید شعار احمد ہاشمی —— مولوی سید مختار احمد کے فرزند اور نوجوان شاعر ہیں، دفتر دیوانی و مال سرکار عالی میں ملازم ہیں، شعر خوب کہتے ہیں،

فلک پر جلوہ گر جبتک الٰہی بزمِ انجم ہو — عروجِ نیرِ اقبالِ آصف جاہ ہفتم ہو
خدا دکھلائے ایسے جشن صدہا تجھکو ای عثمان — یہ مسعود و مبارک جشنِ سال بست و پنجم ہو

تشفیق

میر پرورش علی ——— منصبدار اور بڑے اچھے شعر کہنے والے ہیں،

احمد پاک کی رکھتا ہوں محبت دلمیں
ہا بچگئی خود بخود اللہ کی صورت دلمیں
جز خدا اور کسی کا نہ طلب گار بنے
اتنی سی بات کی رکھے کوئی ہمت دلمیں
میرے مالک کو پسند آگیا ناچیز کا گھر
ہوگئی جلوۂ خالق کی سکونت دلمیں
کیا کروں چھٹ نہیں سکتا ہی محبت کا لگاؤ
کھپ گئی او بت کافر تیری صورت دلمیں

تشفا

خواجہ عبد القادر ——— حیدرآباد کے رہنے والے ہیں، مدرسۂ نظامیہ میں تعلیم پائی ہے۔ طبیب یونانی اور مجددیہ، نقشبندیہ سلسلہ میں بعیت ہیں، شعر بھی خوب کہتے ہیں، غلام دستگیر صاحب آبر سے تلمذ ہے، دفتر دیوانی و مال میں ملازم ہیں،

دنیا سے نرالا ہے حسینوں کا طریقہ
جو چاہتے ہیں انہیں اُس سے یہ الفت نہیں کرتے
طوفان اُٹھاتے نہیں کسدن مرے آنسو
نالے مرے کس روز قیامت نہیں کرتے

شکیب

بدر الدین خاں ——— حیدرآباد کے شرفاء سے ہیں جامعہ عثمانیہ کے طیلسانی اور بہت اچھے شعر کہنے والے نوجوان ہیں، بہت کہتے ہیں اور خوب کہتے ہیں حیدرآباد کی علمی اور ادبی سوسائٹی میں آپکا خاص درجہ ہے،

سرابِ حیات

زندگانی آہ یہ مایوسیاں — ایک دل اور سیکڑوں مجبوریاں
عشق کی دنیا ہی اک رنگیں خواب — اک طلسم آرزو حسن و شباب
ہے ہوس اک بحرِ ناپیدا کنار — اور مسرت گل پہ شبنم کی بہار
لالہ و گل موت کی تفسیر ہیں — اور بہاریں خود خزاں تعمیر ہیں
ذرہ ذرہ دہر کا ناپائدار — زندگانی کا نہیں کچھ اعتبار
حسرتِ عالم میں جان خاموش ہے — بیکسی سے زیست ہم آغوش ہے
ہاں مسرت دہر میں ناپید ہے — زندگی موہوم سی امید ہے

شمشاد

غلام پنجتن ——— نواب سراج یار جنگ بہادر رکن ہائیکورٹ کے فرزند ہیں ۱۸۸۹ء میں اٹاوہ میں تولد ہوئے، ابتدائی تعلیم وطن میں پائی اور پھر علیگڈھ یونیورسٹی سے ۱۹۱۲ء میں بی، اے اور ۱۹۱۵ء میں ال، ال، بی کامیاب کیا، اور الہ آباد ہائیکورٹ سے سند لیکر وکالت شروع کی، اٹاوہ میں قومی اور ملکی خدمت بھی کرتے رہے، بچپن سے مضمون نگاری اور شاعری کا شوق ہے، شعر خوب کہتے ہیں۔ ۲۳ر فروردی ۱۳۳۸ف کو مددگار معتمد عدالت وکوتوالی امور عامہ ہوئے نہایت زندہ دل، لطیفہ گو، بذلہ سنج اور نیک نفس بزرگ ہیں،

سوالِ وصل پر رہتی ہے ہاں نہیں برسوں — الٰہی ٹالتے رہتے ہیں کیوں حسین برسوں

تری تلاش تری جستجو میں دن کاٹے — ترے خیال میں راتیں گزار دیں برسوں
نگاہِ ساقیٔ مہوش کی جس پہ پڑتی ہے — وہ اپنے ہوش میں آتا ہے پھر کہیں برسوں
اور چمکے گا ترے حسنِ خداداد کا رنگ — لیکے جب تحفہ بہار آئے گی رعنائی کا
دوست تو دوست الٰہی کبھی دشمن کو نہو — شبِ مہتاب میں غم عالمِ تنہائی کا
پچنے تنکوں کی جا بجلی کے ٹکڑے — بنا یوں ڈالی ہم نے آشیاں کی
فشارِ قبر، برزخ، حشر، جنت — وہی پھر بے تکی واعظ نے ہاں کی
میاں شمشاد اپنی خیر مانگو — پڑی کیا ہے تمہیں سارے جہاں کی

شمس

ابو طالب سید عمر ——— حیدرآباد کے شرفا سے ہیں یہیں پیدا ہوئے اور تعلیم و تربیت پائی، مددگار معتمد فینانس ہیں، آج سے آٹھ دس سال پہلے تک مضامین لکھا کرتے تھے اور نظم بھی کہتے تھے، اب مصروفیت کی وجہ سے مضامین نگاری چھوڑ دی ہے مگر شعر کہتے رہتے ہیں، اور خوب کہتے ہیں،

خدا کا شکر اتنا رنگ تو لائی فغاں میری — نہایت شوق سے وہ سن رہے ہیں داستاں میری
تمنا اس دلِ مجروح کی کچھ تو نکلنے دے — نہ کر برباد مٹی اس طرح اے آسماں میری
لئے پھرتا ہے شوقِ دید مجھکو جن کے کوچے میں — مرے گھر لائیں وہ تشریف یہ قسمت کہاں میری
زمانہ منحرف، غمگین دل، تقدیر برگشتہ — یہ سامانِ الم اور ایک جانِ ناتواں میری

تبسم

نبی الحسن (عثمانیہ) سنہ ۱۹۳۰ء میں مجلہ عثمانیہ کے ایڈیٹر رہے ہیں، شعر خوب کہتے ہیں، آجکل کہیں تحصیلدار ہیں،

مزدور

تیری ممنون ہے دُنیا کی یہ ہل چل ساری — تیرا احسان ہے کہ نہریں ہیں عمل کی جاری
تیرے قربان کہ جب مائل تدبیر ہوا — خانہ کعبہ ترے ہاتھ سے تعمیر ہوا

تجھ کو دیتے ہیں دعا مسلم و کافر دونوں — تیرے ممنون رہے مسجد و مندر دونوں
تجھ سے معمور ہوئے تہذیب کے سب گہوارے — تیری کاوش کا نتیجہ ہیں تمدن سارے
اپنی فطرت میں تکبر ہے یہ مجبوری ہے — ورنہ جو کرتے ہیں انسان وہ مزدوری ہے
تو نے فطرت کے ذخیروں پہ کیا ہے قبضہ — تیرے ہاتھوں سے تو بجلی کا اثر ہے پیدا
جوش ایثار کی راہوں میں دکھایا تو نے — اپنے مقصد کے لئے خون بہایا تو نے
اس غریبی پہ بھی تیرا ہے اثر لوگوں پہ — آج بھی تیری حکومت ہے کئی ملکوں پر

تو نے دُنیا میں کیا کام بہت سا لیکن — آریا ورت میں بیدار تو ہوگا کس دن
فکر فردا نہیں عزت کا تجھے پاس نہیں — اپنی حالت کا یہاں کچھ بھی تجھے احساس نہیں
ایسی محنت پہ بھی افلاس سے رشتہ جوڑے — تیری تقدیر میں لکھا ہے کہ پتھر توڑے
خود فراموش نہ بن بندۂ زر گھبرا کر — وقت آیا ہے تو کچھ جوش عمل پیدا کر

شمس

سید عبدالرحیم ——— ۱۲۶۳ھ میں تولد ہوئے، چونکہ والد کا سایہ کمسنی ہی میں اُٹھ گیا تہا۔ اس لئے سید عبداللہ صاحب سید نے جو آپ کے حقیقی بڑے بہائی تہے پرورش کیا اور تعلیم دی ۱۲۸۵ھ سے آپ نے شعر کہنا شروع کیا اور سخنور سے اصلاح لینے لگے، سررشتہ آبکاری سرکار عالی میں ملازمت کر لی، سکندر آباد میں آپ نے سخنور مرحوم کے ساتھ ساتھ شعر کی خدمت کی اور ۷ رذیقعدہ ۱۳۴۸ھ کو انتقال کیا،

ہم بہی چلے ہیں سب کیطرح قتل گاہ میں
بہرتا ہے کون دیکھئے اونکی نگاہ میں

حاسدوں نے مری اے شمس بہت سر پٹکا
نہ زبان آئی مری اور نہ فصاحت آئی

شمس دعوئی کمال اچہا نہیں
آدمی کو چاہیئے جہک کر چلے

اب شمس کا اُٹہتا ہے جنازہ کوئی دم میں
ہو گی بہی اگر دیر تو دو چار پہر کی

یاد آرہا ہے شمس خدا مغفرت کرے
تہیں خوبیاں ہزار وہ اک جان ہار تہا

شمس

محمد شمس الدین خاں ——— عدالت جاگیر ٹیموری کے ناظم اور اچہے شاعر ہیں،

آنکہیں کہلی ہوئی ہیں جو میری فنا کے بعد
اب کون آنیوالا ہے پیکِ قضا کے بعد

ای ضبطِ عشق دیکہ ترے ہاتہ شرم ہے
آمادۂ جفا ہیں وہ عہدِ وفا کے بعد

شمشیر

محمد عبدالکریم خاں ـــــــ عثمان آباد کے متوطن تھے ابتداءً محکمہ کوتوالی میں ملازم ہوئے اور تدریجی ترقی کرتے ہوئے کوتوال بلدہ کے جلیل القدر عہدہ تک پہونچے اور خان بہادر کے خطاب سے سرفراز ہوئے ۱۳۲۱ف میں ناظم کروڑگیری ہوئے اور وہاں سے وظیفہ پر سبکدوش ہوکر اپنے وطن جارہے اور وہیں انتقال فرمایا آپ کو شعر وسخن کا بہت شوق تھا، ایک دیوان ۱۳۳۲ھ میں "متاع المعرفت دیوان شمشیر" کے نام سے ابوالعلائی اسٹیم پریس آگرہ میں (۱۴۰) صفحات پر حکیم محمد عاشق حسین آتف ابوالعلائی کی فرمائش پر چھپا ہے۔ آپ کا کلام تصوف کا بہترین نمونہ ہونے کے علاوہ بلند تخیل، صاف ستھری زبان اور بندش الفاظ کا اعلیٰ نمونہ ہے، آپ کی اور بھی تصانیف "شمشیر بے نیام" وغیرہ چھپ چکی ہیں، ۱۳۳۴ھ میں انتقال ہوا، نمونۂ کلام یہ ہے،

بارش مجھے شراب کی آنے لگی نظر   مستی میں میں نے نام جو اُٹھا شراب کا

دل بلبل بستانِ مدینہ ہے ازل سے   صحرا سے اسے کام نہ کہسار سے مطلب

جو یا تری رحمت کے ہیں محشر میں الٰہی   کرتے ہیں گنہ ہم تجھے غفار سمجھ کر

ہو جاؤں مست جب میری آنکھوں کو دید ہو   قامت کو دیکھ لوں تو قیامت بپا کروں

پرہیز نہ کر بادہ پرستی سے خبردار   لے نقد کبھی اور کبھی دام کئے جا

پتے پتے سے عیاں شانِ حقیقت تیری تھا   بوٹے بوٹے میں تجھے رنگ بدلتے دیکھا

ہوا ہے عالمِ پیری سے ہاتھ میں رعشہ | کہاں فسانۂ عہدِ شباب لکھتے ہیں
آنسوؤں نے گناہ دھو ڈالے | آبِ رحمت نہیں تو پھر کیا ہے

شوق

غلام محمد عرب ——— اُردو فارسی شعر خوب کہتے تھے، دونوں زبانوں میں دیوان مکمل کر کے چھپوانے کے بعد آٹھ دس سال ہوئے کہ انتقال کیا، حیدرآباد کے رہنے والے اور معتمدی عدالت و کوتوالی اور امور عامّہ کے صیغہ دار تھے،

تماشا دیدنی ہے دیکھ لو اللہ کی قدرت کا | کہ ہر سنگِ دکن اب آئینہ ہے زیب و زینت کا
مچی ہے دھوم ہر جا شاہ کی مسند نشینی کی | جہاں میں شور ہے ہر سمت عثمانی خلافت کا
نہیں ہے کام جز مدحت سرائی اور کچھ اپنا | وظیفہ مل گیا ہے شوقؔ اب تو حسنِ خدمت کا

شوق

برہان الدین احمد ——— مدرسۂ وسطانیہ شور اپور ضلع گلبرگہ شریف کے مدرس اور اچھے شاعر ہیں،

ہر دم یہی خیال ہے عہدِ وفا کے بعد | دامانِ صبر چھوٹ نہ جائے جفا کے بعد
راحت میں ہے رفیق تو مونس ہے رنج میں | ہمدم نہ ہو گا کوئی دلِ مبتلا کے بعد
دل سے میرے نکال نہ پیکانِ آرزو | کچھ تو رہے خلش نگہ فتنہ زا کے بعد
یارب مریضِ عشق کو ہرگز شفا نہ ہو | یہ غم نصیب شاد نہ ہو گا شفا کے بعد

شوق

عبدالحمید ـــــ پنجاب کے بی۔ اے (آنرز) ہیں، صوبہ گلبرگہ شریف میں کسی مدرسہ کے صدر مدرس ہیں، نفسیات پر ایک مختصر سی تالیف بھی طبع ہو چکی ہے،

عجب انداز ہیں امید بھی نومیدی بھی ــــ کبھی صورت کو دکھانا کبھی پنہاں ہونا
ہے رہ عشق میں اس بات کی حاجت سبکو ــــ اک پتنگے کیطرح سوختہ ساماں ہونا

شوکت

احمد علیخاں ـــــ حضرت سردار بیگ صاحب قبلہ کے مرید اور مولوی علی رضا خاں مرحوم ایم۔ اے سابق رکن ہائیکورٹ سرکار عالی کے فرزند تھے، شعر خوب کہتے تھے کسی کے شاگرد نہ تھے، ۱۳۴۸ھ میں زندہ تھے،

لگاؤ دل کا ہو گر کسی سے ــــ تو چین کیونکر ہو خواب کیسا

دل وہ جلجائے نہو جسمیں ترے عشق کی آگ ــــ سر نہ باقی رہے جس میں نہ ہو سودا تیرا
پگھل رہی ہیں مری ہڈیاں حرارت سے ــــ عجب کرشمہ ہے دیتی نہیں دکھائی آگ
ہوا چاک وحشت میں ایسا گریباں ــــ نہ جائے رفو ہے نہ سینے کے قابل

شہرت

میر اعجاز علی ـــــ کاکوری (لکھنؤ) کے سادات اور شرفاء سے تھے، ابتدائی تعلیم و تربیت حیدرآباد میں پائی اور فوج میں ملازم ہو گئے، باقاعدہ کے کپتان رہ کر وظیفہ پر سبکدوش ہوئے اور شہزادگان بلند اقبال کے اتالیق بھی رہے، نظم و

نثر دونوں پر خاصا عبور تہا، اخبار حسن کار میں مضامین بہت لکہتے تھے شہباز بلند پرواز کے نام سے فکاہیہ شعر بہی کہتے تہے،

۱۸ ردسمبر ۱۹۳۵ء کو یکایک انتقال کیا، امجد صاحب جو آپ کے شاگرد رشید ہیں آپ کا دیوان چہپوانے والے ہیں،

کس کو بہلاؤں کبہی باغ کبہی صحرا میں | دل ہی جہوٹے تو سہی زلفِ دوتا سے پہلے
دینے والے تو بہت دلکے غنی ہوتے ہیں | صدقہ دیتے ہیں فقیر انکو صدا سے پہلے
آئینہ جس سے خجل ہو جائے ایسا دل بنا | خود وہ کہدیں اب میری تصویر کے قابل بنا
قصر گنبد مسجد اور مندر نہ اے غافل بنا | دلمیں گنجائش دو عالم کی ہو اپنا دل بنا
رکہتا ہے کون لطف و تلافی کی آرزو | کچھ رحم کیجئے ستمِ ناروا کے بعد
اب تو اللہ ہی نگہبان تیرے سودائی کا | پہر ہوا شور وہ صحرا میں بہار آئی کا
بہت دولت ہی اطمینان ہی بیکار رہتے ہیں | نہیں ہے کوئی بیماری مگر بیمار رہتے ہیں
ترقی کی ہی دہن جنکو کہاں نیند انکو آتی ہی | وہ سوتے بہی ہیں راتو نکو تو دل بیدار رہتے ہیں
نہ دردِ قوم ہی دلمیں نہ پاس ملک و ملت ہے | مگر ہم شائق سیر گل و گلزار رہتے ہیں
نہ ذوقِ شہسواری ہے نہ شوق تیغ بازی ہی | وہ کیفِ علم ہی ہم راتدن سرشار رہتے ہیں
نتیجہ تیغ کیا گہر میں مرے لکڑی نہیں قسمت | مگر ہاں میگزین اخبار کے انبار رہتے ہیں

شہید

نواب شہید یار جنگ بہادر ——— حیدرآباد کے قدیم اور اعلیٰ گہرانے کے

بزرگ ہیں، غزل، مرثیہ اور سلام خوب کہتے ہیں، مددگار صدر محاسب سرکار عالی اور والا شان نواب معظم جاہ بہادر کے سکریٹری بھی ہیں، کہنہ مشق اور اچھے شاعر ہیں، حضرت نظم طباطبائی سے تلمذ تھا،

آمادۂ وفا ہوئے ترکِ جفا کے بعد — اب ابتدا ہوئی ہے مگر انتہا کے بعد
آسان نہیں ہے منزلِ الفت کا راستہ — ہر ہر قدم نزولِ بلا ہے بلا کے بعد
دیکھا گیا نہ حال مریضِ فراق کا — رونے لگے وہ منہ کو پھرا کر دعا کے بعد
طولِ شبِ فراق نے قصہ چکا دیا — آئے وہ اپنے وعدہ پہ لیکن قضا کے بعد
اے باغباں بہار پہ اتنا غرور کیا — صرصر بھی چلنے والی ہے بادِ صبا کے بعد
آہیں ذرا جو رک گئیں آنسو رواں ہوئے — بارش نے خوب زور کیا ہے ہوا کے بعد

شیدا

میر محمد علی ——— سنہ ۱۳۲۹ھ میں حیدرآباد میں تولد ہوئے، میر عزیز علی صاحب عزیز مرحوم سررشتہ دار عدالت دیوانی ضلع بیدر کے فرزند ہیں، حیدرآباد ہی میں تعلیم پائی سنہ ۱۳۴۴ھ سے شعر کہہ رہے ہیں، میر غضنفر علی صاحب بیتاب سے تلمذ ہے طبیعت میں چونچلا ہے، شعر بھی اچھے کہتے ہیں،

آتی ہے یاد جب تری زلفِ رسا مجھے — اک سانپ لوٹتا ہے دلِ بیقرار پر
کیا کہئے تیرے عشق نے کیا کیا کیا مجھے — رسوا کیا، خراب کیا، در بدر کیا

میرا دل، میرا جگر، میری نظر، آنکھیں میری — سب کے سب شیدا ہیں اک شیدا کسی کے حسن پر

تجھسے بھی بڑھ کے مرے حق میں وفادار ہے یہ　　　تو گیا دل سے مگر تیری محبت نہ گئی

شیدا

عبد العزیز ——— انٹرمیڈیٹ کالج ورنگل کے لکچرار ہیں، شعر بھی اچھے کہتے ہیں،

نظرِ کرم سے آج تو مجھکو نواز دے　　　بس ایک ہی مراد ہے اور مدعا ہے ایک
بدلے وفا کے جور و ستم کب روا ہے دوست　　　تیری تو طرز سارے جہاں سے جدا ہے ایک
شیدا اسطرح تجھکو ملیں گے نہ باوفا　　　مسلک ہے سب کا ایک، نہی مدعا ہے ایک

غش کھا کے گرے موسیٰ کچھ بن نہ پڑا ان سے　　　جب طور پہ ہلکی سی تنویر نظر آئی
بس ایک ہی سجدہ میں کافور ہوئے سب غم　　　دہلیز کی مٹی بھی اکسیر نظر آئی

شیدا

شیخ احمد ——— دکن ہی کے رہنے والے ہیں پر بمبئی میں مقیم ہیں، شعر بھی اچھے کہتے ہیں،

بھاتا نہیں ہے کس کو ملکِ دکن ہمارا　　　چھوٹے نہ ہم سے یارب پیارا وطن ہمارا
پورے ہوں یاالٰہی اس کے دلی مقاصد　　　اور خوش رہے ہمیشہ شاہِ دکن ہمارا
کیا ہو سکے گی ہمسے توصیف تیری شاہا　　　کیا ہے زباں ہماری کیا ہے دہن ہمارا
گلہائے وصفِ عثماں ہر جا کھلے ہوئے ہیں　　　سرسبز کیوں نہ ہو پھر شیدا چمن ہمارا

ص

صابرؔ

عبدالوکیل ——— حیدرآباد دکن کے رہنے والے ہیں، ہز اکسیلنسی سر مہاراجہ بہادر کے مشاعرے میں شریک رہتے ہیں، شعر خوب کہتے ہیں،

کس جگہ لیلیٰ نہیں ناقہ نہیں محمل نہیں
ہاں مگر اب مثلِ مجنوں کوئی اہلِ دل نہیں

جگمگاتا سا کیا یہ پروانوں کے دم کے ساتھ تھا
ہے وہی محفل مگر اب رونقِ محفل نہیں

ہے اسی اک آخری ہچکی میں روداد حیات
بیمروت اب تو سن، یہ شکوہ باطل نہیں

صابرؔ

سید محمد انوار اللہ ——— حیدرآباد کے رہنے والے نوعمر شاعر ہیں، شعر خوب کہتے ہیں، صوبہ داری گلبرگہ شریف کے صیغہ دار ہیں،

بے چینی بڑھ گئی ہے دلِ ناصبور کی
تڑپا رہی ہے یاد کسی رشکِ حور کی

وہ تنگ خلق ہوں کہ میں جاتا ہوں جس طرف
آتی ہے اس طرف سے صدا دور دور کی

صابر اگرچہ تیرے معاصی ہیں بے شمار
حد ہی نہیں ہے رحمت ربِ غفور کی

صابر

نعیم الدین حسین ـــــــ غلام نبی صاحب سابق پروفیسر کلیہ جامعہ عثمانیہ کے فرزند نوعمر شاعر ہیں مشاعروں میں غزل پڑہتے ہیں، رشید ترابی اور آزاد انصاری سے مشورہ کرتے ہیں،

خون ہاتھوں میں ملا میرا حنا سے پہلے — عذر و عدوں کا کیا اسنے وفا سے پہلے
دمِ رفتار اٹھاتے ہیں وہ لاکھوں فتنے — حشر ہوتے ہیں بپا روزِ جزا سے پہلے
قتل کا ڈھنگ نکالا ہے نیا قاتل نے — مار ڈالا نگہِ ہوش ربا سے پہلے

صابری

مرزا بشیر احمد ـــــــ سرکار عالی کے منصفِ عدالت تھے، اب وظیفہ پر سبکدوش ہو کر مطب کرتے ہیں شعر بہی خوب کہتے ہیں خصوصاً نعت سے بڑا شغف ہے، منقبت بہی کہتے ہیں،

کوئی بتلادے کسی کی شان میں — لحمک لحمی نبی نے ہے کہا
سننے والوں پر یہ فرض عین ہے — دونوں نامونپر کہیں صلِ علیٰ
تجہہ کو ملسے ہی جو نسبت صابری — آج دونوں ناموں کا عقدہ کہلا

صادق

میر جعفر علی ـــــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور جامعہ عثمانیہ کے اولین طیلسانیوں میں سے ہیں، آج کل کسی سمستان کے مدرسہ کے ہیڈ ماسٹر ہیں شعر

بہی خوب کہتے ہیں،

حکایت مختصر یہ ہے مری حال پریشاں کی
بنیں گرد بیاباں جو بہاریں تہیں گلستاں کی

چراغ دیر یا شمع حرم پروانہ کیا جانے
نہیں کچھ قید حسن و عشق میں کافر مسلماں کی

کسیکے عشق کی منظور ہمکو پردہ داری ہے
وگرنہ لے چکے ہوتے خبر ابتک گریباں کی

تیری کافر نگاہوں کا یہی عالم رہا چندے
تو پہر مجہسے حفاظت ہو چکی بس دین و ایمان کی

صادق

محمد عبد الغنی ـــــــ ضلع ٹانڈہ میں وکالت کرتے ہیں، شعر بہی خوب کہتے ہیں،

مٹ مٹ کے ہم بنے ہیں زمانے میں بار بار
ہم کو حیات تازہ ملی پہر فنا کے بعد

پیدا ہوا حیات کا ساماں زہے نصیب
وہ مائل وفا ہیں بڑی التجا کے بعد

مجکو ملاؤ خاک میں لیکن یہ سوچ لو
کس پر جفا کروگے مری جان فنا کے بعد

کس اشتیاق سے لیا رحمت نے گود میں
مجرم کو انفعال ہوا جب خطا کے بعد

صبا

غلام علی ـــــــ حیدرآباد کے رہنے والے ہیں کبہی کبہی گلدستوں میں آپکا کلام نظر آتا ہے، شعر خوب کہتے ہیں،

آتش ہجر جلا دیتی ہے سب کچھ لیکن
وصل کی ایک رہا کرتی ہی حسرت دل میں

اسکے جانیسے ہو کیا حال خدا ہی جانے
جسکے آنیسے بڑہی جاتی ہی فرحت دل میں

دل اسے پیار کرے اور اسے ڈہونڈیں آنکہیں
جسکے لب پر نہ تبسم نہ مسرت دل میں

صبر

نظام الدین خاں ——— نواب صادق جنگ بہادر حلم مرحوم کے صاحبزادے اور نہایت اچھے شاعر ہیں،

کیوں انکو فکر جور ہو اپنی جفا کے بعد — کچھ اور انتہا بھی ہے اس انتہا کے بعد
پھر دل پہ ہاتھ رکھنے کی زحمت وہ کیوں کریں — اب درد لا علاج ہوا انکی دوا کے بعد
مدت سے سوگوار ہے دنیائے عاشقی — اب کسکو ڈھونڈھتے ہیں وہ اہل وفا کے بعد
اپنی وفا پہ ہم تو پشیماں ہو چکے — ہیں آپ کیوں خجل ستم ناروا کے بعد

صدر

شاہ محمد اکرام الحق ——— قدوسی گھرانے سے ہیں وعظ بھی کہتے ہیں اور شاعر بھی بڑے اچھے ہیں، یو-پی کے رہنے والے ہیں مگر مدت سے دکن میں ہیں،

صدر ہیں شاد شاہ عالی گہر — آصف وقت بر سریر، زر
زور دست، اور صاحب وقعت — جسکا ہے جشن جوبلی گھر گھر
۶۷۷ ۶۷۷
ہو فزوں اوج اختر اقبال — عمر دے اور ایزد بر تر
۱۳۵۵
دُرفشاں صدر اس پہ تاج گہر — خلعت لاجوردی ہے در بر
۱۳۵۵

صدق

سید تصدق حسین ——— جائس کے رہنے والے ہیں اس ایک سال سے

دکن میں ہیں، گورنمنٹ ہائی اسکول کے مدرس ہیں، نہایت قابل شاعر ہیں نظم اور غزل خوب کہتے ہیں،

کہا میں نے یہ پردہ چشم مردم سے بشر ہو کر | کہا پھر کیا بپا کردوں قیامت جلوہ گر ہو کر
کہا میں نے کہ دل پتھر ہے شاید ان حسینو نکا | کہا پھر دلمیں گھر پتھر کے پیدا کر شرر ہو کر
کہا میں نے وہ اپنے قول تمنے سب بھلا ڈالے | کہا سہو و خطا سے کون خالی ہے بشر ہو کر
کہا میں نے کہاں حسن خم ابرو کہاں خنجر | کہا یہ بھی پری بنجائیگا زیب کمر ہو کر

صدیقی

خواجہ عبد العلی ــــــ حیدرآباد کے رہنے والے دفتر تحصیل عنبر پیٹھ کے صیغہ دار ہیں شعر بھی اچھے کہتے ہیں،

سالِ نو کی ہی خوشی جاہ بھی ہے پیار بھی ہے | تم بھی ہو ہم ہی ہیں بلبل بھی ہی گلزار بھی ہے
دل مرا نذر ہے فرمایئے منظور حضور | با وفا بھی ہے یہ اور عاشقِ سرکار بھی ہے

صغیر

محمد حبیب الدین ــــــ ۱۳۰۰ھ میں حیدرآباد میں تولد ہوئے آبائی وطن قندہار ہے جہاں پر آپ کی زمینداری بھی ہے اور قضاۃ کی معاش بھی حیدرآباد ہی میں تعلیم و تربیت پائی اور شعر بھی کہنے لگے ابتدائے مشق ہی سے پنڈت سورج بھان (صوفی شمس الحق سجاد علی) میکش تھانوی سے مشورہ کرنے لگے، حضرت احمد کلیم اللہ سے بیعت کی، میکش کی وفات کے بعد سے کیفی سے تلمذ اختیار کیا، دیوان مکمل کیا ہے،

خودپرستی نے مری کی یہ عطا نعمت مجھے
تیری ہر شے میں نظر آنے لگی صورت مجھے

میری تنہائی میں پوشیدہ ہیں حسن آرائیاں
انجمن کا لطف دیتی ہے میری خلوت مجھے

حق پرستی اصل میں صورت پرستی ہے میری
جستجو ہے اس کی صورت کی بہر صورت مجھے

کون ہوتا اور بجز ملک میرے سوا
دی ہے صورت آفریں نے اپنی ہی صورت مجھے

صفی

محمد بہاؤالدین ——— (بہبود علی) حکیم منیر الدین صاحب مرحوم کے فرزند ہیں، ۲۶ رجب ۱۳۱۰ھ کو اورنگ آباد میں تولد ہوئے، سات سال کی عمر میں حیدرآباد آئے اور مدرسۂ نظامیہ میں تعلیم پانے لگے، مدرسۂ طبیہ میں شریک ہوکر تکمیل نصاب کیا مگر امتحان نہیں دیا، بہبود علی نام آپ نے خود رکھ لیا ہے، نسباً شیخ صدیقی ہیں بچپن ہی سے شاعری کا شوق ہے، ابتداً ضیا دہلوی کو اپنا کلام دکھایا پھر ظہور احمد دہلوی سے مشورہ کرنے لگے ان کے بعد فروغ سے تلمذ اختیار کیا، ۱۳۳۶ھ سے کیفی کو اپنا کلام دکھانے لگے، ۱۳۳۸ھ میں کیفی نے انتقال کیا، اور آپ نے اپنے طور پر غزل کہنا شروع کیا گویا کم و بیش دو سال تک کیفی کی شاگردی کی اور اس عرصے میں چند ہی غزلیں دکھائیں،

صفی آج حیدرآباد کے واحد غزل گو شاعر ہیں وہ غزل کو صرف غزل کی حیثیت سے کہتے ہیں، جذبات بالکل فطری، معاملہ بندی میں لطافت، زبان میں سلاست، محاورہ میں چستی اور روزمرہ نہایت صاف ہوتا ہے حد درجہ تیز، پُر گو

ذہین سیاح، منکسر المزاج لاابالی اور رند مشرب ہیں، یار باشی ہیں فرد، دل باختگی میں اپنی آپ نظیر، رات کے راجہ ہیں اگر آپ کی گل افشانی گفتار دیکھنی ہو تو کوئی رات کو دیکھے،

حیدرآباد کا شاید ہی کوئی بدنصیب ایسا ہو جس کے کان آپ کے کلام سے ناآشنا ہوں، کئی ایک غزلیں ریکارڈ بھی ہو گئی ہیں،

بس اب راضی خوشی سے اپنے مرنا ہی بہتر ہے — یہ دُنیا جسمیں دُنیا جی رہی ہے موت کا گھر ہے
ہوا کرتے ہیں ظلم و جور بھی دلکش حسینوں کے — جو سب کے واسطے ہے عیب ان کے حق میں زیور ہے
عدو نے بھی اڑائی ہیں ادائیں دل لبھانے کی — ستمگر جو تیری صحبت میں بیٹھا ہے ستمگر ہے
زرِ گل کیلئے گل کو بھی چھوڑا ورنہ سب کہتے — کہ یہ اللہ کا بندہ نہیں ہے بندۂ زر ہے
گنہگاروں پہ اپنے رحم کر اے داورِ محشر — قیامت اور کسی میں پریشاں ہوں وہ مضطر ہے
ہیں کم سے کم زیادہ سے زیادہ عشق کے معنی — سمجھنے والوں کو اک لفظ بے سمجھوں کو دفتر ہے
صفی کو طفلِ مکتب جانتے ہیں اسلئے شاعر — کہ ہر اک شعر اسکا بچے بچے کی زباں پر ہے

او غریبوں سے خفا ہونے بگڑنے والے — کہہ دیا کس نے ترا چاہنے والا میں ہوں
حسن والوں میں تو ہر اک نے خدائی کی ہے — نہیں معلوم کس اللہ کا بندہ میں ہوں

دل جو دیا دل کے لئے غم دیا — زخم دیا زخم کو مرہم دیا
جانتے ہیں وہ کہ میں آزاد ہوں — پھر مجھے جو کچھ بھی دیا کم دیا
عشق میں بشاش بہت کم رہے — مے نے مجھے کیف بہت کم دیا

آپ نے بخشا دلِ سوزاں مجھے یا کسی کافر کو جہنم دیا؟
شکر ہے دل اسنے دیا اے صفی اور نہایت خوش و خرم دیا

صمد

محمد عبد الصمد ـــــ قصبہ مکاراج پیٹھ تعلقہ میدک کے رہنے والے اور دفتر بند وبست علاقہ جاگیرات میں ملازم ہیں، شعر بھی خوب کہتے ہیں،

غیرتِ گلزار ہے یوں حیدر آباد دکن کھل رہی ہے ہر کلی بن کر تمنائے دلی
یہ دعا ہے بچے بچے کی زباں پر اے صمد ہو مبارک شاہِ عثمان کو یہ سلور جوبلی
۵۵ ۱۳ھ

صمد

صمد رضوی ـــــ مشہور ہیں پورا نام اور حالات معلوم نہ ہو سکے، جامعہ عثمانیہ کے طیلسانی ہیں، شعر بھی خوب کہتے ہیں،

دامن کوہسار ہو چادر سبزہ زار ہو پاس ہی جوئبار ہو، موج بھی بیقرار ہو
بلبل دلفگار ہو نکہت گل نثار ہو آتشِ لالہ زار ہو چاروں طرف بہار ہو
میرا وہاں مزار ہو میرا وہاں مزار ہو

پھیلی ہو بوچمن چمن پھول ہوں مثلِ سیم تن گونجتا ہو گلوں کا بن اس پہ طیور نغمہ زن
غنچے بھی کھول دیں دہن دیکھکے بادۂ کہن جبکہ شفق وہ گلبدن چرخ پہ آشکار ہو
میرا وہاں مزار ہو، میرا وہاں مزار ہو

صمصام

آقا عباس شیرازی ——— آقا سید عبداللطیف کے فرزند ہیں جو اپنے ایک اخبار "سید الاخبار" کی وجہ سے حیدرآباد میں بہت مشہور ہیں، صمصام کی ولادت حیدرآباد ہی میں ہوئی، فارسی مادری زبان ہے مگر اُردو بھی خوب بولتے ہیں اور شعر بھی اُردو میں اچھے کہتے ہیں، ڈاکٹر الم سے تلمذ ہے،

ہر کوئی ہے دو جہاں میں نوحہ خوانِ کربلا
کیا قیامت ہے خدایا داستانِ کربلا

دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں تیغِ رنج سے
خون کے آنسو رلاتا ہے بیانِ کربلا

دیکھنا جنت میں لے لیکے مزے کس شوق سے
جام کوثر پی رہے ہیں تشنگانِ کربلا

راہِ حق میں جان دیکر کیسی میٹھی نیند ہائے
سوتے ہیں خاکِ تپاں پر کشتگانِ کربلا

صہبا

احمد حسین ——— حیدرآباد کے رہنے والے ہیں غزل خوب کہتے ہیں،

یہ مستی سلامت یہ لغزش مبارک
ادھر بھی بہک کر چلے آئیے گا

یہ رنگیں ادائیں یہ بیتاب نظریں
کہاں تجلیاں آج برسائیے گا

کہاں دہرِ فانی کہاں عالمِ دل
مجھے ڈھونڈیئے گا تو کھو جائیے گا

فراموش کر دینگے ہم دین و دُنیا
اگر یوں ہی رہ رہ کے یاد آئیے گا

ضامن

سید محمد ضامن کنتوری ——— مولوی سید محمد کاظم حبیب کنتوری کے فرزند ہیں ۶ ذیحجہ ۱۲۸۷ھ کو کنتور میں تولد ہوئے خانگی طور پر مختلف بزرگوں سے تعلیم پائی اور کمسنی ہی میں اپنے والد کے ہمراہ حیدرآباد آگئے، پھر علیگڈھ جاکر انٹرنس کامیاب کیا اور واپس آکر نواب محبوب یار جنگ ناظم الملک بہادر کے کتب خانہ کی ترتیب کے لئے مامور ہوئے اور پھر صرفخاص میں ملازم ہوکر سررشتہ تعلیمات میں منتقل ہوگئے، ۱۳۲۵ف میں دار الطبع میں منتقل ہوئے اور مدت تک منتظم کی حیثیت سے کارگزار رہ وظیفہ پر سبکدوش ہوئے۔ بڑے اچھے شاعر اور انشاپرداز ہیں نظم و نثر دونوں پر یکساں قدرت ہے، انگریزی نظموں کا ترجمہ بڑی عمدگی سے کرتے ہیں دو دیوان اور کئی ایک تصانیف شائع ہوچکی ہیں، سنہ ۱۹۱۱ء میں بریلی سے ایک ماہوار رسالہ استبصار کے نام سے جاری کیا اور ۱۹۲۳ء میں لسان الملک نامی رسالہ حیدرآباد سے اجرا کیا یہ دونوں رسائل معیاری تھے اور بڑی محنت سے

مرتب کئے جاتے تھے،

آپ نہایت منکسر المزاج، ہمدرد، ملنسار، اور خلیق بزرگ ہیں شعر خوب کہتے ہیں اور پڑھنے کا انداز بھی دلکش ہے حیدرآباد میں آپ کے شاگردوں کی تعداد خاصی ہے،

دل میں جو اک شگاف سا ہے ۔۔۔ اس رخنے سے کوئی جھانکتا ہے
چلتی رہتی ہے سانس ہر دم ۔۔۔ یعنی ہر کارۂ قضا ہے
سو جان سے بیدلی کے صدقے ۔۔۔ اب دل ہے نہ دل کا مدعا ہے
میں بھی میری وفا بھی جھوٹی ۔۔۔ جو آپ کہیں وہی بجا ہے
ٹوٹے سب آسرے جہان کے ۔۔۔ مالک بس تیرا آسرا ہے
پوچھو ضیا سے عشق کے راز ۔۔۔ یہ قطرۂ بحر آشنا ہے

ضیا

شہزادہ حافظ مرزا منیر الدین ضیا دہلوی ——— آپ مرزا رحیم الدین حیا کے فرزند اور تیموری شہزادوں میں سے ہیں تخمیناً پچاس سال سے حیدرآباد میں ہیں بلکہ حیدرآباد ہی کو وطن بنالیا ہے، صدر محاسبی سے ملازمت کا تعلق تھا اور اب وظیفہ پر سبکدوش ہوگئے ہیں عروض کے بڑے ماہر ہیں مدت ہوئی "تحقیقات ضیا" کے نام سے ایک مختصر رسالہ شائع کرچکے ہیں،

مجھے آجائے ہوش ایسی پلا اے پیر میخانہ ۔۔۔ سقاہم ربہم سمجھوں کروں تو قیر میخانہ

کوئی گلرنگ خوشرو مغبچوں میں ہوگیا شامل
مثال آفتاب اب چمکے گی تقدیر میخانہ

ہمیشہ بیخود مے ہوں مری کیفیت ایسی ہے
کہ گھر میں بت تو میخانہ میں اک تصویر میخانہ

سوائے ذکر مینوشی نہیں آتی مجھے کچھ بات
نہیں ہے اور کچھ لب پر بجز تقریر میخانہ

ضیا پرہیزگاری قید ہے بیجا و مت ایسا
خرید و ساز میخواری کرو تدبیر میخانہ

ضیغم

محمد عبداللہ خاں ——— نواب محمد صلاح خاں کے فرزند ہیں آپ کے اجداد کابلی تھے عہد شاہی میں لکھنؤ آکر خدمات جلیلہ سے سرفراز ہوئے لکھنؤ کا قندھاری بازار انہیں کا بسایا ہوا تھا جو غدر میں برباد ہوگیا، ۱۲۹۱ھ میں صلاح خاں صاحب کے انتقال کے بعد ضیغم نے لکھنؤ چھوڑا اور حیدرآباد آرہے، اور اپنے خالو آنریبل نواب سرشرف الامرا کے، سی، ایس، آئی، کی صاحبزادی سے شادی کی، سرکار عالی سے منصب جاری ہوا اور آپ نے حیدرآباد کو وطن بنالیا، ۱۳۰۱ھ سے عباس علیخاں ششدر کی صحبتوں میں شعر گوئی شروع کی ۱۳۰۹ھ تک نیاز احمد ہوش بریلوی سے مشورہ کرتے رہے ان کے انتقال کے بعد محمد باقر لکھنوی سے تلمذ اختیار کیا، دیوان مکمل اور مردف ہے ایک تذکرہ "یادگار ضیغم" کے نام سے شائع کرچکے ہیں، اسّی سال کے قریب عمر ہے، شعر خوب کہتے ہیں، مدت تک مشاعرہ بھی کرتے رہے، بڑی خوبیوں کے بزرگ ہیں؛

گلوں پر اشک شبنم دیکھ کر بلبل یہ نالے ہیں
مرا دل دیکھ تو وہ بھی کوئی چھالوں میں چھالے ہیں

مرے پر بھی رہی یادِ مژہ کی رخنہ اندازی   مرے سنگِ لحد میں سینکڑوں سوراخ ڈالے ہیں

گدا ہر چند ہوں کہتی ہے یہ چینِ جبیں اپنی   فقیری میں بھی شانِ تمکنت جاتی نہیں اپنی

تصور رنگِ وحدت کا سما جاتا ہے جب دل میں   تو صورت آئینہ میں دیکھ لیتے ہیں ہمیں اپنی

تن بدن میں اپنے روشن داغِ سوزاں ہو گئے
ہم سراپا صورتِ سروِ چراغاں ہو گئے



ط

طالب

نواب عثمان نواز جنگ بہادر ــــــ حیدرآباد کے معزز طبقے سے تعلق رکھتے ہیں، علم وادب سے دلچسپی ہے کار دنیا جیسے خشک عہدے سے سرفراز ہیں مگر شعر بھی کہتے ہیں اور خوب کہتے ہیں،

کیا خبران کو کسے ناز و ادا کہتے ہیں ۔۔۔ لوگ نادان ہیں جو اسکو جفا کہتے ہیں
دلِ ناداں کے ستانے کو جفا کہتے ہیں ۔۔۔ کیا نہیں جانتے اسکو ہی سزا کہتے ہیں
اے حضور ایسا تو ہوتا نہیں دیکھا ہم نے ۔۔۔ کہیں اچھا جسے اسکو ہی بُرا کہتے ہیں؟
بے وفا مجھ کو جو کہتے ہیں بجا اور درست ۔۔۔ یہ تو معلوم ہو پھر کس کو وفا کہتے ہیں

طالب

محمد سراج الدین ــــــ مولوی کمال الدین صاحب مرحوم رکن پائیگاہ کے فرزند تھے، تاریخ پر خاصا عبور تھا، نظام علیخاں شیر جنگ، "میر عالم" کے مبسوط سوانح حیات شائع کئے۔ بڑے اچھے مضمون نگار اور شاعر تھے، عروض کے ماہر



سراج الدين - طالب

اور شعر بھی کہتے تھے ۲۲ مئی ۱۹۲۷ء کو انتقال کیا۔

جفا ہیں ستم کی سر افرازیاں ہیں ۔۔۔ وفا شرطِ مشروطِ جانبازیاں ہیں
نہ الفت کی باتیں نہ دلسازیاں ہیں ۔۔۔ ہتوں میں فقط کچھ نظر بازیاں ہیں
قدم سے ترے شورِ محشر بپا ہے ۔۔۔ ستمگر یہ کیا فتنہ پردازیاں ہیں
نشیمن پہ بجلی گری فصلِ گل میں ۔۔۔ فلک کی یہ خانہ براندازیاں ہیں

طاہر

ملک طاہر ـــــ حیدرآباد کے رہنے والے شریف اور قدیم گھرانے سے ہیں، بچپن سے شعر و سخن کا ذوق ہے، شعر بہت کم کہتے ہیں، مگر اچھے کہتے ہیں آج کل مدرسہ دار العلوم سے ملازمت کا تعلق ہے۔ نہایت شریف، یار باش اور مرنجان مرنج بزرگ ہیں، فنونِ لطیفہ سے بھی لگاؤ ہے،

جا کے موسیٰ تو فقط طور پہ کرتے تھے کلام ۔۔۔ عرشِ اعظم پہ گئے شاہِ ہدیٰ شام کے بعد
مانگ لو صدقہ میں اس صاحبِ معراج کے آج ۔۔۔ ہوگی مقبولِ خدا سب کی دعا شام کے بعد

چاند شرمائے مہ جبیں ایسا ۔۔۔ تو نے دیکھا فلک! حسین ایسا؟
بڑھ کے خورشید سے ضیا پائی ۔۔۔ داغ الفت کا ہے نگیں ایسا

طاہر

محمد طاہر علی ـــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور اچھے شاعر ہیں،

ہم سمجھتے ہیں انہیں شافع محشر اپنا ۔۔۔ مظہرِ خاص جنہیں کہتا ہے داور اپنا

درِ احمد کی جبیں سائی جو حاصل ہو ہمیں ۔۔۔ پھر یہ سمجھیں گے کہ ہے اوج پہ اختر اپنا
نذرِ سرکار ہو ہر وقت درود اے طاہر ۔۔۔ لایقِ پیش کشی ہے یہی گوہر اپنا

طیب

غلام طیب —— بی، اے، ال، ٹی، اورنگ آباد انٹر کالج کے لکچرار ہیں شعر خوب کہتے ہیں آپ کی بڑی لمبی لمبی نظمیں اورنگ آباد کے سہ ماہی رسالہ اردو میں طبع ہوتی ہیں، ایک نظم بادل کا ایک بند یہ ہے،

گگن میں سیلا رچی ہوئی ہے ۔۔۔ برات ساون کی آرہی ہے
گھٹا میں بجلی چمک رہی ہے ۔۔۔ نکالے گھونگٹ دلہن کھڑی ہے
اُمنڈ اُمنڈ کر بلا کے بادل ۔۔۔ پُرانے فتنے جگا رہے ہیں
بہار کو گدگدا رہے ہیں ۔۔۔ جنوں کے شانے ہلا رہے ہیں

طیب

طیب علی —— سکندرآباد میں رہتے ہیں شعر بھی اچھے کہتے ہیں،

وہ گئے دن کہ تھی دنیائے محبت دلمیں ۔۔۔ اب نہ ارمان کوئی باقی ہے نہ حسرت دلمیں
دیکھے بہانے کی محبت بھی محبت ہے کوئی ۔۔۔ نہیں رہتی کبھی منہ دیکھے کی الفت دلمیں
مجھکو خاک اور میری خاک کو برباد کیا ۔۔۔ پھر بھی باقی ہے ستمگار کدورت دلمیں

ظریف

محمد عبدالقادر ـــــ قدیم دکنی اور منصبدار ہیں، ۱۳۳۳ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم گھر پر پائی اور شعر کہنے لگے حضرت عیش سے تلمذ ہے، طبیعت اچھی پائی ہے، کلام میں خاصا رنگ ہے ابھی ابتدا ہے یقین ہے کہ اگر مشق جاری رکھیں تو اچھے شاعر ہوں گے، حیدرآباد میں اپنے رنگ کے یہ ایک ہی ہیں۔

فیشن اچھا نہ اسکا احسان اچھا — لیڈی اچھی نہ اسکا ارماں اچھا
یورپ کے حسینوں پہ عبث مٹتے ہو — باہر کے ولی سے گھر کا شیطان اچھا

ہوتے ہیں حسینوں کے کنائے ہی غضب کے — سفاک یہ ہوتے ہیں بڑی چال کے ڈھب کے
دل لینے کو ظالم نے بلایا تھا یہ لکھ کر — بائیسویں کو آئیے کونڈے ہیں رجب کے

غیر رہتا ہے جو اس بانیٔ بیداد کے ساتھ — یعنی فرعون رہا کرتا ہی شداد کے ساتھ

غیروں کی تو خوشامدیں کر جوتیاں اٹھا — احسانِ اقربا کا نہ بارِ گراں اٹھا

تلخی و شیرینی ہوتی گر لبِ معشوق میں — مکھیوں پر مکھیاں مچھر پہ مچھر بیٹھتے

محبت ہو بیوی کی دل میں نہ کیونکر　　　یہ جنت سے لایا تھا دادا ہمارا
یہ اس کی نزاکت کا ادنیٰ اثر ہے　　　کہ دل بن گیا ہے تماشا ہمارا

جا کے میخانہ میں بے کیف چلے آجانا　　　شیخ کو ہمنے جب ہی تو خرِ عیسیٰ جانا
حالِ دل میرا بڑے جاننے والے آئے　　　تم نے جانا یہی تو کیا بھینس کا انڈا جانا
دامِ تزویر میں تم آگئے جو دشمن کے　　　اسلئے ہم نے تمہیں اُلّو کا پٹھا جانا

خدا جانے یہ خمیازہ ہے کس حسنِ عقیدت کا　　　چُرا کر لے گیا مسجد سے کوئی جوتیاں میری

سنتے ہیں کل جو عقد ہوا تھا ظریف کا　　　وہ بھیڑ تھی کہ جوتے پہ جوتا سوار تھا

دال روٹی بھی ملے گر عزت و توقیر سے　　　میں یہ سمجھوں گا کہ بریانی ملی تقدیر سے
دُبلے پتلے سے نہ کیوں بہتر ہو معشوقِ جسیم　　　اچھا ہوتا ہے ڈبل روٹی کا میٹھا کھیر سے

ع

عابد

میر عابد علیخاں بہادر صولت جنگ ـــــــــ حیدر آباد کے قدیم شرفا سے تھے طبیعت میں انکسار، ہمدردی، ملنساری بہت تھی میر محمد علیخاں ناظم مرحوم کے ماموں تھے استاد داغ سے تلمذ تھا، مذاقِ عابد، یادگارِ عابد، نغمۂ روح، نامۂ عشق، کلیاتِ عابد، چار دیوان طبع ہو چکے ہیں، چمنستانِ وحدت، آئینۂ ارشاد کے نام سے دو مجموعۂ انتخاب الگ شائع ہوئے ہیں۔ شعر خوب کہتے تھے پُرگو تھے کلام بے عیب ہوتا تھا، ۵ رمضان ۱۳۳۷ھ کو انتقال کیا،

تجھ کو کوثر ہو مبارک ناصح مجھ کو ہے شربت انگور پسند
شیفتہ ہیں جو تمہارے رخ کے کیونکر آئیگی انہیں حور پسند

ذرا دیکھو تو کیا اونچا ہوا نخچیر کا رتبہ اٹھا کر لے چلا صیاد اسکو پشت توسن پر

کعبہ کو چلے تھے دیر پہونچے جاتے تھے کدہر کدہر گئے ہم

تیر پہ تیر لگاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے دل یہ کس کا ہے میر جان جگر کسکا ہے

عابد

قاضی محمد زین العابدین ـــــ حیدرآباد کے قدما اور شرفا سے ہیں، حیدرآباد ہی میں تعلیم پائی اور سیول سروس کامیاب کرکے ملازم ہوگئے آج کل محکمۂ مال میں اول تعلقدار ہیں، نہایت ذی خلق، منکسر مزاج، شریف علم دوست نوجوان اور شاعر ہیں، شعر خوب کہتے ہیں،

وطن میرا تھا قریہ اور میں تھا ایک دہقانی
لڑکپن کھیل میں گزرا گیا گر کچھ تو جو پانی
جوانی میں چلایا ہل دیا کھیتوں کو بھی پانی
بہر صورت گزاری، ہو گرانی یا کہ ارزانی
غلامی کا خیال آیا نہ آیا کچھ حکومت کا
نہ کچھ تھا امتیاز ما و تو، یا قوم و ملت کا
زبردا مفلسی کی تھی نہ لالچ مال و دولت کا
تقابل غیر سے کرتا نہ تھا میں اپنی حالت کا
مگر انسان تھا اور فطرت انسان رکھتا تھا
جگر کے پاس اک دل، دل میں اک ارمان رکھتا تھا
جو گھر میں جسم تو کھیتی میں اپنی جان رکھتا تھا
پھلے پھولے یہی اک فکر میں ہر آن رکھتا تھا

عابد

مرزا عابد علی بیگ ـــــ حکیم مرزا قاسم علی بیگ اخگر کے فرزند اور معتمدی مالگزاری سرکار عالی میں ملازم ہیں شعر بھی خوب کہتے ہیں،

حرم میں دیر میں تھے آستاں نشیں برسوں
تو دل میں تھا بتجھے ڈھونڈا کئے کہیں برسوں
ستم اٹھاتے ہیں عادی ہیں ظلم سہنے کے
رہا ہے دشمن جاں آسماں زمیں برسوں
دلمیں درد آنکھو ںمیں آنسو ہیں لبوں پر فریاد
مشغلہ ہے یہی ہم کو شب تنہائی کا

عابد

حکیم سید محمد عابد ـــــــ مہتمم شفاخانہ و طبیہ کالج میں بھی طب پر لکچر دیتے تھے۔ بڑے اچھے شاعر تھے۔ ستمبر ۱۹۳۷ء میں انتقال کیا۔

حال وہ پوچھتے ہیں مجھ سے تو رو دیتا ہوں ۔۔۔ ضعف اتنا ہے کہ یارا نہیں گویائی کا

بزم زندوں کی ہے ناداں میں کہے دیتا ہوں ۔۔۔ اب مناسب نہیں لینا تجھے انگڑائی کا

عاجز

محمد قدرت اللہ ـــــــ عیش کے شاگرد ہیں شعر بھی خوب کہتے ہیں،

ایک میں ہی ہوں کہ رکھتا ہوں محبت دلمیں ۔۔۔ ایک تم ہی ہو کہ ہے مجھ سے کدورت دلمیں

آنکھ میں جلوہ ترا لب پہ مرے یاد تیری ۔۔۔ میرے سر میں ترا سودا تیری الفت دلمیں

آہ کیسا تھی کیوں لب پہ نہ چھالا آئے ۔۔۔ جبکہ ہو شعلہ فشاں آتش فرقت دلمیں

سر گیا بھی تو ترے عشق کا سودا نہ گیا ۔۔۔ دل گیا بھی تو رہی تیری محبت دلمیں

عارف

میر لطف علی ـــــــ قاضی سید عبدالرحیم صاحب مرحوم کے فرزند اور سلسلۂ ابوالعلائیہ میں بیعت ہیں آپ کے اجداد عہد بہمنیہ میں دکن آئے تھے آپ کے ایک جد اعلیٰ قطب شاہی دور میں دیوان رہ چکے ہیں جن کا نام سید علی اکبر تھا، آپ پر اب تک معاش قضاء پرگنہ ہتنورہ بحال ہے، حضرت تدبیر سے اردو، فارسی، عربی پڑھی ہے (۴۰) سال کی عمر ہے شعر بھی خوب کہتے ہیں ریاض عارف کے نام سے

ایک مختصر سا دیوان طبع ہو چکا ہے، اور فرہنگ عثمانیہ ایک دفتری اصطلاحات کی لغت بھی طبع ہو چکی ہے، نہایت سیدھے سادھے یار باش بزرگ ہیں راقم الحروف کے خاص کرمفرما ہیں،

جو دل رکھ کے دلدار نے شرم رکھ لی — بڑی بات کی یار نے شرم رکھ لی
میرے دل کی کچھ بھی نہ تھی قدر و قیمت — مگر اک خریدار نے شرم رکھ لی
سیہ کاریوں سے خجل ہم تھے لیکن — مدینے کے سرکار نے شرم رکھ لی
واعظ تو ذکر جنت و دوزخ کا چھوڑ دے — کیا ہوگا کیا خبر ہے تجھے روز جزا کے بعد

جبینِ شوق کو ٹھوکر لگا دے — مری بگڑی ہوئی قسمت بنا دے
نگاہِ ناز سے بجلی گرا دے — کسی کا خرمنِ ہستی جلا دے
نہ چھوٹے میکدہ مرکر بھی ساقی — مری مٹی کا پیمانہ بنا دے
الٰہی بنجائے مقتل طورِ سینا — نقابِ رخ اگر قاتل اٹھا دے
عجب کیا ہے خدا ملجائے اسکو — خودی اپنی اگر عارف مٹا دے

عاقل

فخرالدین ——— حیدرآباد کے رہنے والے عربی، فارسی، انگریزی سے واقف تھے، ٹیوشن بھی کرتے تھے اور کتب فروشی بھی چوک میں ایک چھوٹی دوکان پرانی کتابوں کی تھی نہایت اچھے شاعر اور با مذاق بزرگ تھے ستر سال سے زاید عمر پاکر تین چار سال ہوئے کہ انتقال کیا،



میر لطف علی - عارف

ایک سے ایک زمانے میں حسین اچھے ہیں   اپنی نظروں میں سمائیں جو نگیں اچھے ہیں
دلمیں ہے حسرت و ارماں و تمنا کا ہجوم   ان مکانوں میں جو رہتے ہیں مکیں اچھے ہیں

یہ روشن ہے کہ روشنداں نہیں اس گھر کے بے مطلب
شرارت سی شرارت ہے یہاں تاکا وہاں جھانکا
دن کو بھی تو رہو سورج کی طرح پہلو میں
چاند کی طرح سے تم رات کو آتے کیوں ہو

عاقل

محمد عاقل علیخاں ——— اورنگ آباد کے شریف گھرانے سے تعلق ہے اور بڑے اچھے شاعر ہیں،

طوفان ہے قطرہ قطرہ میرے سیل اشک کا   دریا ہے موجزن مرے چشم پرآب میں
اے انقلاب دہر یہ کیسی ہے منصفی   رہتے ہیں بوم گنبد افراسیاب میں
پیتا ہوں شوق یاد میں اک رشک ماہ کی   ساقی شراب دے قدح آفتاب میں

عالی

محب اللہ خاں ——— نواب مظفر جنگ بہادر مرحوم کے فرزند اور حیدرآباد کے مشہور امیر حیدر الدولہ کے پروتے تھے، عربی، فارسی کے منتہی اردو کا مذاق بڑا پاکیزہ تھا، حضرت طباطبائی مرحوم سے مشورہ کرتے تھے فن عروض پر ایک کتاب بھی طبع ہو چکی ہے نہایت زندہ دل اور شریف الطبع شاعر تھے حضرت

حضرت تمکین کاظمی کے قریبی عزیز تھے اور ان دونوں میں بڑا خلوص تھا،

دس پندرہ سال پہلے سرور نگر میں انجمن ارباب اردو قائم کی تحفہ ما ہوار ایک مدت تک اپنے ذاتی سرمایہ سے نکالتے رہے،

سنہ ۱۹۳۶ء میں بعارضہ سکتۂ قلب انتقال کیا،

کہتے ہیں مست بلغ ہے میخانۂ بہار | فنجان گل کو سمجھے ہیں پیمانۂ بہار
اوراق گل یہ ہے خطِ ریحاں لکھا ہوا | عالیؔ چمن میں آیا ہے پروانہ بہار

وعدہ وصل کو وہ حشر پہ ٹھیرا کے چلے | مجھ کو دہو کا یہ ہوا وعدۂ فردا سمجھا
شغل مے شب کو ہوا ور دنکو عبادت ای شیخ | ایک نے اسکو برا ایک نے اچھا سمجھا
عشق میں ہوگئی ہے عقل بہی اندھی زاہد | عیب کیا عشق بتاں میں یہی خدا را سمجھا

عالی

راجہ نرسنگ راج بہادر ـــــ راجہ گردہاری پرشاد باقی عرف بنسی راجہ کے فرزند ہیں آپ کے جد اعلیٰ آصف جاہ بہادر کے ہمراہ دکن آتے تہے، اور بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز رہے آپ کے والد راجہ باقی مشہور صوفی اور شاعر تہے،

اپ علاوہ اپنی خاندانی جاگیر اور اعزاز کے مہتمم ٹپہ خانہ جات ریلوے بھی ہیں، شعر نہایت اچھے کہتے ہیں، عربی، فارسی، اردو اور سنسکرت میں عالمانہ تبحر رکھتے ہیں، نہایت بامذاق اور مخیّر بزرگ ہیں،

حامی جہاں میں کون مرا کردگار ہے | ہو مہر کی نظر تو مرا بیڑا پار ہے

پھر کے دکھ درد میں انسان اگر شامل نہیں ۔۔۔ خاک کا تودہ ہے وہ عالی کسی قابل نہیں
ہیں گل گلشن وہی لیکن نہیں لطفِ بہار ۔۔۔ یار محفل میں نہیں تو رونق محفل نہیں
چاہتا تھا جس دوا کو اب نہیں اسکی تلاش ۔۔۔ درد تو باقی ہے لیکن اب مرادِ دل نہیں

کوئی پرواہ نہیں آہ و فغاں کی ۔۔۔ خدا رکھے جوانی اس جواں کی
کہوں کیا شان میں کوئے بتاں کی ۔۔۔ بلندی ہے زمیں میں آسماں کی
ہمیں تو وہ حسین ہے سب سے پیارا ۔۔۔ نظر ترچھی ادا ہو جس کی بانکی

عالی

محمد اسمٰعیل خاں ـــــ خورجہ ضلع بلند شہر کے رہنے والے ہیں ایک مدت سے حیدر آباد میں ہیں، شعر خوب کہتے ہیں مہاراجہ بہادر کے مشاعرے میں عموماً شریک ہوتے ہیں،

کیا کہوں میں حال دل کہنے کے یہ قابل نہیں ۔۔۔ جب سے دیکھا ہے تمہیں قابو میں میرے دل نہیں
کیا سناؤں درد دل کی میں کہانی آپ کو ۔۔۔ آپ کے سننے سنانے کے تو یہ قابل نہیں
دوستوں آنے دو آئی ہے اگر فصل بہار ۔۔۔ اب کہاں وہ ولولے وہ ہم نہیں وہ دل نہیں
دیکھو گر چشم بصیرت سے تو کھل جائے ابھی ۔۔۔ میرے انکے درمیاں پردہ کوئی حائل نہیں

عبرت

عبد الرسول ـــــ گلبرگہ شریف کے باشندے تھے، نظامت عدالت گلبرگہ کے محافظ دفتر تھے شور مرحوم سے شاگردی کی نسبت تھی، شعر خوب کہتے تھے نعت گوئی

کا بہت شوق تھا۔ پانچ چھ سال ہوئے کہ گلبرگہ ہی میں انتقال کیا،

حور و غلماں کا ہے ساتھ لحد میں یارب ‏ ‏ تیرا بندہ ہوں میں عادی نہیں تنہائی کا
دیکھنا وہ لئے جاتے ہیں عدم کو احباب ‏ ‏ کہ جنازہ ہے مرا یا تری رسوائی کا

عبدالسلام

عبدالسلام انصاری ——— یو پی کے باشندے مسلم یونیورسٹی کے گریجویٹ اور ایل ایل۔ بی ہیں۔ ابتداً تعلیمات میں مدرس رہے، اب تقریباً آٹھ دس سال سے نہایت کامیابی کے ساتھ وکالت کر رہے ہیں۔ نہایت ذی خلق ذکی اور فہیم شاعر اور وکیل ہیں شعر بھی خوب کہتے ہیں،

ہاں مغنی طرب اب ہیں نمایاں ہر رنگ ‏ ‏ جشن برپا ہے بجیں زیر و بم و بوق و چنگ
پیدا ہر ساز طرب سے ہو صدا دل خوش کن ‏ ‏ سن کے صوت طرب افزا ہو ہر اک دل میں امنگ
مژدہ سالگرہ ہے کہ نوید جاں بخش ‏ ‏ واہ کیا صوت طرب زا سے کیا پیدا رنگ
میر عثمان علی شاد، نظام آصف جاہ ‏ ‏ صاحب تاج و اکلیل و سریر و اورنگ

عبدالعزیز

محمد عبدالعزیز ——— حیدرآباد کے رہنے والے اور علیگڈھ کالج کے بی اے، بی ٹی ہیں۔ شعر بھی خوب کہتے ہیں آجکل ورنگل انٹر کالج کے پرنسپل ہیں۔

زندگی کا عجب مزا ہوتا ‏ ‏ قیس سا تو جو باوفا ہوتا

سنگ در ہی ہے مجھے بنا تا اگر — میں در یار پہ پڑا ہوتا
میری کشتی کا اس خدائی میں — اے خدا کوئی ناخدا ہوتا

علیقؔ

سید محمد انور الدین ——— حیدرآباد کے رہنے والے اور اچھے شاعر ہیں،

چارہ سازی بھی کریں آپ مسیحائی بھی — سر سے بیمار کے ٹلتی ہے کہیں آئی بھی
محفلِ یار سے نکلے تو کہا دل نے چلو — دیکھ لیں ایک نظر کوچۂ رسوائی بھی
غیر کا دخل نہیں میں ہوں تصور ہے ترا — خلوتِ خاص ہے کیا گوشۂ تنہائی بھی

علیقؔ

محی الدین خاں ——— حیدرآباد کے رہنے والے اور مفید کے شاگرد ہیں شعر بھی خوب کہتے ہیں،

مجھ کو واللہ عجب صبر و سکون ہی حاصل — عشق احمد ہے کہ اللہ کی رحمت دل میں
جاؤں اس شان سے محشر میں مزا آجائے — ہاتھ میں دامن حضرت تو ندامت دل میں

عثمانؔ

میر عثمان خاں ——— حیدرآباد کے رہنے والے اور بڑے اچھے بزرگ ہیں مدت سے صدر محاسب صرفخاص مبارک رہے، شعر بھی خوب کہتے ہیں،

مدینہ کو چلا ہوں زائروں کا قافلہ لیکر
اکیلا میں نہیں ہوں ساتھ اک بستی کی بستی ہے

عثمان

محمد عثمان ــــــــ عثمان صحرائی کے نام سے مشہور ہیں گلبرگہ شریف کے رہنے والے ہیں وہیں تعلیم و تربیت پائی ۱۳۳۹ف میں گلبرگہ سے ایک ماہوار رسالہ بھی جاری کیا تھا، شعر بھی اچھے کہتے ہیں ایک نظم رقاصہ کا ایک بند نقل کیا جاتا ہے،

رنگین فضائیں ہوں — پورب کی ہوائیں ہوں
کوئل کی نواز ہوں — فطرت کی ادائیں ہوں
معمور ہوں نظارے
ہوں بکھرے ہوئے تارے

عجیب

محمد حسین ــــــــ نائب قاضی شہر حیدرآباد ہیں محلہ حسینی علم میں جتنے نکاح ہوتے ہیں آپ ہی پڑھاتے ہیں اور شعر بھی خوب کہتے ہیں،

تم سے توقعات رکھیں کیا وفا کے بعد — ہاں، دلسے دے رہے ہیں دعائیں وفا کے بعد
دیکھیں دفائیں میری جو اسنے جفا کے بعد — شرمندہ ہو گیا ستمِ ناروا کے بعد
تیرا علاج اے دلِ بیتاب کیا کروں — آہِ رسا کو بھیج رہا ہوں صبا کے بعد

عادل

اکثر مشاعروں میں شرکت کرتے ہیں،

محویت ایسی ہی دیکھ کے صورت دلمیں — رہ گئیں حسرتیں اپنی شب وصلت دلمیں

واعظا منع نہ کر رندوں کو مے پینے سے　　کر دعا یہ کہ ہو توفیق وہدایت دل میں

عریاں

حیدرآباد کے ایک مشہور ڈاکٹر ہیں آپ کے بزرگ دہلی کے متوطن تھے آپ بچپن میں دہلی سے حیدرآباد آئے عمر یہیں گذاردی اب تو حیدرآباد کو وطن بنالیا ہے، طبیعت اچھی پائی ہے شعروسخن کا ذوق ہی ہے ریختی ہزل اور فکاہیہ اشعار خوب کہتے ہیں اپنے رنگ کے ایک ہی شاعر ہیں،

تماش بینی تری بدولت ہماری اب جان پر بنی ہے
ہزار افسوس کیا خبر تھی کہ بخت کو ہم سے دشمنی ہے
غضب کی سینے میں سنسنی ہے

سیاہ رنگت اس پہ زرد آنکھیں جو تنگ ماتھا تو جسم ڈھیلا
ہیں ہونٹ موٹے ذراسی گردن وہ پستہ قد ہنس کی جنی ہے
یہ میری معشوق ڈھکنی ہے

بہت گیا ہوں میں اسکے ڈیرے مجھے تو موت آئی اب سویرے
گلے میں پھندا لگادو میرے نہیں تو الماس کی کنی ہے
کہ مجھ پہ اب وقت جاں کنی ہے

رہے ہم طالب ایفائے وعدہ　　دیا تھا دل تجھے سمجھے تھے سا ہو
مگر تو چل دیا یہ کہہ کے ظالم　　برات عاشقاں بر شاخ آہو

یہ میرا چاک گریباں ہی کچھہ نہیں لہنگا — کہ جی میں آئی تو تم نے سیا سیا نہ سیا
تمہاری یہہ گئی آنکھوں میں شکل ای عریاں — کسی نے کی جو مرے آگے بہوت کی تعریف

بڑا زمانہ ہے آپس کی جوت رہنے دو — بہگاؤ سر سے مسانوں میں بہوت رہنے دو
ہمارے چہروں پہ خاک تیمم آئے نظر — تم اپنے جسم پر اپنی بھبوت رہنے دو
زمانہ بھولو نہ اکبر کا ابن اکبر کا — ہمارے ذمے یہ بار ثبوت رہنے دو

چوسے تو نے بہت لب زنگیں — جن پہ رہتی تہیں مسی کی دھڑیاں
چل چھوڑ رے نہ عاقبت کو بہول — گلگوں کی بنیں گی اب بڑیاں
گلرخوں کا خیال چھوڑ عریاں — چھوڑ جنت میں جا کے پا تا پھلجھڑیاں

محبت اس کو کہتے ہیں محبت ایسی ہوتی ہے — ادہر گل کی کلی چٹکی ادہر دم نکلا بلبل کا

دلِ غم دیدہ جب چشم سیہ کے بوسے لیتا ہے — تو پہروں چشم مار و شن دلِ ناشاد کہتا ہے

عرشی

عبدالرزاق ـــــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور شعر بہی کہتے ہیں،

میں کیا کہوں جو ربط ہے اس حیلہ ساز سے — دل کو ادا سے عشق کلیجہ کو ناز سے
قدر آئینہ کی پوچھئے آئینہ ساز سے — آئینہ جو رجوہر ہے اک برقِ ناز سے

عروضی

خواجہ معین الدین ـــــــ حیدرآباد کے رہنے والے نوجوان شاعر ہیں
قیس حیدرآبادی سے تلمذ ہے، شعر خوب کہتے ہیں،

خواہش کو اپنی ہم نے دیا مدعا قرار | دل جیسی پاک چیز کو ناپاک کر دیا
زمین و آسماں فرہاد و مجنوں ایک کر بیٹھے | مگر ہم عاشقوں میں ہا ہو گئے مشہو گھر بیٹھے

ریختی

کیوں نہ وہ گھل کے غم میں مرجائے | جس کی مرجائے بیٹی جان جوان
کنڈی دروازے کی اندر سے لگالو صاحب | کہیں باہر سے نہ آجائے میرا گھر والا

فکاہیہ

فرشتے موت کے رہتے ہیں اس جا | یہ دفتر نام کا دارالقضا ہے
گھر سیٹھ جی کا سارا پٹاخوں سے جلگیا | اب کی دوالی میں تو دیوالہ نکل گیا

عزیز

نواب عزیز یار جنگ بہادر ——— نواب فیاض الدینخاں کے فرزند اور نواب مشرف جنگ بہادر کے پوتے ہیں، آپ کے اجداد دکن کے قدیم شرفا سے تھے اور حضرت آصف جاہ اول کے ہمراہ دکن آئے تھے، آپ کی ولادت حیدرآباد میں ۱۲۹۲ھ میں ہوئی۔ حیدرآباد ہی میں تعلیم و تربیت ہوئی، اور آپ ناظم عطیات صرفخاص مبارک ہوئے ۱۳۱۶ھ میں آپ کو عزیز یار جنگ خطاب ملا اور مدت تک اول تعلقدار ضلع اطراف بلدہ رہ کر وظیفہ پر سبکدوش ہوئے۔ یورپ کا سفر بھی کیا اور اب علمی ادبی مشغلوں میں وقت گزارتے ہیں۔ بچپن ہی سے شعر و سخن کا مذاق ہے نہایت اچھے شعر کہتے ہیں، استاد داغ کے حیدرآباد آتے ہی آپ نے تلمذ

اختیار کیا اور اُستاد ہی کے رنگ میں شعر کہنے لگے، دو تین دیوان طبع ہو چکے ہیں حال ہی میں ایک مجموعہ ڈاکٹر زورؔ نے بھی شائع کیا ہے، مشاعرۂ فیض مدت تک آپ ہی کے زیر اہتمام ہوتا رہا، آپ نہایت روشن خیال، سنجیدہ اور نیک نفس بزرگ ہیں آپ کا ایک واسوخت بہت مشہور اور بے نظیر ہے،

کچھ قناعت کچھ تواضع چاہیئے ۔۔۔ آدمی اچھے سے اچھا کیوں نہ ہو

خموشی سے میری بہت کام نکلے ۔۔۔ سمجھتا نہیں کوئی کیا چاہتا ہوں

وضعداری گلا دباتی ہے ۔۔۔ منہ سے نالے نکل نہیں سکتے

کچھ اس طرح مرے لب پر خدا کا نام آیا ۔۔۔ ہوا یہ شور کہ موسیٰ کا ہمکلام آیا

محبت تیری کیا تیری وفا کیا ۔۔۔ ذرا پھر تو کہو تم نے کہا کیا

مٹ جائے دل سے لذتِ آزار چھوٹ چھوٹ ۔۔۔ ٹل جائے سر سے ہجر کی آفت غلط غلط

نالۂ دل ہمنوائے لحن مرغِ نخلِ طور ۔۔۔ سیلِ اشک دیدۂ تر آبشار نغمہ ہے

کیا خبر کیا کہتی پھرتی ہے گلستاں میں صبا ۔۔۔ پھول کی ہر پنکھڑی مست بہار نغمہ ہے

راہ منزل گم اگر ہو جائے گی ۔۔۔ خود طبیعت راہبر ہو جائیگی

جائیگی کیونکر محبت کی خلش ۔۔۔ نوکِ مژگاں نیشتر ہو جائیگی

سرد آہیں دم بدم اچھی نہیں ۔۔۔ آہ دل کی تیز تر ہو جائیگی

کرچکے پامال فتنے اٹھ چکے ۔۔۔ بیٹھ بھی جاؤ نظر ہو جائیگی

عزیز

عزیز احمد ــــــ اُستاد جلیل (نواب فصاحت جنگ بہادر) کے صاحبزادے اور اچھے شاعر ہیں:

تڑپ کے جس پہ وہ برق نظر گری ہوگی
جگر کو جان کو دلکو جلا گئی ہوگی

گماں یہ ہوگا ستارے ہیں چاند کے آگے
تمہارے مدمقابل جو آرسی ہوگی

وہ ہم ہیں تشنۂ دیدار دیکھنا محشر
ہماری پیاس نہ کوثر سے بھی بجھی ہوگی

وہ تیر دل پہ لگا کر بہت پریشاں ہیں
کہ راہ پا کے تمنا نکل گئی ہوگی

عزیز

عبدالقادر ــــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور اچھے شاعر ہیں،

بے نقاب انکا سر بزم نمایاں ہونا
صورت آئینہ ہر شخص کا حیراں ہونا

یاس و حسرت سے شب ہجر وہ مرنا میرا
اسکا بالیں پہ وہ انگشت بدنداں ہونا

عزیز اللہ

عزیز اللہ ــــــ نظام کالج کے طالب علم تھے زمانہ طالب علمی میں نظم خوب کہتے تھے معلوم نہیں اب بھی کہتے ہیں یا نہیں،

انسان

ایک ہستی ہے جہاں میں جسکا انسان نام ہے
زندگی اسکی ازل سے مورد آلام ہے

دامن ہستی میں خوابیدہ فنا کا راز ہے
موت کے مضراب سے پیدا بقا کا راز ہے

قطرۂ بے مایہ کے مانند ہی جو دہر میں | ڈوبکر موتی جو بنتا ہے عدم کی بحر میں
ایک ہی ہی اسکی گویا انتہا اور ابتدا | یہ خدا سے نکلا تہا اور پہر خدا میں جا ملا
حیف یا اپنی حقیقت سے نہیں آگاہ ہی | اسلئے یہ معرفت کی راہ سے گمراہ ہے

عشرتی

غلام خواجہ خاں ——— حیدرآباد کے رہنے والے اور اچہے شاعر ہیں،

یاد نے اسکی بپا کی ہے قیامت دلمیں | پیار آنکہوں میں ہی جسکی نہ محبت دلمیں
آپ سے کیا میں کسی سے بہی نہیں کہہ سکتا | آپ دلمیں ہیں کہ ہی کوئی مصیبت دلمیں

عشق

محمد حبیب اللہ ——— حیدرآباد کے رہنے والے اور دفتر معتمدی صرفخاص مبارک میں ملازم تہے شعر بہی اچہے کہتے تہے،

فغانِ بے اثر فریاد بے تاثیر رکہتے ہیں | عجب حسرت تمہاری عاشق دلگیر رکہتے ہیں
ارادہ ہے ملاکر دیکہلیں حوروں سے جنت میں | کسیکی ہم بہی اپنے پاس اک تصویر رکہتے ہیں
فقط اک ترچہی چتون ہی جو سبکو مار رکہتی ہے | بتانِ نازنیں کب خنجر و شمشیر رکہتے ہیں
بڑی دولت ہے ایدل خاکساری بہی زمانے میں | جو یہ رکہتے ہیں اپنے پاس وہ اکسیر رکہتے ہیں

عظمت اللہ خاں

نعمت اللہ خاں صاحب دہلوی کے فرزند تہے، ۱۸۸۷ء میں پیدا ہوئے الہ آباد یونیورسٹی سے بی - اے کیا - حیدرآباد آکر ابتداً ہیڈ ماسٹر ہوئے اور

پھر مددگار ناظم تعلیمات و کمشنر امتحانات سرکار عالی مقرر ہوئے' نہایت شریف نیک دل' پُرخلوص' وسیع النظر شاعر اور ادیب تھے' مضامین بھی بڑے اچھے لکھتے تھے' فکاہیہ مضامین آپ کے بڑے اعلیٰ درجہ کے ہوتے تھے' عروض و قافیہ پر بھی عبور تھا' آپ اردو میں ہندی کے بحور استعمال کرنے کے محرک تھے چنانچہ آپ نے ایسی ہی نظمیں کہیں' حیدرآباد کو وطن بنالیا تھا' دق سے علیل ہوکر اردگیاورم ئے اور دق جیسے موذی مرض سے شفا پاکر یکایک سکتۂ قلب میں مبتلا ہوکر عین جوانی میں ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ میں انتقال کیا'

"میرے حسن کے لئے کیوں مرے"

نہ بھلے کی تھی نہ بُرے کی تھی مجھے کچھ جہان کی خبر نہ تھی
تمہیں عیش ہی کا جو دھیان تھا تمہیں میری چاہ اگر نہ تھی
"مِرے حسن کیلئے کیوں مرے نہیں لینے تھے تمہیں یوں مزے"

بہت اپنی چاہ جتا جتا میرے دل کو موہ کے لے لیا
میرے واسطے یہ بہشت تھی تمہیں زندگی تھی یہ کھیل تھا
میرے حسن کے لئے کیوں مرے

مری چاہ بھی بڑی قیمتی میں غریب تھی یہ امیر تھی
تم امیر تھے یہ نہ چاہ تھی میں امیر تھی یہ فقیر تھی
میرے حسن کے لئے کیوں مرے

نہ تھا اس جہان میں آسرا میری جان تھی یہ جہان تھا
میرے سکھ تمہیں، تمہیں چین تھے تمہیں چاہ ہی یہ گمان تھا
میرے حسن کے لئے کیوں مرے

عظیم

لطیف احمد ـــــ سادات علویہ سے ہیں آبائی وطن یوپی ہے مگر حیدرآباد میں سنہ ۱۹۱۱ء میں پیدا ہوئے تعلیم و تربیت بھی یہیں پائی سنہ ۱۹۲۷ء سے شعر بھی کہنے لگے یاور علی اعظم کے شاگرد ہیں ڈرامہ نویسی کا شوق بھی ہے سنہ ۱۹۳۰ء سے فلمی دنیا میں کھوئے ہوئے ہیں فلم سازی پر تنقیدی اور فنی مضامین لکھ رہے ہیں اس فن کا گہرا مطالعہ کیا ہے ایک مستقل تصنیف بھی فلمیات پر سپرد قلم کر چکے ہیں، شعر اچھے کہتے ہیں، استاد جلیل سے تلمذ ہے، راقم کے شفیق اور کرمفرما ہیں،

ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی یہ کیوں آ رہی ہے — گھٹا کالی کالی یہ کیوں چھا رہی ہے
چمکتی ہے بجلی یہ آمد ہے کس کی — یہ پی پی کی کیسی صدا آ رہی ہے
اری چپ بھی رہ کالی کوئل خدا را — تری کوک اور دل کو تڑپا رہی ہے
اپنا شیرازۂ خاطر جو پریشاں ہو جائے — بے خودی اور بڑھے لطف کا ساماں ہو جائے

عقو

سید شاہ ابراہیم ـــــ حیدرآباد کے قدیم بزرگ تھے، معتمدی تعمیرات سے ملازمتی تعلق تھا علم دوست اور شاعر بھی تھے، شعر کم کہتے تھے مگر بہت اچھے

کہتے تھے، مولوی احمد عارف مدیر روزنامہ صبح دکن آپ کے نواسے ہیں، ار ذیقعدہ
۱۳۴۶ھ کو آپ نے انتقال کیا۔

غنی ہے ذات خداوند قادر و مختار ۔۔۔ ہیں اس کے رحم کے محتاج کافر و دیندار
وہ اسکا فضل ہی ہم پر کہ حد نہیں جسکی ۔۔۔ ہیں اسکے ہم پہ وہ احسان نہیں ہے جنکا شمار
اسی نے بخشا جہان میں بقدر استعداد ۔۔۔ بشر کو علم و شرف ارزمیں کو برگ و بار
بقا سخن کو اثر نغمہ کو بتوں کو ناز ۔۔۔ گہر کو آب تو شاعر کو طبع گوہر بار

علی

علی احمد ۔۔۔ اُستاد جلیل (نواب فصاحت جنگ بہادر) کے صاحبزادے
ہیں شعر بھی اچھے کہتے ہیں،

ناز کیا کیا ناوک اندازی پہ ہوتا ہی انہیں ۔۔۔ اسکو کشتہ اسکو گھائل اسکو بسمل دیکھ کر
اس نے اپنے حسن کا اپنی ادا کا ناز کا ۔۔۔ کر لیا اندازہ میری حالت دل دیکھ کر

رندوں کا ذکر کیا ہے جب آجاتی ہی بہار ۔۔۔ زاہد کی توبہ کھاتی ہے غوطے شراب میں
کیا دور تھا وہ ہائے فراغت کا جن دنوں ۔۔۔ منہ دیکھتا تھا اُٹھ کے میں جام شراب میں

علم

سید شمس الدین محمد ۔۔۔ حضرت کیفی کے فرزند ہیں، طبیعت موزوں
پائی ہے شعر بھی خوب کہتے ہیں، مسلسل نظم عموماً خوب کہتے ہیں۔ غزل بھی اچھی
کہتے ہیں۔ ۱۳۱۹ھ میں پیدا ہوئے حیدرآباد ہی میں تعلیم پائی، دفتر دیوانی و مال

سرکارِ عالی میں ملازم ہیں،

کیوں آنکھ پھری تیری بتِ چشم غزالا!   کیوں تونے دلِ تحلّم کو پہلو سے نکالا
کیوں خاطرِ نازک میں اسے پہلے جگہ دی   کیوں سینۂ پرکینہ میں اس درد کو پالا
کیوں اپنا بنا کر گلِ رخسار کا بلبل   کیوں اپنے چمن سے اسے بیطرح نکالا
کیوں دستِ حنائی سے تسلی مجھے دی تھی   کیوں تونے مرے خون میں ہاتوں کو کھنگالا

علیم

صاحبزادے میر علیم الدین خان ـــــــ نواب منور الدولہ مرحوم کے پوتے اور بڑے اچھے شاعر ہیں،

دستِ قاتل میں چمکتی ہوئی تلوار ہی ہے   عاشقِ زار ادھر جان سے بیزار ہی ہے
منع کرتے نہیں ہم شوق سے دیکھو موسیٰ   یہ تو بتلاؤ مگر طاقتِ دیدار ہی ہے
وعدۂ وصل کے بعد آئی ہنسی یوں تمکو   کیا یہ مطلب ہی کہ اقرار ہی انکار ہی ہے

علیم

علیم الدین ـــــــ حیدرآباد کے قدیم خاندان سے، جوان صالح اور نیک نفس حاجی پائیگاہ سر وقار الامراء میں تحصیلدار ہیں شعر خوب کہتے ہیں،

جرأت خطا کی بڑھ گئی پہلی خطا کے بعد   گویا پھر آرزو ہے سزا کی سزا کے بعد
ہے یہ دعا کہ موت ہی آجائے وصل میں   پھر کوئی مدعا نہو اس مدعا کے بعد
کسکی مجال ہے کہ کرے اُنسے عرض کوئی   پھر کس پہ ظلم ڈھاؤ گے اہلِ وفا کے بعد

کھینچی جو آہ بہنے لگے اشک چشم تر — پانی کا رنگ جم گیا آخر ہوا کے بعد

عندلیب

عبدالوہاب ـــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور بڑے کہنہ مشق شاعر ہیں، مگر اب کم کہتے ہیں، محکمہ امورات مذہبی سے ملازمتی تعلق ہے ایک ماہوار رسالہ مذہبی بہی مدت سے نکال رہے ہیں،

دل ہوا مصروف جب حمد خدائے پاک میں — ہوگئی پیدا جلا آئینہ ادراک میں
نور کے ذرے ہوئے درخشندہ مشتِ خاک میں — چار چاند اسنے لگائے گنبدِ افلاک میں

مرتبہ وقتِ رقم اعلیٰ سے اعلیٰ ہو گیا
خامۂ معجز رقم کا بول بالا ہو گیا

اللہ اللہ فیض ہے کیا حمد کی تحریر کا — بہر تحسین کھل گیا منہ غنچۂ تصویر کا
رنگ چوبِ خشک میں پیدا ہوا تقریر کا — اور اب کیا اس سے بڑہکر ہوا اثر تاثیر کا

بدلے خاموشی کے پیدا رنگ گویائی ہوا
دو زبانوں سے قلم مداح یکتائی ہوا

عیش

غلام محمد عرف شرف الدین ـــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور زیرک کے شاگرد تہے، شاگردوں کی تعداد بہی خاصی تہی کہنہ مشق اور بڑے اچھے شاعر تہے طباعتِ تذکرۂ ہذا کے دوران میں ۱۳ خورداد ۱۳۴۶ف کو انتقال کیا،

آنکھ میں ہی ترا جلوہ تری صورت دلمیں — لب پہ ہے نام ترا تری محبت دل میں
دفن دل ہی میں ہوا لاشۂ ارمان دلی — ایک چھوٹی سی بنا رکھی ہے تربت دل میں
درد ہے رنج ہے الجھن ہے الم ہے غم ہے — جمع ہے سارے زمانے کی مصیبت دلمیں
او ستمگر تری الفت کا ہو کیا اندازہ — درد ہی ہے تو یہ اندازۂ الفت دل میں

عینی

سید غوث الدین —— حیدر آباد کے رہنے والے اور عدالت ضلع گنجوٹی علاقہ پائیگاہ کے ناظم ہیں شعر بھی خوب کہتے ہیں۔

اپنا ایمان ہے دین اپنا ہے داور اپنا — فکر کس بات کی ہو شافع محشر اپنا
گر غلامی شہ والا کو ہو منظور اپنی — ہو سکندر سے فزوں طالع برتر اپنا



غ

غازی

صاحبزادہ نواب غازی الدینخاں بہادر —— نواب ہمایوں جاہ بہادر کے پوتے اور خاندان شاہی سے ہیں۔ بی، اے، نہایت اعزاز کے ساتھ کامیاب کیا ہے شعر خوب کہتے ہیں،

سامنے جاتے ہی انکے ہوا یہ حسن کا رعب / حوصلہ مہر بلب ہو گیا گویائی کا

غربت

محمد میر خاں —— حیدرآباد کے شرفا سے اور نظام کالج کے فارغ التحصیل ہیں آجکل غالباً مددگار اکزامنر آف اکاؤنٹس شاخ تعمیرات ہیں، نظم اور غزل خوب کہتے ہیں مدت تک نظام کالج میگزین کے اڈیٹر بھی رہ چکے ہیں،

"نظام کالج"

اے کالج بے مثل اے معیار تعلیم و کمال / اے شمع تہذیب و صفا ای مصلح حسن و خیال
ای وہ کہ پر اخلاص ہی اور زندہ دل تیری فضا / ای وہ کہ پنہاں ہی ترے ہر ذرہ میں اک قہقہا

ہدیہ یہ تیری نذر ہے اور ہے خدا سے یہ دعا　　دنیا میں جبتک تو رہے اور فیض تعلیمی ترا
جبتک تری بزمِ حسین اک پارۂ جنت رہے　　اسوقت تک یہ پھول تیری ہار کی زینت رہے

غفار

عبدالغفار ——— مدراس کے باشندے اور بڑے بامذاق شاعر تھے تجارت کرتے تھے مدراسی زبان میں بڑے دلچسپ شعر کہتے تھے، حیدرآباد کو وطن بنالیا تھا تقریباً دس سال ہوئے کہ یہیں انتقال کیا،

بادام اپنے بھجیں کتے صندوق میں بہا کو　　سینے میں ہمیں رکھتیں ہنکیوں کو لگا کر
تمکو چھیڑری ہمنا اے بادِ صبا تو　　اول سیج بیٹھیں ہمیں دلکو جبلا کر
قاصد کو ہمیں بھیجیں سیکل پو بٹھا کو　　ادمیوں کو نچا تا ئے انین بندراں بنا کو
مرنے لگیں جوانوں تو درد کو میں بولیا　　ہائے ہائے تمیں کاں جاتیں اجی ہمنا پہنسا کو
انو آئینگے تو ہم جیبر کو دل دیچ ڈالیں گے　　تلوار کو نہ کہتیں ہمیں گہس کو گہسا کو

ماندہ پڑ کو مرنے بیٹھوں جاں کتو جانا نمیں ہے　　پیو کو بولو آؤ کنا اٹکیا سودم ہنکیوں میں ہے

غفور

عبدالغفور ——— حیدرآباد کے رہنے والے نظامت بندوبست میں ملازم ہیں شعر بھی خوب کہتے ہیں،

مدتوں سے ہے کسی چاند کی صورت دلمیں　　گھر بنائیگی نہ کیوں اسکی محبت دل میں
اب کوئی شوق مرے دلمیں سماتا ہی نہیں　　بھر گیا اسطرح کچھ عشقِ رسالت دل میں

روضۂ پاک پہ اب جا کے فدا ہو جاؤں
روز اُٹھتا ہے یہ طوفانِ محبت دل میں
سالہا سال کا بیمار ہوں لیکن پھر بھی
اُڑ کے جانیکی مدینہ کو ہے ہمت دل میں

غمگین

سید عبد الصمد ــــــ جامعہ عثمانیہ کے طیلسانی اور بڑے اچھے شاعر ہیں' نظم خوب کہتے ہیں۔

مخمور چاند تارے

انوارِ حسن سے سب دریا بہا رہے ہوں
بادل کی چادروں پر موتی بچھا رہے ہوں

آہِ شکستہ پا سے

بیتاب دل کے ذرّے کہتے ہیں چُپکے چُپکے

اے حاصلِ محبت

پیدا مری رگوں میں طوفان ہزار کرنا
رازِ وفا خدارا مت آشکار کرنا

ٹھنڈی ہوا کے جھونکے

صحرا کی نکہتوں میں کرتے ہیں گدگدی جب
آتی ہے طائروں کو بیساختہ ہنسی جب

روح فسردگی سے

کہتے ہیں زخم پنہاں تو بھی ذرا ہو خنداں

ہلکا سا اک تبسم

پردوں پہ چشم غم کے کرتا ہے یوں ادائیں
جیسے برستے بادل میں چاند کی شعائیں

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]



غنی

محمد ابراہیم ——— حیدرآباد کے رہنے والے ہیں، چھبیس ستائیس سال کا سن ہے۔ سررشتہ ٹپہ سرکار عالی میں ملازم ہیں عیش سے تلمذ ہے شعر بھی اچھے کہتے ہیں،

حرم سے شیخ جو اُٹھا تو ہاتھ خالی تھے — میں میکدے سے لیے ساغر شراب اُٹھا
مفلسی میں بھی ہے غنی کا یہ رنگ — رات دن ہیں شراب کی باتیں
نازل ہوں غنی روز نہ کیوں تازہ بلائیں — معلوم ہیں ہم شیفتۂ زلف رسا ہیں
زاہد خشک اور مے نوشی — مردہ دل سے یہ کام ہوتا ہے؟

غیور

سید عابد علی ——— حیدرآباد کے شرفا سے اور طبیب یونانی ہیں آجکل کسی شفاخانہ کے مہتمم ہیں شعر خوب کہتے ہیں نہایت کہنہ مشق اور پُرگو شاعر ہیں غزل، قطعہ، مرثیہ، سلام سبھی کہتے ہیں اور ہر چیز اچھی ہوتی ہے،

ہے جتنا حسن ابھی اتنا غرور باقی ہے — وہ نشہ تو نہیں لیکن سرور باقی ہے
یقین ہو آگیا اب میری بھی نجات کا وقت — کہ ایک میں ہوں بس اب ایک حور باقی ہے
ہو کر زباں دراز وہ غنچہ دہن ہوا — میں تلخ کام ہو کے بھی شیریں سخن ہوا
زخمی کیا کلیجے کو اُس نے تو ناز تھا — اور میں جو چیخ اُٹھا تو دیوانہ پن ہوا
ہائے بے سجدہ بن نہیں پڑتی — کیا خدا ہے تمہاری صورت میں

فاضل

سید قطب الدین محمود علی ——— حیدرآباد کے مشہور امیر (جو بعد کو فقیر ہو گئے تھے) نواب سید غیاث الدین علیخاں کے فرزند اور عالم و فاضل بزرگ پائیگاہ سر خورشید جاہ کے معتمد تھے پندرہ ایک سال ہوئے کہ انتقال کیا،

ڈاکٹر میر سیادت علیخاں، ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی، بی۔سی۔ایل۔ ناظم عدالت ضلع محبوب نگر اور ڈاکٹر میر ولی الدین ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی، بیرسٹر ایٹ لا پروفیسر جامعہ عثمانیہ اور حضرت میر قادر علی شاہ آپ ہی کے فرزند ہیں، عربی، فارسی، اردو میں بڑے اچھے شعر کہتے تھے۔

محبت تیری زلفوں سے بت بے پیر رکھتے ہیں ۔۔۔ جنونِ عشق کی ہم یاد نہیں زنجیر رکھتے ہیں
زباں ہی بند ہو جاتی ہے انکے سامنے اپنی ۔۔۔ اگرچہ ہم بہت کچھ دعوئ تقریر رکھتے ہیں
انکی زلفوں سے بپا حشر کا طوفاں دیکھا ۔۔۔ جسے دیکھا اسے سودا سے پریشاں دیکھا
عرش سے فرش تک ایسی نہیں ہرگز کوئی شے ۔۔۔ موجزن جسمیں نہ کچھ جلوۂ جاناں دیکھا

فاضل

حسام الدین ——— حیدرآباد کے مشہور عالم و فاضل اور مشائخ جامعہ عثمانیہ کے پروفیسر منیوسپلٹی کے وارڈ کمشنر ہیں اور شاعر ہیں نعت خوب کہتے ہیں۔

کملی والے اسے خالی :: پھرانا ہرگز ۔۔۔ تیرے دروازے پہ رحمت کا طلبگار آیا
مظہر رحمت غفار جناب صدیق رض ۔۔۔ جانشین شہ ابرار جناب صدیق رض

بادشاہِ بحر و بر حضرت عمر رضؔ
سید جن و بشر حضرت عمر رضؔ

نور حق مطلع انوار ہیں عثمانِ غنی رضؔ
مظہر احمد مختار ہیں عثمانِ غنی رضؔ

ہیں جانشیں مصطفیٰ حضرت علی مشکلکشا
سر تاج و فخرِ اولیا حضرت علی مشکلکشا عؔ

فاضل

میر محمد حسین خاں ـــــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور اچھے شاعر ہیں،

فکر تحصیل رضاے دوست کے قابل نہیں
جسکو دل کہتے ہیں اہل دل وہ میرا دل نہیں

درد دل سننے کے تم کہنے کے ہم قابل نہیں
جاؤ اب وہ تم نہیں وہ ہم نہیں وہ دل نہیں

مانگ دلکی ہی الگ فرقت کی دہکی ہی الگ
وہ کہڑے ہیں سامنے اور میرے دلمیں دل نہیں

چشم و ابرو روؔ و مو و دندان لب کا ذکر کیا
تیرا شیدا انکی ہست و بود کا قایل نہیں

فاضل

محمد فاضل ـــــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور صدر محاسبی سرکار عالی میں ملازم ہیں، "گلدستہ جشن عثمانی" کے نام سے ایک "جوبلی نامہ" نہایت محنت اور کوشش سے شایع کیا ہے، شعر بہی کہتے ہیں،

جنکا عاشق ہی خدا انکی ہی الفت دلمیں
یعنے محبوب خدا کی ہے محبت دلمیں

کیوں نہ جاں بخش ہو تیرہ مردہ دلونکو ہر دم
یا علی رضؔ کہتے ہی آجاتی ہی طاقت دلمیں

وصل جاناں نہوا وقت وصال آپہونچا
رہ گئی آہ مرے دل ہی کی حسرت دلمیں

فانیؔ

نواب احمد نواز جنگ بہادر ـــــــ حضرت علوی کے شاگرد اور مرید تہے۔ شعر بہی خوب کہتے تہے۔ دس پندرہ سال ہوئے کہ انتقال کیا،

جینا تو محبت میں ہی دشواری ہی لیکن ۔۔۔ مرنا بہی کچھ اس راہ میں آسان نہیں ہے
کیوں تم پہ فدا ہوتے جو ناداں نہوتے ۔۔۔ سچ کہتے ہو تجہسا کوئی نادان نہیں ہے

فانیؔ

شوکت علیخاں ـــــــ ۱۲۹۷ھ / ۱۸۷۹ء میں پیدا ہوئے، بریلی کالج سے بی۔اے کیا اور ۱۹۰۳ء میں علیگڈہ سے ال، ال، بی کامیاب کیا، لکہنو بریلی وغیرہ میں مدتوں وکالت کی چند سال سے حیدرآباد میں ہیں اور تعلیمات میں ملازم ہیں، شعر خوب کہتے ہیں آجکل آپ کا شمار اساتذہ میں ہوتا ہے، نہایت خلیق، ملنسار، کم گو اور قابل شاعر ہیں۔

نہ آو سامنے لیکن تصور میں تو آؤ گے ۔۔۔ یہ آنکہوں کا ہے پردہ دل سے پردہ ہو نہیں سکتا
میرے شوق نے سکہایا اُسے شیوۂ تغافل ۔۔۔ نہ مجہے نیاز ہوتا نہ وہ بے نیاز ہوتا
نگاہِ دلنواز کی دہائی جمالِ جانسوز کی ہائی ۔۔۔ رہِ محبت میں تمنے لوٹا شکیب و صبر و قرار میرا
مختصر قصۂ غم یہ ہے کہ دل رکہتا ہوں ۔۔۔ رازِ کونین خلاصہ ہی اس افسانے کا
مجہکو مری نصیب نے روزِ ازل نہ کیا دیا ۔۔۔ دولتِ دو جہاں نہ دی اک دل مبتلا دیا
کیسکی یادِ مژگاں دل میں جب نشتر چبہوتی ہے ۔۔۔ خلش ہوتی ہی لیکن کسقدر پُر لطف ہوتی ہی

وہ تم کہ تم نے جفا کی تو کچھ برا نہ کیا | وہ میں کہ ذکر کے قابل نہیں وفا میری
تمہیں کہو تمہیں اپنا سمجھ کے کیا پایا | مگر یہی کہ جو اپنے تھے سب پرائے ہوئے
دیا اک جان کے دشمن کو دل اب نذر دلبر کی | یہ ہے اپنی کہانی قصہ کوتہ زندگی بھر کی
کیوں اہلِ حشر ہے کوئی نقادِ سوز دل | لایا ہوں دل کے داغ نمایاں کئے ہوئے

فخر

فخرالدین ——— حیدرآباد کے شرفا سے ہیں، مدرسۂ مفید الانام میں مدرس ہیں، شعر بھی خوب کہتے ہیں،

بجلیاں گرتی ہیں چل جاتے ہیں خنجر دل پر | یاد جب آتا ہے عالم تیری انگڑائی کا

فدا

محمد عبدالغفور ——— حیدرآباد کے رہنے والے ہیں سررشتہ تعلیمات میں ملازم ہیں۔ شعر بھی اچھے کہتے ہیں،

حجاب دیدۂ منکر نہ اب ہوگی پشیمانی | فروغ قلب حق آگاہ ہے یہ عہد عثمانی
گدا بھی گدا، زلہ ربا ہیں زور و زر والے | در عثمان علیخاں پر جھکی شاہوں کی پیشانی
نہیں کھلتی کسی کے رخنۂ کسریٰ ہو کہ قیصر ہو | اسی دربار سے وابستہ ہی شانِ جہاں بانی
جہان کی برکتیں سب نعمتیں حاصل ہیں عالم کو | سروں پر سایہ گستر جب سے ہے یہ ظل سبحانی
الہ العالمین اسکو ہمیشہ شاد و خرم رکھ | رہے ذرات اسکی عمر و دولت میں فراوانی

فدائیؔ

ھدایت محی الدین خاں ـــــ ناظم دیوانی بلدہ تھے، حضرت معروف علی شاہ فدا کے فرزند ہیں، شعر بھی خوب کہتے ہیں،

آج عالم میں دو عالم کا وہ سردار آیا | جس پہ قربان ہے فدائی وہ طرحدار آیا
زاہدو شکر کرو سید ابرار آیا | مے کشو رقص کرو ساقیٔ خمار آیا
عاصیو مژدہ کہ ہم سب کا خریدار آیا | شافع روز جزا احمدِ مختار آیا

فرحتؔ

رائے بالا پرشاد ـــــ حیدرآباد کے تعلیم یافتہ کائستھ گھرانے سے ہیں، جناب مہدی سے تلمذ ہے شعر اچھے کہتے ہیں،

ہر ایک پردے میں جسکا ظہور ہوتا ہے | خیال اسکا کہیں دور دور ہوتا ہے
جو دیکھ لیتا ہوں ساقی کی آنکھ متوالی | خمار آنکھوں کو دل کو سرور ہوتا ہے
تم اپنے ہاتھ سے غیروں کو جام دیتے ہو | ہمارا شیشۂ دل چور چور ہوتا ہے

فرحتؔ

مرزا فرحت اللہ بیگ ـــــ دہلوی الاصل بزرگ ہیں غالب کے خاندان سے اور مرزا راقم کے قریبی عزیز ہیں۔ صوبہ میدک کے سشن جج ہیں نظم اور نثر دونوں پر یکساں عبور ہے، نثری مضامین کے تین مجموعے اور نظموں کا ایک مجموعہ طبع ہو چکا ہے۔ خوب شعر کہتے ہیں، دکن کو وطن بنا لیا ہے،

دو جہاں کا غم سمٹ کر آدمی کا دل بنا
دل بنا گیا یوں کہو اک عقدۂ مشکل بنا

پرتوِ حسنِ ازل سے کل جہاں معمور ہے
پہلے اپنے آپکو تو عشق کے قابل بنا

کھیل جائیں گے یہ اپنی جان پر تو یاد رکھ
جاں نثاروں کو نہ اپنے اسقدر بیدل بنا

آسمانوں سے نہ جو بارِ امانت اُٹھ سکا
میں اسے ناحق اٹھا کر ظالم و جاہل بنا

فرحت

محمد اماں خاں ——— یو۔ پی کے رہنے والے ہیں مدت سے حیدرآباد میں اور محکمہ آبکاری کے انسپکٹر ہیں، نظم اچھی کہتے ہیں ایک نظم "فیشن پرست بہنوں سے خطاب" کے چند شعر یہ ہیں،

اک حسن کی دیوی ہو ہو حسن کی شہرت بھی
بی۔ اے۔ کی سند بھی ہو حسنِ لیاقت بھی

رہنے کیلئے اچھا بنگلہ بھی ہو جنگل میں
ہو سیر کو موٹر بھی اور خرچ کو دولت بھی

ماں باپ کی پروا ہو نہ پاس ہو شوہر کا
خود آنکھ چراتے ہوں سب اہلِ قرابت بھی

پردے کا تصور تک اک بار ہو دل پہ
اس نام کے آتے ہی تغیر ہو حالت بھی

زیبا ہے فقط ایسی خوش باشوں کو اے فرحت
فیشن میں نکھرنا بھی فیشن کی قیادت بھی

فرخ

نواب فرخندہ یار جنگ بہادر ——— حیدرآباد کے قدیم امیر گھرانے سے ہیں شعر بھی خوب کہتے ہیں،

تیغ ہے تیغ ادا ابروئے خمدار نہیں
ایک تلوار سی تلوار ہے تلوار نہیں

سادگی یہ ہے کہ سر سینکڑوں کے اُڑتے ہیں
تیر ترکش میں نہیں میان میں تلوار نہیں

روز فرقت ہے شب غم ہے غم الفت ہے
کوئی مونس نہیں ہمدم نہیں غمخوار نہیں

فروغ

عبدالولی فاروقی ــــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور اچھے شاعر ہیں،

نہ میرا بخت بد چمکا نہ بگڑی غیر کی قسمت
فلک نے سینکڑوں نقشے بنائے بھی بگاڑے بھی

تم نہ اُلٹو نقاب چہرے سے
دل اُلٹ جائیگا زمانے کا

تنکے اڑ اڑ کے دے رہے ہیں مجھے
کچھ پتہ میرے آشیانے کا

اے بے نیاز جس کو جو چاہا بنا دیا
دینے پہ تو جو آئے تو تیرے ہزار ہاتھ

فروغ

سید محمد علی ــــــ رامپور کے باشندے اور مدت سے حیدرآباد میں کسی مدرسہ کے مدرس ہیں، شعر بھی خوب کہتے ہیں،

کیا قیامت ہے کہ دل جینے سے بیزار بھی ہے
اور کبھی مائل لطف نگہ یار بھی ہے

دل مرا آنکھ تیری دونوں میں الفت ہی ہم
کہ جہاں چشم مسیحا ہیں بیمار بھی ہے

یہی دل ہی جو ہے سرمایۂ عالم کا مآل
صاحب راز بھی ہی کاشف اسرار بھی ہے

فضا

قاضی محمد غوث ــــــ گہن پور کے قاضی زادے ہیں، سرور آنجہانی

کہتے ہیں،

آہ! یہ برسات پھر یہ سبزہ زار
رت نئی موسم نیا، تازہ بہار
پیلے پیلے پھول پتے سبز سبز
رنگ ریلیوں میں عروساں بہار
کالی کالی ہیں گھٹا ہیں چرخ پر
سرزمین باغ میں لطفِ خیار
دیکھ کر سبزے کی کیفیت فضا
چھا گیا ہے اپنی آنکھوں میں خمار

فضل

محمد عبد المقتدر ——— حیدرآباد کے قدیم مشائخ گھرانے کے عالم و فاضل بزرگ ہیں، جامعہ عثمانیہ کے پروفیسر تھے اب وظیفہ لے لیا ہے، شعر بھی خوب کہتے ہیں، خصوصاً نعت،

دیدارِ یار اُٹھ پھر اپنا کام ہے
نعتِ حبیب پاک ہمارا کلام ہے
دیر و حرم میں کیا ہے کہو شیخ و برہمن
اپنے ہی دل میں دیر ہی بیت الحرام ہے
آراستہ ہے خلد جہنم ہے آج سرد
آتا ہے کون آج یہ کیا انتظام ہے
کسکی امید میں ہیں کھڑے سب گناہ گار
عرشِ بریں کے پاس یہ کسکا مقام ہے

فقیر

حکیم فقیر احمد ——— حیدرآباد کے رہنے والے مدرسہ طبیہ کے فارغ التحصیل محکمہ نظامت نظم جمعیت سرکار عالی میں ملازم اور شعر بھی خوب کہتے ہیں، اُستاد ظہیر کے شاگرد ہیں اُستاد نے آپ کو "طوطیٔ ظہیر" خطاب دیا تھا مطب بھی کرتے ہیں

ذرا سی بات پہ رہتے ہیں خشمگیں برسوں — کروں بھی عرضِ تمنا تو اُسے خاک کروں

لپٹی ہوئی قدم سے حنا ہی حنا سے ہم — پیوستہ انکی تن سے بقا ہی بقا سے ہم

مانوس جب دوا سے شفا ہی شفا سے ہم — کیوں درد میں ہو فکر ہمیں دفعِ درد کی

جادہ کا خوف نہ خطرہ اسے رسوائی کا — ہے عجب حال جنوں میں ترے سودائی کا

فوق

نواب میر وزیر علی خاں ——— نواب مکرم الدولہ بہادر کے برادر زادے اور نواب میر حسین علی خاں فائق کے فرزند ہیں، صاحبزادے اور مدرسۂ عالیہ کے طالب العلم رہ چکے ہیں، سنہ ۱۳۱۱ف میں سرکار عالی میں کارآموز مقرر کئے گئے سنہ ۱۳۱۴ف میں جہاندار النساء بیگم صاحبہ محل نواب سر وقار الامراء کی جاگیرات کے مددگار مقرر ہوئے، سنہ ۱۳۲۱ف میں پولیس ٹریننگ اسکول کامیاب کیا اور حسب فرمان خسروی ابتداءً کو توالی بلدہ میں اور پھر کوتوالی اضلاع میں کام کرتے رہے، اور پھر وظیفہ لیکر خدمت سے سبکدوش ہو گئے، طبیعت اچھی پائی ہے، شعر خوب کہتے ہیں، تاریخگوئی میں ید طولیٰ حاصل ہے، بعض مادہائے تاریخی نقل کئے جاتے ہیں،

حضرت غفران مکاں دہلی کو تشریف لیجا کر مراجعت فرما ہوئے تو کہا،

"سنا دہلی سے حضور آئے ہیں"

۱۳۲۰ھ

نواب سالار جنگ بہادر کی دیوانی کی تاریخ کہی،

"نامور یوسف علیخاں آج دیوان ہو گئے"

۱۳۴۰ھ

اپنی بھوپی ساس کی شادی کی تاریخ کہی

"شکر خالق آج شہزادی کا جلوہ ہو گیا"

۱۳۳۲ھ

خود اپنا تبادلہ ورنگل پر ہوا تو کہا۔

"در علیخاں آج ورنگل چلا گئے"

۱۳۳۹ھ

نواب عنایت جنگ کو فرزند پیدا ہوا تو کہا،

"عنایت تم کو اک لڑکا ہوا رب کی عنایت ہے"

۱۳۴۶ھ

رزیڈنسی کے دالسیی کی تاریخ کہی ہے۔

"ہیں خوش ہم آج شہ کو یہ رزیڈنسی مبارک ہو"

۱۳۵۲ھ

حضرت ولیعہد بہادر کمانڈر انچیف مقرر ہوئے تو کہا۔

"شہ نے اعظم کو کیا سردار فوج"

۱۳۵۳ھ

مرثیہ بھی بڑا اچھا کہتے ہیں،

در فردوس بریں کو در جاناں سمجھا　　کوچۂ یار کو میں روضۂ رضواں سمجھا
پو پھٹی صبح کی جس وقت شب ظلمت میں　　کسی دیوانے کا میں چاک گریباں سمجھا
آکے کعبے میں صنم نے دیا دھوکا مجھکو　　ان کو میں سیدھا مسلمان مسلماں سمجھا
سیر کو جاؤ گے بازار تو بک جاؤ گے　　کیا کرو گے جو کوئی یوسف کنعاں سمجھا

سُنتا ہوں فوق سے بوجہ وہ روٹھے ہوئے ہیں
اپنے معشوق کو جل دُر علیخاں سمجھا

فہیم

سید غلام دستگیر ——— دکن کے شرفا سے ہیں، آجکل شاید صوبہ اورنگ آباد میں بسلسلۂ ملازمت مقیم ہیں شعر بھی اچھے کہتے ہیں،

جسے آپ کہتے ہیں دُنیائے فانی
مرے درد و اندوہ کی ہے کہانی

ابھی ایک جنبش سے ہوں لاکھوں بسمل
کوئی تیغ ابرو کی دیکھے روانی

قران مشتری کا زحل سے ہوا ہے
رقیب سیہ رو ہوا یار جانی

فدا اپنی آنکھوں سے تم دیکھ جاؤ
میری ناتوانی میری نیم جانی

فیاض

ابوالفیض ——— حیدر آباد کے شرفا سے ہیں حضرت کیفی سے تلمذ تہا شعر خوب کہتے ہیں آپ کی ایک مثنوی عقد بیوگان کے متعلق بہت مقبول ہوئی۔

رشک فردوس ہے بے شبہ دیار یثرب
ہے نہیں جسکو خزاں وہ ہے بہار یثرب

یاں کی ایذا میں بھی ہے درد محبت کا مزا
پھول کیا ہونگے جو ہوں پھول سے خار یثرب

کوئی میری طرف نہیں مائل
ہائے ہیں ستم نہیں کوئی قاتل

مجھ سے لوگوں کو کیوں یہ نفرت ہے
یہی آئین آدمیت ہے

کچھ بھی میرا نہیں لحاظ دپاس
میرے غم کا نہیں کوئی احساس

فیاض

فیاض علی ــــــ طب یونانی سے واقف اور نظامی سلسلہ میں بیعت ہیں۔ شعر بھی خوب کہتے ہیں؀

دیکھا ہے جب سے روئے منور نقاب میں
پاتا ہوں اپنی جانِ تمنا عذاب میں

افسانہ بن گئیں تری محشر خرامیاں
اک وہم پڑ گیا ہے قیامت کے باب میں

فیضی

محمد اشرف الدین ــــــ دکن کے قدیم شرفا سے اور دہارور کے باشندے ہیں ۱۳۲۵ھ میں پیدا ہوئے، حیدرآباد میں تعلیم و تربیت پائی، شعر گوئی کا شوق ہوا تو اخلاقی پہلو اختیار کیا گلشنِ اخلاق کے نام سے نظموں کا ایک مجموعہ بھی مرتب کیا ہے، کسی مدرسہ کے معلم ہیں؀

اک دن اک چھوٹا سا لڑکا
سیر کی خاطر باغ میں پہونچا

رنگا رنگی پھول کِھلے تھے
فوارے بھی چھوٹ رہے تھے

سبزے کا اک فرش بچھا تھا
لگا ٹہلنے اس پر لڑکا

ننھی سی اک حسین ہستی
اسکے آگے سے جب گزری

لڑکا لپکا تو یہ دیکھا
معمولی سا ہے اک ٹڈا

ٹڈے دیکھے تھے پہلے بھی
جنکی صورت تھی بھونڈی سی

تھی مگر اس کی شان نرالی
سر تا پا تھا شوخ سنہری

رنگین دھبے بازو پر تھے
پَر دلکش اور نازک تر تھے

قابل

بھروں پرشاد ـــــ حیدرآباد کے کایستھ خاندان کے بزرگ اور تائب لکھنوی کے شاگرد تھے شعر خوب کہتے تھے سنہ وفات معلوم نہ ہو سکا،

ارے کمبخت دل او بے وفا دل ـــ انہیں سے جا کے تو بھی مل گیا دل
حقیقت عشق کی کھلجائے ساری ـــ جو آجائے کسی پر آپ کا دل
میرا دل لیکے شوخی سے وہ بولا ـــ نیا ہر روز ایسا دے خدا دل
سنا ہے جب سے قابل مژدۂ وصل ـــ مثالِ گل شگفتہ ہو گیا دل

قادر

سید قادر حسین ـــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور اُستاد داغ کے شاگرد تھے سنہ ۱۳۵۱ھ میں انتقال کیا، شعر خوب کہتے تھے،

لالہ ہوا گلاب ہوا نسترن ہوا ـــ اک ایک داغ رشک بہار چمن ہوا
غیروں سے نوک جھوک ہے اپنوں سے چھیڑ چھاڑ ـــ کب تو کسی کا او بت پیماں شکن ہوا

رہ رہ کے دے رہا ہے محبت میں گردشیں — دشمن نصیب سے مرا چرخ کہن ہوا
گرد ملال و یاس میں لپٹی ہوئی ہر لاش — ہم بے کسوں کو ایسا میسر کفن ہوا

قاسم

سید محمد قاسم رضوی ——— مسلم یونیورسٹی کے ایل ایل۔بی ہیں، حیدرآباد ہی میں رہتے ہیں شعر بھی خوب کہتے ہیں،

حیات چند روزہ لیکے تو گلشن میں آئی ہے
دکھانے کیلئے دنیا کو شاید راز ہستی کا — بتانے کیلئے سیکش کو انجام اسکی مستی کا
عروس موسم گل بنکے تو مدفن میں آئی ہے

ترا ہر غنچہ تھا اک راز سر بستہ تباہی کا
ترے ہر پھول میں پنہاں تھی عالم کی پریشانی — لباس رنگ و بو میں بھی ترے مضمر تھی عریانی
ترا ہر پتہ اک دفتر تھا قسمت کی سیاہی کا

قاصد

محمد یحییٰ ——— حیدرآباد کے رہنے والے مولوی فاضل، منشی فاضل، اور دار العلوم کے قدیم فارغ التحصیل، سرکار عالی کے منصف عدالت اور بڑے اچھے شاعر ہیں، عربی اور فارسی زبان میں بھی شعر کہتے ہیں۔

پانی آئینہ بنے عکس کف پا سے تیرے — جلوۂ رخ سے ترے آئینہ پانی ہو جائے
سادگی ہے جو لڑکپن میں جوانی میں کہاں — صدقے اس تیرے لڑکپن پہ جوانی ہو جائے

اچھی تصویر سے ہوتا ہے مصوّر مشہور تیری تصویر جو کھینچے وہی مانی ہو جائے

قاضی

خواجہ حفیظ الدین قادری ——— حیدر آباد کے رہنے والے اور فرسٹ لانسرز کے قاضی ہیں مفید سے تلمذ ہے شعر خوب کہتے ہیں،

جسپر ہو لطف تیرا کیا پوچھنا ہے اسکا جس پر تیرا کرم ہو وہ کیا خراب ہوگا
ہم گئے حشر میں سوئے کوثر ہوس ساغر و سبو نہ گئی
نہیں مٹی کا پتلا آدمی آفت کا پتلا ہے فرشتے سے نہیں ہوتا جو کچھ ہوتا ہے انساں سے

قتیل

محبوب علی ——— حیدر آباد کے رہنے والے اور اچھے شاعر ہیں، رسالہ "تاج" میں اکثر آپ کا کلام طبع ہوتا تھا،

تو آیا نظر جلوۂ رب دیکھ لیا جو کچھ مجھے دیکھنا تھا سب دیکھ لیا
بن کر ہمہ عین اپنی آنکھوں سے آج میں نے تجھے یا شاہِ عرب دیکھ لیا

قدر

سید یحیٰی حسینی ——— حیدر آباد کے سادات و مشائخین کے گھرانے سے ہیں شعر بھی خوب کہتے ہیں،

وقتِ کلام جب کہ وہ غنچہ دہن ہوا ہر گل سراپا گوش میانِ چمن ہوا
ہستی کا چاک وقتِ جنوں پیراہن ہوا دامانِ دشت اہلِ دل اپنا کفن ہوا

بعد فنا ہی بخت زلیخا کو دیکھئے
کہتے ہیں لوگ دامن یوسف کفن ہوا

کچھ راز فتنہ گر تیرے ہنسنے میں ہی ضرور
کیا بات یاد آئی ہے کیوں خندہ زن ہوا

قدرت

نواب قدرت نواز جنگ بہادر ـــــــ نواب جہانگیر جنگ بہادر کے صاحبزادے اور دکن کے قدیم امیر گھرانے سے ہیں والا قشان ہز ہائینس پرنس آف برار حضرت ولیعہد بہادر دام اقبالہٗ کے ماموں ہیں، نہایت، خلیق، ملنسار، رحمدل اور نفاست پسند امیر ہیں، نظامت نظم جمعیت کے عہدے اور آبائی جاگیرو منصب سے سرفراز ہیں شعر بھی خوب کہتے ہیں طبیعت نہایت اچھی پائی ہے،

ادا غنچہ کی ہے خونریز جوڑا سرخ ہی گل کا
مہیا ہے چمن میں آج سامان قتل بلبل کا

خدا کیواسطے چن چن کے کلیاں موسم گل میں
نہ لے سر اپنے ای گلچیں تو ناحق خون بلبل کا

جان عالم تجھ پہ شیدا دیکھ کر
مجھ سے عالم کو عداوت ہو گئی

مشق ادا جو کرتے ہو آئینہ دیکھ کر
تم کو بنائے گا یہ ستمگار آئینہ

قدرت کسی کے روئے منور کو دیکھکر
حیران ہا کھڑا ہے صورت دیوار آئینہ

خدا کرے کبھی آنکھوں میں شکل غم نہ پھرے
پھرے زمانہ مگر ہم سے وہ صنم نہ پھرے

بتوں کے عشق نے پکڑا کچھ اسطرح دامن
کہ دیر سے کبھی ہم جانب حرم نہ پھرے

قدرت

سید نور الرسول ـــــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور اچھے شاعر ہیں،

فاش ہو جائے نہ یہ راز محبت ظالم میری رسوائی سے ڈر ہے تری رسوائی کا

قطب یار جنگ

قطب الدین احمد ـــــ قطب یار جنگ مرحوم' یو پی کے ایک شریف گھرانے سے علیگڈھ کے قدیم طالب العلم اور بی' اے تھے' ابتداً حیدرآباد آکر فوج میں ملازم ہوئے پھر محکمۂ مال میں اول تعلقدار ہو گئے۔ شکار کے بڑے ماہر تھے اس فن پر آپ کی ایک کتاب بھی طبع ہوئی ہے جو اُردو زبان میں فنِ شکار پر پہلی تصنیف ہے' نہایت زندہ دل اور نیک طینت بزرگ تھے شعر بھی خوب کہتے تھے' زمانہ طالب علمی میں ایک مسدس سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ کے حالات پر لکھی تھی جسے پسند فرما کر مولینا حالی نے آپ کو انعام دیا تھا یہ مثنوی طبع ہو گئی ہے جس کے شعر نقل کیئے جاتے ہیں' بصارت کی خرابی کی وجہ سے آپ نے وظیفہ لے لیا تھا چار ایک سال ہوئے کہ حیدرآباد میں انتقال کیا' دکن کو وطن بنا لیا تھا' آپ کا خاندان یہیں ہے'

خدا کے لئے دورِ چرخِ ستمگر اسیری غم سے کر آزاد دم بھر
کہانتک کریگا جفا بے کسوں پر کوئی ظلم کی حد بھی اے کینہ پرور
رکھے گا ہمیں زار و ناشاد تا کے
کریگا اُمنگوں کو برباد تا کے
بہت رو چکے اب رُلائیگا کب تک کیا تلخ عیش اب ستائیگا کبتک

جفا جو بتا دل دکھائیگا کبتک　　ہوئے خاک یکسر جلائیگا کبتک

بدل یہ روش دلمیں خوف خدا کر
گھڑی بھر کو بندۂ الم سے رہا کر

قہر

سید ابراہیم ——— سید زین العابدین کے فرزند ہیں۔ بہمن سنہ ۱۳۰۷ ف میں حیدر آباد میں تولد ہوئے، فرقۂ مہدویہ کے پیرزادے ہیں۔ جلال الدین توفیق سے تلمذ تھا، نظامت کوتوالی اضلاع میں ملازم ہیں۔ شعر بھی خوب کہتے ہیں،

دیکھنے والے پہ اس نے عام جلوہ کر دیا　　چشم مجنوں کیلئے ہر شے کو لیلی کر دیا

بھلے کو میں رہا بیہوش میخانہ میں دنیا کے　　ہوئیں نازل بلائیں ورنہ ہر ہشیار پر کیا کیا

پرے باندھے ہوئے ہر سمت انکے چاہنے والے　　کوئی کہتا ہے رخ اچھا کوئی کہتا ہے خال اچھا

رفتار سے کہلائے ہوئے گل جہاں چلے　　رستے کو وہ بناتے ہوئے گلستاں چلے

قہر

سید منجو ——— حیدر آباد کے رہنے والے اور پیرزادے ہیں، تھیٹریکل ڈرامے بھی خوب لکھتے ہیں۔ کئی ایک ڈرامے اسٹیج بھی ہو چکے ہیں۔ شعر بھی اچھے کہتے ہیں،

محبت ہے ضیا تاریکئی شب دور کرتی ہے　　ازل کا نور ہی سارا جہاں پر نور کرتی ہے

محبت ہے نسیم صبح دل مسرور کرتی ہے　　محبت ہی جہان سے رنج کو کافور کرتی ہے

پر پرواز کو اڑنے سے بھی معذور کرتی ہے　　غرض ہر طرح سے مختار کو مجبور کرتی ہے

فضائے نور بنتی ہے زمیں معمور کرتی ہے — یہی قانونِ قدرت ہے منور طور کرتی ہے

قمر

عبدالحمید خاں ——— ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ ۱۹۳۵ء کو قلعہ گولکنڈہ حیدرآباد تولد ہوئے، یہیں تعلیم و تربیت پائی، بچپن ہی سے شعر و سخن کا ذوق ہے،

تماشا دو عالم اک نمونہ ہے قیامت کا — کہیں آبادیاں دیکھیں کہیں بربادیاں دیکھیں
شعر کیا دل کی ترجمانی ہے — بس یہی راز زندگانی ہے
جدا سارے عالم سے ہی اے قمر تو — نرالی طبیعت کا انسان نکلا

قمر

کاظم حسین ——— حیدرآباد کے متوطن اور مدرسۂ سلطان بازار کے مدرس ہیں شعر بہی خوب کہتے ہیں،

پھر وفا ہی کرتے ہیں جور و جفا کے بعد — آئے ہیں نعش پر وہ ہماری قضا کے بعد
جدت پسند یار ملا ہے زہے نصیب — کرتا ہے مجھ پہ ظلم نیا ہر جفا کے بعد
مہندی لگی ہے ہاتو نہیں یارب ہو دل کی خیر — کس کس کا خون ہوتا ہے دیکھیں حنا کے بعد

قمر

سید قمر حسن ——— یو، پی کے باشندے اور علیگڈہ کے ایم۔ اے، ال ال، بی ہیں، حیدرآباد میں وکالت کرتے ہیں بڑے اچھے شاعر ہیں،

لالۂ داغدار کی صورت — ہے خزاں میں بہار کی صورت

آمد یار ہے بہار کے ساتھ — نغمہ زن ہوں ہزار کی صورت
اس کی آنکھوں کو دیکھتا ہو ئمیں — دیکھنی ہے خمار کی صورت
اُٹھ رہی ہے نقاب چہرے سے — کھنچ رہی ہے بہار کی صورت

قوی

محمد عبدالحق ——— حیدرآباد کے رہنے والے ہیں شعر بھی اچھے کہتے ہیں،

میں جو آمادہ ہوں خود جان سے جانے کیلئے — اب وہ تیار نہیں مجھکو مٹانے کے لئے
ہم ادہر ضعف سے مجبور ادہر یار خفا — کاش یہ جان چلی جائے منانے کیلئے
دیکھ عشاق کی یہ شان الوالعزمی ہے — موت آئی ترے کوچے سے اُٹھانے کیلئے
میں وہ ہوں وضع کا پابند زمانہیں قوی — جسنے سر پر کبھی احسان نہ زمانے کے لئے

قیس

خواجہ بدیع اللہ ——— حیدرآباد کے رہنے والے ہیں مہاراجہ بہادر کے مشاعروں میں ہمیشہ شرکت کرتے ہیں، بڑے اچھے شاعر ہیں،

میں اگر چاہوں تو ہو جائیگا مشکل سہل کام — تم اگر چاہو تو سب کچھ سہل ہے مشکل نہیں
چلتے پھرتے ہیں تصور میں وہ میرے رات دن — انکے میرے درمیان پردہ کوئی حائل نہیں
آرزو حسرت تمنا یاس کا ہے جمگھٹا — یہ تو سب کچھ ہے مگر پہلو میں میری دل نہیں

کس طرح ملتی سخن کی داد اہلِ بزم سے
قیس صاحب ناقصوں میں بھی تو تم کامل نہیں

قیصر

سید ابو الحسن ــــــ ٹیکمال کے مشائخ اور دکن کے شرفا سے ہیں، صدارت العالیہ (مذہبی) کے مددگار اور بڑے کہنہ مشق شاعر نہایت زندہ دل مرنجاں مرنج بزرگ ہیں،

جو تم کو چاہے وہ رسوا ضرور ہوتا ہے
مآلِ عشق کا فوراً ظہور ہوتا ہے

نظر میں پھرتی ہے اک کوندتی ہوئی بجلی
جو بیقرار دلِ ناصبور ہوتا ہے

قصور پر ہی کسی کو معاف کرتے ہیں
کوئی شہیدِ جفا بے قصور ہوتا ہے

وہ تم ہو جو نہیں کرتے کبھی قصور معاف
وہ میں ہوں جس سے ہمیشہ قصور ہوتا ہے

قیصر

میر قیصر علی ــــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور اچھے شاعر ہیں نوحہ مرثیہ اور سلام وغیرہ خوب کہتے ہیں،

لاشِ اصغر پہ یہی کہتی تھی، ماں پیٹ کے سر میرے بے شیر پسر!
تو تو دنیا سے گیا ماں کو بنایا مضطر! میرے بے شیر پسر!
تو نہ دُنیا میں جیا، ستم اعدا نے کیا
میرے بے شیر پسر
تجھکو پانی نہ دیا خون گردن پہ لیا

قیصر

محمد علیخاں ـــــ حیدرآباد کے رہنے والے بلدیہ (منیوسپلٹی) کے صیغہ دار ہیں اور شعر بھی اچھے کہتے ہیں۔

پھر گیا جی سرائے فانی سے — موت بہتر ہے زندگانی سے
رہے ثابت قدم محبت میں — دل کو کیا کام بدگمانی سے
ختم ہوتی ہیں جب جفائیں تمام — پیش آتے ہیں مہربانی سے
لاغری اُف مریض فرقت کی — تار بستر ہے ناتوانی سے

ک

کاتب

محمد عبدالرحیم صدیقی ـــــــ اورنگ آباد کے متوطن اور حضرت امیر مینائی کے شاگرد تھے کوتوالی اضلاع میں ملازم رہ کر وظیفۂ حسنِ خدمت لیا تھا ۔ بڑے اچھے شاعر تھے خصوصاً نعت خوب کہتے تھے ۔ ۲۷ رمضان ۱۳۵۶ھ کو انتقال کیا۔

سمجھے یہ سب خدا سے جو خیرالوریٰ ملے
دو حصے ایک نور کے آپس میں جا ملے

رسول اللہ کی مدحت میں اکثر دیکھتا ہوں میں
عقیدت سے جھکائے سر کو چلتا ہی قلم میرا

پیری میں کیا بتائیں کہ کیا تھا شباب میں
اب یاد بھی نہیں ہے جو دیکھا تھا خواب میں

پنہاں ہے انکا یوں رخِ روشن نقاب میں
گویا کہ برق کوند رہی ہے سحاب میں

پیری کا جوانی پہ میری سایہ ہے
مشکل سے جو ہاتھ آیا وہ سرمایہ ہے
کیوں دل سے عزیز اسکو نہ رکھے کاتب
کی نذر جوانی تو اسے پایا ہے

کل قدسیوں نے کعبۂ مقصود بنایا
احمد کے جس جگہ پہ انہیں نقشِ پا ملے

کاظمؔ

نواب کاظم علیخاں بی اے ـــــ نواب حسام الدولہ شوکت جنگ بہادر کے فرزند روشن خیال، متین، سنجیدہ امیر اور شاعر ہیں، آجکل دوم تعلقدار ہیں۔

سلام

سر شاہ تن سے جدا ہو رہا ہے ۔ یا بار امانت ادا ہو رہا ہے
جلی ہے کھلے سر شہِ دیں کی عزت ۔ تماشائے آلِ عبا ہو رہا ہے
علی کو نصیری خدا کہہ رہے ہیں ۔ خدایا یہ بندہ خدا ہو رہا ہے
رفیقانِ شہ کو ہے مرنے کی جلدی ۔ کہ آج امتحانِ وفا ہو رہا ہے

کلیمؔ

انیس احمد ـــــ حضرت جلیلؔ کے فرزند ہیں، آجکل صوبہ اورنگ آباد میں دوم تعلقدار ہیں شعر اچھے کہتے ہیں۔

رنگِ حنا بنے گا نہ خونِ حنا کے بعد ۔ ملتے رہیں گے ہاتھ وہ جورِ جفا کے بعد
آنکھیں ملا سکے تیز نگاہیں ہیں کس لئے ۔ بیمار غم کو زہر نہ دو تم دوا کے بعد
ساقی کے رُخ پہ زلف بکھر کر یہ کہہ گئی ۔ ہی لطف میکشی کا چمن میں گھٹا کے بعد

کمالؔ

محمد کمال الدین ـــــ حیدرآباد کے شرفا اور قدما سے تھے سرکار عالی میں تحصیلدار رہ کر وظیفہ حسن خدمت لیا پھر پائیگاہ سر آسمان جاہ میں رکن ہوگئے

۱۳۵۲ھ میں انتقال کیا، سراج الدین طالب مرحوم آپ ہی کے فرزند تھے، شعر بھی خوب کہتے تھے۔

ہوتے ہیں شگفتہ اور مرجھاتے ہیں
شادی و غمی دونوں کام آتے ہیں
پھولوں سے ملا ہے رنج و راحت کا سبق
اک رنگ پہ دہر کو نہیں پاتے ہیں

کمتر

حیدرآباد کے اچھے شعراء میں سے ہیں اکثر مشاعروں میں شرکت کرتے ہیں

دیدنی کیوں نہ ہو قاتل کا میری مشق ستم
جو نہ دیکھا ہو کبھی جسم کا بے جان ہونا
قتل کے بعد بھی ہاہے ہمسے وفا کی امید
نہیں آتا مرے قاتل کو پشیماں ہونا

کیفی

سید رضی الدین حسن ——— مولوی نظام الدین مہاجر مرحوم کے فرزند تھے ۱۲۹۷ھ میں حیدرآباد ہی میں پیدا ہوئے اور یہیں تعلیم و تربیت پائی، ابتداء میکش تھانوی اور پھر اُستاد داغ کے شاگرد ہوئے آخر عمر میں دارالترجمہ کے مصحح مقرر ہوئے تھے، ۱۳۳۸ھ میں اجمیر شریف گئے اور وہیں انتقال کیا حیدرآباد کے بہترین شعراء میں تھے۔ غزل بڑی اچھی کہتے تھے آپ کی غزلوں اور نظموں کے کئی ایک مجموعے شائع ہو چکے ہیں حیدرآباد میں آپ کے شاگردوں کی تعداد بڑی خاصی ہے جن میں حکیم بہود علی صفی اورنگ آبادی، عبدالطاہر طاہر، تراب علیخاں باز، فیاض، امید وغیرہ خاصے مشہور ہیں۔

دیارِ الفت کے رہنے والوں کا حال کیا پوچھتے ہو ہم سے
کسی کو خانہ بدوش پایا کسی کو خانہ خراب پایا

زمانہ ناموافق دوست دشمن یار بیگانے
نہیں معلوم کیسا پھیر ہے اپنے ستاروں کا

اتنی سی بات کیلئے یہ دار و گیر کیوں
میں کیا مرے گناہ کا یارب شمار کیا

خفا ہونا بگڑنا روٹھنا انجان ہو جانا
تری ان ٹیڑھی باتوں کو ہی ہم نے بانکپن پایا

کب کسی چاہنے والے کی خبر لی تو نے
اپنی زلفوں کے سوا کسکو پریشاں سمجھا

یہ عیب حسن کا منشاء کہ آنکھ ادھر نہ پڑے
یہ شوخیوں کا تقاضا کہ دیکھنا ہو گا

گیا وہ وقت کہ روتے تھے آٹھ آٹھ آنسو
اور اب تو ہوش بھی دو دو پہر نہیں آتا

حسن کیا حسن پسِ پردہ جو مستور رہا
عشق کیا عشق جو بازار میں رسوا نہ رہا

رہتی کوئی دن اور تمنائے عیادت
اے کاش علاجِ دلِ بیمار نہ ہوتا

خواہش نہ رہے دلمیں سفید اور سیہ کی
اے مانگنے والے یہ دعا شام و سحر مانگ

حور کا وصف بجا حضرت زاہد لیکن
ایسی باتوں سے دماغوں میں فتور آتی ہیں

رقیب کیوں مری ذلت کی فکر کرتے ہیں
ذلیل ہونے میں کچھ مجھکو عار ہی تو نہیں

لگا لاتی ہے وحشت شہر میں مجھکو بیاباں سے
یہ کہہ کہکر کہ لڑکے منتظر ہیں رہ گزاروں میں

دینے والے تیری اس اندازِ بخشش کے نثار
جسکے میں لائق نہ تھا وہ لکھ دیا تقدیر میں

ہزاروں بار ہم گھر سے نکل آتے ہیں یوں باہر
نکلتا ہو کوئی جیسے کسی کے خیر مقدم میں

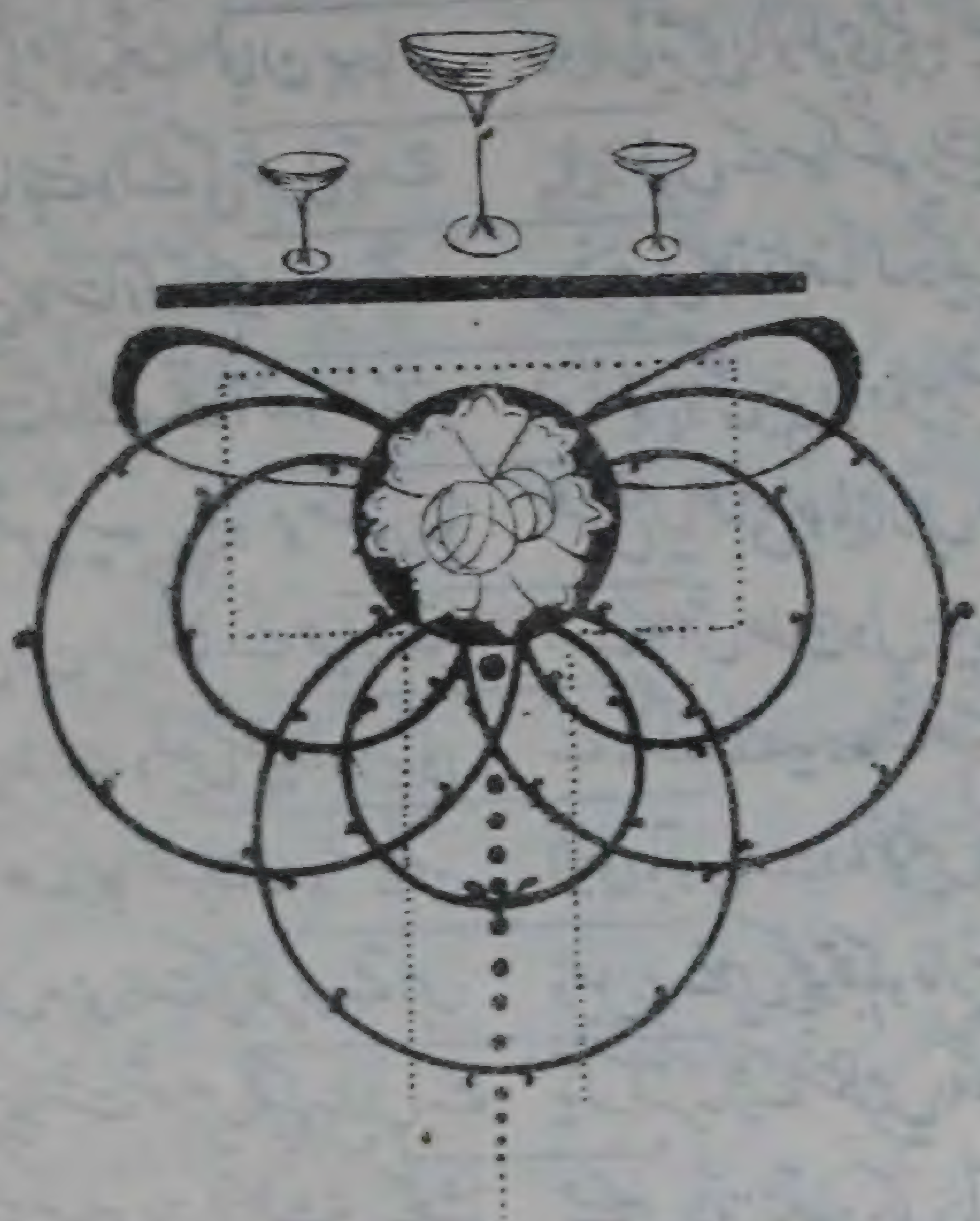
انگلیاں مجھپہ اگر اٹھتی ہیں اٹھنے دیجے
لوگ شاکی ہیں تو ہوں آپ تو ناراض نہیں

چمن کا پھول میخانہ کا شیشہ چرخ کا تارا — کوئی ٹوٹی ہوئی شے ہو ہم اپنا دل سمجھتے ہیں

دل آیا ہی ہمارا جب کسی پر ٹوٹ کر آیا — طبیعت جب کسی پر آئی ہی بے اختیار آئی

جیسے کہ سونے والا ہے کوئی ہمارے ساتھ — بستر پر لوٹتے ہیں جگہ چھوڑ چھوڑ کر

مجھے منظور ہی محشر کے میلے کی جو طیاری — دُرِ اشکِ ندامت ٹانکتا ہوں اپنے دامن پر



گ

گل

عبدالکریم ——— حیدرآباد کے قدیم اور مشہور شاعر حضرت ظہیر کے شاگرد رشید تھے، دو تین سال ہوئے کہ انتقال کیا،

ایک نیرنگ ہے عالم مری تنہائی کا　　لطف ملتا ہے مجھے انجمن آرائی کا

گرامی

مصطفیٰ علی اکبر ——— حیدرآباد ہی میں تولد ہوئے، جامعہ عثمانیہ کے طالب علم ہیں، شعر بھی خوب کہتے ہیں۔

رات پھر آگئی رُلانے کو　　میرا قصہ مجھے سنانے کو
چاند تارے مجھے جگائیں گے　　اور وہ ہیں کہ یاد آئیں گے
وہ نگاہوں سے مسکرائیں گے　　برق سی شئے کوئی گرائیں گے
میری جانب بغور دیکھیں گے　　پھول جیسے وہ تیر پھینکیں گے

گلشنؔ

سید محی الدین حسینی القادری ـــــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور اچھے شاعر ہیں۔

روح مجنوں کی زیارت کیلئے آتی ہی
بنگئی حسرت لیلیٰ کی جو تربت دلمیں
دیر کہتے ہیں جسے نام ہے کعبہ اسکا
پہلے تعمیر ہوئی اسکی عمارت دلمیں
گوشۂ تنگ کبھی خانۂ دل کو نہ سمجھ
کہ فرزوں کون و مکاں سے بھی ہے وسعت دلمیں

گہرؔ

فیض اللہ خاں ـــــــ حیدرآباد کے قدیم شرفا سے ہیں نظم جمعیت کے کمیدان ہیں، ایک شاہنامۂ دکن منظوم شائع کیا ہی جو بڑی اچھی چیز ہے تقریباً انثی سال کی عمر ہے، بڑے اچھے شاعر ہیں۔

نقاب یار سے پیدا جو نور ہوتا ہے
وہی چمک کے تجلیٔ طور ہوتا ہے
مآل کار محبت بخیر ہے لیکن
ضرر تو جان کا اسمیں ضرور ہوتا ہے
جو پوچھا کچھ دلِ پژمردہ کی خبر تو کہا
سمجھتے ہیں جنہیں کشف القبور ہوتا ہے
فدا ہوں دلسے میں آنکھوں پہ اپنی آپ گہرؔ
کہ اسمیں جلوہ نما اسکا نور ہوتا ہے

ل

لبیب

مرزا نظام شاہ ـــــ تیموری گھرانے کے بزرگ ہیں مدت تک افادہ کے نام سے ایک معیاری رسالہ نکالتے رہے نہایت منکسر المزاج پاک طینت زندہ دل شاعر ہیں، شعر خوب کہتے ہیں دار الترجمہ میں ملازم ہیں۔

نہ جانے کیا خواب تھا جو دیکھا بدیدۂ نیم خواب تو نے
کہ چونکتے ہی کھلیں جو آنکھیں تو ڈال دی جھٹ نقاب تجھ نے
نہ گدگدا اور ولولوں کو نہ چھیڑ سوتی ہوئی حسوں کو
کہ سارے عالم میں ڈال رکھی ہی لرزش پیچ و تاب تو نے
شباب تو فیض بخش عالم ہے جاگتی جوت جسم و جاں کا
کہ حسن کو دلکشی عطا کی تو عشق کو اضطراب تو نے

عشق کے ادب سے ہی یار کی رضا جوئی   اپنا مدعا مت کہہ اسکا مدعا مت پوچھ
وہ جفا کئے جائیں کام ہے وفا اپنا   جان دے اشارہ و نیمرانسے خوں بہا مت پوچھ

لطفی

عباس حسین ——— گلبرگہ شریف کے متوطن اور جامعۂ عثمانیہ کی طیلسانی کسی مدرسہ کے مدرس ہیں، شعر بھی خوب کہتے ہیں،

دل لیا اسنے مرا ناز و ادا سے پہلے — مر مٹا اس بتِ کافر پہ قضا سے پہلے
لی خبر آپ نے جب اسکی ہوئیں بند آنکھیں — چل بسا آپ کا بیمار دوا سے پہلے
پس مردن پہ اسکے سرو قامت کا تصور ہے — مری مدفن پہ ہوگی روشنی سرو چراغاں کی

لمعہ

سید نوازش علی ——— میر کاظم علی شعلہ کے فرزند اور میر احمد علی شہید دہلوی کے پوتے تھے ۱۲۸۷ھ میں تولد ہوئے اچھے شاعر تھے آپ کے خاندان کے کُل افراد شاعر ہیں۔

انہیں اس روز سے مشقِ ستم ہے — نہ تھی جب ابتدا لوح و قلم کی
ترے کوچے کو جب مسکن بنایا — زیارت کر چکے دیر و حرم کی
بھریں آہیں تو شعلے اور بھڑک چشم سے آنسو — بہے آنسو تو روغن پڑ گیا سرو چراغاں میں
نہ کیوں ہو خال سے حسنِ ملیح یار کی شورش — یہی تو کنکری اک رہ گئی ہے اس نمکداں میں



ماہر

منظور حسین قادری ——— بدایوں کے رہنے والے اور مدت سے حیدر آباد میں ہیں، ہائیکورٹ سے ملازمتی تعلق ہے، مختلف اخبارات میں کام کر چکے ہیں نظم اور نثر اچھی لکھتے ہیں،

غرق مستی تھے زمین و آسماں کل رات کو
اُٹھ رہا تھا آتشِ مَے سے دھواں کل رات کو

جام مَے دیتے ہوئے ساقی کی چشم مست سے
ٹپکی پڑتی تھی شرابِ ارغواں کل رات کو

غرفۂ جنت سے حوریں جھانکتی تھیں بار بار
پڑ رہی تھیں حسن کی پرچھائیاں کل رات کو

ماہر

آقا مرزا علی رضا ——— شیراز کے رہنے والے ہیں بہ سلسلۂ ملازمت حیدر آباد میں ہیں آجکل کسی مدرسہ کے مددگار ہیں اردو خوب بولتے ہیں اور شعر بھی کہتے ہیں، حیدر آباد کو وطن بنالیا ہے۔

کس سے وفا کرو گے تم اہلِ وفا کے بعد
ملتے رہو گے ہاتھ ہماری فنا کے بعد

آہوں کے ساتھ اشک ٹپکتے ہیں آنکھ سے　　باراں کا لطف خوب ہے ٹھنڈی ہوا کے بعد

مبشر

محمد عزیز الدین ——— حیدرآباد کے رہنے والے محکمہ صدر محاسبی صرفخاص مبارک کے صیغہ دار اور بڑے اچھے شاعر ہیں۔

اُڑتے اُڑتے جو سنا ہی کہ وہ آج آتے ہیں　　آج برپا ہے عجب شورِ قیامت دلمیں
دلکی بستی نہیں کم شہرِ خموشاں سے مری　　دفن ہو جاتی ہی جو آتی ہے حسرت دلمیں

مجنوں

احمد مصطفیٰ ——— حیدرآباد کے رہنے والے اور اچھے شاعر ہیں،

یہ نالۂ جگر ہے　　یا درد کا اثر ہے
نقطوں کی بندشوں میں　　کیا بھید مستتر ہے
قطروں سے آنسوؤں کے　　صوفی کی آنکھ تر ہے
یہ کیسی لے ہے آخر مطرب تری زباں میں

مجید

محمد جہانگیر ——— حیدرآباد ہی کے رہنے والے ہیں، حیات سخن کے نام سے ایک ماہوار رسالہ بھی نکالتے رہے، شعر بھی کہتے ہیں۔

اگر وہ التفات حسن کے قابل بنا لیتے　　ہم اپنا ایک دلکے پھر تو لاکھوں دل بنا لیتے
جو ملتا قلزم الفت میں تنکے کا سہارا بھی　　تسلی کو دلِ ناکام کی ساحل بنا لیتے

ہر چند زندگی ہے فنا آشنا مگر — ہر سانس زندگی کیلیے بیقرار ہے
نیرنگیاں نہ پوچھئے کچھ دردِ عشق کی — ہے جان بیقرار تو دل کو قرار ہے

محبّ

محب حسین ـــــــ معلّم نسواں، شفیق نسواں وغیرہ کئی ایک رسائل نکالے "میرا پہلا جرم" "امیر علی ٹھگ" کا ترجمہ کیا رقعاتِ محبؔ، دیوان محبؔ وغیرہ چھ سات تالیف و تراجم شائع کیے، یو۔ پی کے باشندے تھے حیدرآباد کو وطن بنالیا تھا آپ کا پورا خاندان اب یہیں کا ہو رہا، ۱۳۴۸ھ میں عمر طبعی کو پہونچ کر انتقال کیا، شعر خوب کہتے تھے۔

خوشی سے پھولی ہیں گل بلبلیں غزلخواں ہیں — چمن میں آج ہمارے گزر یہ کسکا ہے
فلک سے کرتی ہیں باتیں بلند دیواریں — مکان یار کا مدنظر یہ کس کا ہے
شہید دستِ حنائی نہیں اگر شب و روز — تو خون چرخ پہ شام و سحر یہ کسکا ہے

محبت

سید معین الدین ـــــــ سید شمس الدین عارفؔ کے فرزند ہیں ۱۳۲۷ھ میں پیدا ہوئے۔ شعر اچھے کہتے ہیں،

دُنیا ملی جہان ملا، مدعا ملا — تم کیا ملے ہو مجھے کہ میرا خدا ملا
عاشق کا تیرے دشت میں اتنا پتا ملا — دامن کہیں ملا کہیں بندِ قبا ملا
حسرت نصیب اپنی تمنا نکال لے — مدت کے بعد آج تو وہ بے وفا ملا

محبوب

محبوب راج ـــــ راجہ گردہاری پرشاد باقی کے فرزند اور راجہ نرسنگھ راج عالی کے چھوٹے بھائی تھے۔ ۱۳۱۳ھ میں پیدا ہوئے حیدرآباد ہی میں تعلیم و تربیت پائی، ملک اور قوم سے بڑی ہمدردی تھی شعر اور ادب کا مذاق بھی تھا افسوس ہے کہ ۱۳۵۰ھ میں ایک فرزند رائے گردہر راج بی، اے اور چند لڑکیاں چھوڑ کر انتقال کیا شعر خوب کہتے تھے۔

قدم کیونکر اٹھیں کوچے سے تیرے ۔۔۔ یہاں تو حسن کی دولت گڑی ہے
اپنے اعمال کی خرابی کو ۔۔۔ ہم نے گردن جھکا کے دیکھ لیا
تھا عشق کا مرحلہ نہ آسان ۔۔۔ سر دیکھے جھم یہ ہم نے سر کی
مرض عشق میں نوبت یہ ہوئی ہے ابتو ۔۔۔ خوف آتا ہی مجھے دیکھ کے صورت اپنی
ہزار سال کی طاعت سے ہی کہیں بہتر ۔۔۔ خلوص دل سے اگر سجدہ ایک بار کیا
قید یہ مذہب ملت کی عبث ہی اے شیخ ۔۔۔ حق پہ ایمان جو لائے گا مسلماں ہو گا
مجمع خوباں ہے میت پر مری ۔۔۔ موت بھی گویا تماشا ہو گئی

محبوب

شیخ محبوب ـــــ سکندرآباد کے رہنے والے سخنور اور شمس کے شاگرد ہیں ۱۳۳۴ھ میں دیوان طبع ہو چکا ہے۔

کیا کہیں کچھ کہہ نہیں سکتے تری سدا ہم ۔۔۔ دل لگا کر تجھ سے ای ظالم ہوئے برباد ہم

اس بتِ سفاک کی جب دلمیں آجاتی ہے یاد
صورتِ نقش کف پا ہوتے ہیں برباد ہم

ڈہونڈہتے ہیں خود کو تو ہرگز پتہ ملتا نہیں
قید ہستی سے کچھ ایسے ہو گئے آزاد ہم

دلکی جو باتیں ہیں وہ منہ سے نکل جاتی ہیں صاف
چاہیے اشعار کی کب ہیں کسی سے داد ہم

محسن

میر محسن خاں ——— نواب قوت یار الدولہ بہادر کے فرزند تھے ثاقب بدایونی سے تلمذ تہا۔

ازل اک صبح اول ہی نمود روز ہجراں کی
ابد اندازہ ہے حد قیاسِ شام غربت کا

اسے میں کسطرح میزاں میں رکھوں داور محشر
میرے ہمراہ اک دفتر ہے قسمت کی شکایت کا

مجھے وہ راحت و آرام شہ کی عاطفت میں ہے
کہ گویا سر پہ ہے سایہ بہار ابر رحمت کا

محسن

حبیب محسن ——— جمعیت نظام محبوب کے میجر تھے شعر خوب کہتے ہیں۔

جب فصل بہار آئی تو ہوتے ہوئے صد چاک
دامن نہیں دیکھا کہ گریباں نہیں دیکھا

بے وجہ کیا قتل مگر ہیں وہی تیور
ہمنے تو کبھی انکو پشیماں نہیں دیکھا

محسن

محسن اللہ خاں ——— حیدرآباد کے رہنے والے ہیں شعر بھی اچھے کہتے ہیں۔

بچپن نہ جوانی کا معاون نکلا
غفلت میں جو انسان کا یہی سن نکلا

بالوں کی سیاہی میں سفیدی آئی
آنکھیں نہ کھلیں رات گئی دن نکلا

صد سالہ سمجھ رکھے ہیں اِن کی مہلت　　اک خواب ہے یا بھول یہ انکی مہلت
سودائے شباب اور بیاض پیری　　ہے ایک شب اور ایک دن کی مہلت

محسن

میر محسن علی ـــــــ حیدرآباد کے رہنے والے ہیں منشی عالم کامیاب ہیں شعر بھی اچھے کہتے ہیں۔

گل سے ہوئے گال تو غنچہ دہن ہوا　　کوئی حسین ہونے سے رشکِ چمن ہوا
کھویا وقار ضبط کا اور راز عشق کا　　توبہ ہی طفل اشک بھی کیا بد چلن ہوا
مثمر نہال قد ہوا فصل شباب میں　　دن آگئے مراد کے تازہ چمن ہوا
اسنے تلاش لاش میں گو کھولی میری قبر　　لیکن حصول کچھ بھی نہ غیر از کفن ہوا

محشر

محشر عابدی ـــــــ عثمانیہ یونیورسٹی میں ڈیمانسٹریٹر ہیں، یو۔پی کے باشندے اور نہایت خلیق نوجوان ہیں۔ شعر بھی خوب کہتے ہیں۔

تاریکئ شب کی طرح سیہ ملبوس میں ننگے پاؤں سے
کرتے ہیں تجھے یاد غم و آلام سے شیدائی تیرے

اور سوچتے ہیں قربانی کی جو دین کی خاطر تونے کی
سیلاب کی مانند آنسو کی آنکھوں سے جھڑی لگ جاتی ہے

کر دیتے ہیں دھندلا آنکھوں کو یاد آکے تیرے سب افسانے
اور مرثیوں کو پڑھ پڑھ کر ہو جاتے ہیں سب دیوانے
پھر پیٹ کے سینوں کو اپنے شدت سے ماتم کرتے ہیں
فوارۂ خون رہتا ہے رواں حسینؑ و حسنؑ سب کہتے ہیں

محمود

سید محمود —— ید اللہی گھرانے کے پیرزادے ہیں مدت تک ایک ماہوار رسالہ "المصدق" نکالتے رہے شعر بھی خوب کہتے ہیں۔

ادا نہیں تھی وہ ایسی کہ بھول جاتا میں ۔۔۔ رہے گی یاد نظر ہائے والپسیں برسوں
کہیں نہ خونِ شہیداں سی سرخ ہو دامن ۔۔۔ لباس سرخ ہی پہنا ہی نازنیں برسوں
جب کوئی رو رو کے سوتا ہی کسیکی یاد میں ۔۔۔ بہر تسکین خواب میں اسکو دکھا جاتی ہی نیند
دیدنی ہوتا ہے رنگِ نشۂ دو آتشہ ۔۔۔ جب کسیکی چشمِ میگوں میں سما جاتی ہی نیند

مخدوم محی الدین

دکن کے رہنے والے ہیں، یہیں تعلیم پائی ہے جامعہ عثمانیہ سے ایم۔ اے کیا ہے ادب کا ذوق بہت ہے شعر خوب کہتے ہیں خصوصاً نظم بڑی اچھی ہوتی ہے۔

بہرنے والی کھیت کی مینڈوں پہ بل کھاتی ہوئی
نرم و شیریں قہقہوں کے پھول برساتی ہوئی
کنگنوں سے کھیلتی اوروں سے شرماتی ہوئی

اجنبی کو دیکھکر خاموش مت ہو گائے جا ہاں تلنگن گائے جا بائی تلنگن گائے جا

ارض یکسر گوش ہے خاموش ہیں سب آسماں
راگ سننے رک گئے ہیں بادلوں سے کارواں
ہاں ترانہ چھیڑ جنگل کا میری غنچہ دہاں

اجنبی کو دیکھکر خاموش مت ہو گائے جا ہاں تلنگن گائے جا بائی تلنگن گائے جا

مدن موہن

حیدرآباد کے ایک نوجوان تعلیم یافتہ شاعر ہیں نظم اور گیت خوب کہتے ہیں۔

دیس گیت

سب سے اونچا دیس ہمارا اُٹل نگر ونسے پیارا ہے اپنے تن من دھن سے بڑھکر دھن دیس ہمارا ہے

سندر اونچے نیچے پربت امرت جل ندیاں اسکی ہے دہان کا کھیت سہانا اپنوں کا سہارا ہے

راجہ اپنا شاہِ عثمان اسکے ہم سب پرجا ہیں
پیارے دیس کا پیارا راجہ جگ جیون سے پیارا ہے

مرزا

مرزا احسن بیگ ـــــــ دکن کے باشندے تعلقہ عالم پور کے مدرس پنڈت جذب کے شاگرد ہیں شعر خوب کہتے ہیں

آج رنگ دہر ہے کچھ اسطرح بدلا ہوا باپ سے بیٹا تو بھائی بھائی سے بچھڑا ہوا

جاہلوں کی ہی الگ دُنیا خطیبوں کی الگ مالداروں کی الگ ہے اور غریبوں کی الگ

اس نفاق باہمی نے کر دیا ہے نیم جاں — اب کہاں باقی ہے وہ اگلی سی عظمت اور شاں
مشکلیں آسان کر دو مل کر باہم افراد کی — زندگانی کا ہے حرز اولین مقصد یہی

مرکز

حاجی لیسین علیخاں عرف خدا نما شاہ حسینی القادری ——— حیدرآباد کے مشائخین میں سے ہیں ۱۳۴۴ھ میں آپ کے کلام کا ایک مجموعہ بھی شائع ہوا ہے۔

ہے تماشا خدا نمائی کا — ذرہ ذرہ کو غور کر دیکھا
دائرہ نقطہ ہے نقطہ دائرہ — کس کو مرکز کسکو حلقہ بولنا؟
ڈھونڈھا ہم انکو پریشان بنے بیٹھے ہیں — وہ تو پردہ کئے انسان بنے بیٹھے ہیں
ایک کا ہم نشان رکھتے ہیں — وحدہ کا بیان رکھتے ہیں

مزاج

نثار یار جنگ بہادر ——— یو۔پی کے رہنے والے ہیں ۱۳۰۱ھ ۱۸۸۲ء میں پیدا ہوئے مدت سے حیدرآباد میں ہیں بلکہ دکن کو وطن بنالیا ہے ابتداً باب حکومت کے رجسٹرار اور پھر سرکار عالی کے اول تعلقدار رہے اب صرفخاص مبارک میں اول تعلقدار ہیں۔ شعر خوب کہتے ہیں غزل اور نظم پر یکساں قدرت ہے۔

خدا کی خدائی میں کیا کیا نہیں ہے — ہمیں کو مگر چشم بینا نہیں ہے
یہاں عرض مطلب کا یارا نہیں ہے — انھیں بات سنی گوارا نہیں ہے
کبھی جو نہ نکلے وہ حسرت ہے میری — جو بر آئے میری تمنا نہیں ہے

مرا درد میری دوا بن چکا ہے　　مجھے احتیاج مسیحا نہیں ہے

مست

نوازش علی ——— حیدرآباد کے قدیم اور شریف لوگوں میں سے تھے، آٹھ دس سال ہوئے کہ انتقال کیا،

طفلی ہو جوانی ہو ہنگام ہے غفلت کا　　ہے کوکب بیداری پیری کا ہے کیا کہنا
افسوس جوانوں کو معلوم نہیں کچھ بھی　　لیتے ہیں مزہ جو ہم پیری میں جوانی کا
گرداب جوانی سے ساحل پہ بچا لائی　　اب کنج فراغت ہے غرقاب کا کیا کھٹکا

مست

محمد عبد الغفور خاں ——— حیدرآباد ہی کے رہنے والے ہیں تعلیم یافتہ نہیں اپنی غزل آپ بمشکل لکھ سکتے ہیں مگر خدا نے طبیعت دی ہے شعر بہت اچھے کہتے ہیں اپنے بھائی محمد حسین مخمور سے مشورہ کرتے ہیں، نواب معین الدولہ بہادر کی پائیگاہ کی عدالت سشن میں ملازم ہیں۔

اٹھوں بروز محشر ای مست قبر سے یوں　　بیداغ ہو کے سورج جیسے گہن سے نکلے
نہ کچھ تڑپ کا نہ کچھ درد کا خیال کیا　　نگاہ ملتے ہی دل لے لیا کمال کیا
نگاہِ مست سے ساقی کے انقلاب ہوا　　شراب جام میں ڈالی کہ آفتاب ہوا
قدم راہِ الفت میں رکھنا سنبھل کر　　ہے آفت مصیبت گرفتاریاں ہیں

مسرور

میر محمد علی ـــــــ میر جعفر حسین مقبول مرحوم مددگار ناظم دارالانشا کے فرزند ارجمند ہیں۔ حیدرآباد ہی میں پیدا ہوئے اور یہیں تعلیم و تربیت پائی ابتداً وکالت کی۔ پھر بہرام جنگ بہادر کے اسٹیٹ میں منصف ہو گئے، اب مستعفی ہو کر خانہ نشین ہو گئے ہیں عالم و فاضل بزرگ اور اصغر ناجی کے شاگرد کہنہ مشق شاعر ہیں، آپ کے مرثیے بہت مقبول ہیں۔

دُنیا میں یتیموں کو رُلایا نہیں کرتے
سہمے ہوئے بچوں کو ڈرایا نہیں کرتے
مہمان کو دیتے ہیں سدا راحت و آرام
پانی کے عوض خون بہایا نہیں کرتے
بازار میں بے برقع و بے مقنع و چادر
اک رات کی بیاہی کو پھرایا نہیں کرتے
زنجیر پنہاتے نہیں بیمار کو تپ میں
دُرّے تنِ لاغر پہ لگایا نہیں کرتے

مسلم

نواب میر طاہر علیخاں ـــــــ حیدرآباد کے امیر گھرانہ سے ہیں نظام کالج میں تکمیل تعلیم کی اور پھر لندن جا کر پی، ایچ، ڈی کیا، یورپ سے واپس ہو کر نظام کالج کے پروفیسر ہوئے اور اس کے بعد پرنس آف برار والا شان نواب اعظم جاہ بہادر ولیعہد دکن خلد اللہ ملکہ کے پرائیویٹ سیکریٹری مقرر کئے گئے، نہایت بامروّت، خلیق، شریف، ملنسار اور ادب پسند نوجوان شاعر ہیں، فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں خوب شعر کہتے ہیں،

میری صبح حیات غم کی یارب شام ہوجائے
تجھے بھی انقلابِ گردشِ ایام ہوجائے
نہ خونِ بے گنہ پر ڈھانک دامن مارنیوالے
کہیں ایسا نہو یہ راز طشت از بام ہوجائے
جوانی جانیوالی ہے زمانہ مٹنے والا ہے
تغافل کیا مرے ساقی صلائے عام ہوجائے
غنیمت ہے بہت مسلم یہ اپنی کس مپرسی ہے
ہے قابل رشک کے وہ شخص جو گمنام ہوجائے

مشتاق

مشتاق احمد ـــــ اُستاد جلیلؔ کے سب سے چھوٹے فرزند ہیں شعر بھی خوب کہتے ہیں، ابھی سلسلۂ تعلیم جاری ہے۔

اندھیر سرِ شام صبا کر کے چلی ہے
گل شمعِ مزارِ شہدا کر کے چلی ہے
غیروں کو دیا جام مئے ہوش ربا کا
وہ چشم سیہ مجھ سے حیا کر کے چلی ہے

مشیر

محمد فخر الدین ـــــ ۱۳۲۳ھ میں حیدرآباد میں پیدا ہوئے، حکیم محمد عباس آفندی حلمی سے تلمذ ہے، ۱۳۴۳ف میں بانگ تسخیر کے نام سے ایک دیوان شائع ہوا ہے شعر اچھے کہتے ہیں۔

سُنتے ہیں آپ کا بڑا دل ہے
کر کے ہم نے سوال دیکھ لیا
جب سے میری نگاہ سے تو دور ہوگیا
رس رس کے زخم دل میرا ناسور ہوگیا
مخالف چمن کی ہوا ہوگئی
خفا ہم سے کیا باغباں ہوگیا

مظہر

مظہر الدین احمد ــــــ حیدر آباد کے رہنے والے ہیں شعر بھی اچھے کہتے ہیں

ہے توکل سے خدائی پہ تصرف اپنا — لاکھ ساماں ہیں اک بے سر و ساماں ہونا
نغمۂ ساز کے پردے میں عیاں شوخی و ناز — کھل گیا سارے جہاں پر ترا پنہاں ہونا

معین

صاحبزادہ میر معین الدین علیخاں ــــــ نواب عظام الدولہ بہادر مرحوم کے فرزند ہیں، شعر بھی خوب کہتے ہیں۔

یہ کس امید پہ انصاف حشر کی امید — رنگی ہے خون میں قاتل نے آستیں برسوں
نہ سنئے بے سر و سامانیٔ جنوں کا حال — گریباں کس کا تھا تھی کسکی آستیں برسوں

معتمد

نواب گیسو دراز خاں بہادر ــــــ نواب زور آور جنگ بہادر کے نواسے اور حیدر آباد کے مشہور امیر گھرانے سے تھے نہایت خوش مزاج، منکسر نیک نفس امیر تھے شعر خوب کہتے تھے حضرت کیفی سے تلمذ تھا، بارہ ایک سال ہوئے کہ انتقال کیا۔

میں جہاں جاؤں کہیں سب مجھے مجنوں مجنوں — الغرض غیرت لیلیٰ کی قدر دانی ہو جائے
رند وا سطرح نہ تم لال پری سے ملنا — محتسب سن کے نہ پھر دشمن جانی ہو جائے
رنگ بدلا کرو تم بھی تو زمانے کی طرح — سرخ پوشاک کبھی ہو کبھی دھانی ہو جائے

مفتوںؔ

پادشاہ محی الدین خاں ——— حیدرآباد ہی میں تولد ہوئے حضرت افتخار علی شاہ وطنؔ کے فرزند ہیں۔ شعر خوب کہتے ہیں، نہایت زندہ دل یار باش شاعر ہیں،

توڑ کر دم ہو گیا ظالم ترا بیمار چپ　　صورت تصویر بنکے بیٹھے ہیں غمخوار چپ
میرے جاتے ہی گئی سب میکدہ کی کیفیت　　شیشہ خاموش اکطرف ہے اکطرف میخوار چپ

مفیدؔ

محمد تاج الدین خاں ——— حیدرآباد کے باشندے ہیں۔ ۱۳۰۵ھ میں پیدا ہوئے ۱۳۴۲ھ سے وکالت کر رہے ہیں ۱۳۱۸ھ سے شعر کہتے ہیں، حضرت کیفیؔ سے تلمذ تھا، شاگردوں کی تعداد بھی خاصی ہے۔ عبدالحمید خیالؔ اور عبدالغفار پہلوانؔ آپ کے ممتاز شاگرد ہیں،

ہے اسکی راہ گزر میں اگرچہ میرا مکان　　ادہر سے جاتا ہی لیکن ادہر نہیں آتا
دل کسی شوخ کو کیوں دیکے پشیماں ہونا　　بے سبب کیوں ہدف ناوک مژگاں ہونا

جو کسی کو دیر کی لو لگی تو کسی نے کعبہ کی راہ لی
ترے در کی جس نے گدائی کی وہ اِدہر گیا نہ اُدہر گیا

مقصدؔ

سید عبدالحفیظ ——— سید عبدالرحیم شمسؔ کے فرزند اور سخنور مرحوم

کے نواسے ہیں، مجاہدالدین مجاہد سے تلمذ ہے۔ بیس ایک سال کی عمر ہے شعر خوب کہتے ہیں۔

تم سے میری خوشی نہیں ہوتی — نہیں ہوتی کبھی نہیں ہوتی
کیوں نہ شیشے سے مُواڑے ساقی — بند اسمیں پری نہیں ہوتی
مہر کی تم سے کیا توقع ہو — تم سے بیداد ہی نہیں ہوتی
رہی جاتی ہے قتل کی حسرت — دل کی پوری خوشی نہیں ہوتی

مکند گیر

حیدرآباد کے ایک روشن خیال ہندو بزرگ ہیں شعر خوب کہتے ہیں، بیدار ہی تخلص کرتے ہیں،

کسی کو دو نہ تم زنہار گالی — دیا کرتے ہیں ناہنجار گالی
ہے مارا چھی مگر گالی بُری ہے — کہ دلکو دیتی ہے آزار گالی
اگر کھل جائیگا مُنہ کا لیو نیر — زبان سے نکلے گی ہر بار گالی
یہ ہے زخمِ زباں اچھا نہ ہوگا — عزیزِ من ہے دل آزار گالی

ملا آل

عنایت علی قریشی —— حیدرآباد کے رہنے والے ہیں، شعر خوب کہتے ہیں، فلسفیانہ طبیعت پائی ہے۔ باز صاحب سے مشورہ کرتے ہیں،

نکتہ سنجی اسی کو کہتے ہیں — عشق پروردگار ہے اپنا

دو دن کی زندگی ہے کسطرح کاٹ دو — توا پنے منہ کو کہول نہ اپنی زباں اٹھا
میرے نالوں کا اثر اتنا تو ظاہر ہو گیا — بیوفا سر پیٹتا پردے سے باہر ہو گیا
خود ہی رہ گیر ہوں ہیں آپ ہی رہبر اپنا — اسکا گھر ڈہونڈہتا ہوں بہول گیا گھر اپنا

منیر

احمد منیر الدین ——— ٹیکمال ضلع میدک کے مشائخ گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ مولینا انوار اللہ خاں فضیلت جنگ کے شاگرد ہیں، تحصیلداری، وکالت، منصفی کر چکے۔ اب پیری مریدی میں مصروف ہیں۔ کہنہ مشق اور پُر گو شاعر ہیں۔

فکر یہ آغاز میں انجام کی — ہرزہ کاری ہے خیال خام کی
ذرا تھم کے چل آج باد مخالف — مضرت رساں گرم رفتاریاں ہیں
تہ خاک ہیں آب صافی کے چشمے — نہاں سنگ صحرا میں چنگاریاں ہیں
در پیر مغاں پر سر جو رکہا کھلگئے عقدے — یہی اک کارگر تدبیر تہی حل معما کی

منظور

منظور جنگ بہادر ——— (مرزا منظور احمد خاں) حیدر آباد ہی میں پیدا ہوئے اور یہیں تعلیم و تربیت پائی، سرکار عالی کے اول تعلقدار اور صرفخاص مبارک میں ناظم مخارج و نظم جمعیت رہے۔ شعر بھی خوب کہتے ہیں۔

وہ بہی دن تہا کہ تھے ہم صاحب اعزاز و قار — نہ حکومت کا ٹھکانا نہ تہا دولت کا شمار

ہو گئی کایا پلٹ چار ہی دن میں ایسی
گانٹھ میں کوڑی نہیں تن پہ نہیں ہم کو تار

اللہ کی قدرت کا کرشمہ دیکھو
افلاس و فلاکت کا تماشا دیکھو

جو قوم جوانی میں تھی رشک اقوام
آج اسکی مصیبت کا بڑھاپا دیکھو

منظور

سید علی ـــــ ۱۳۱۴ھ میں تولد ہوئے مدرسہ نظامیہ اور دار العلوم میں تعلیم پائی ۱۹۲۶ء میں منشی فاضل کامیاب کیا، بچپن سے شعر کہتے ہیں، محمد احمد واصل، شمسی اور المعی سے مشورہ کرتے رہے نظم بڑی اچھی کہتے ہیں۔

نا امیدی میں بھی رہ رہکے خیال آتا ہے
اب بلایا ہے مجھے اس شوخ نے اب یاد کیا

یہ ہنسی اور بڑھائے گی مری دل کی تڑپ
اپنی دانست میں تم نے تو مجھے شاد کیا

ہے طرب آموز دل ذوق نگاہ
دیدنی مجھ کو ہر اک منظر ملا

میری مستیاں سمجھیں تری شوخیاں جانیں
تو نے کیا لیا مجھسے میں نے تجھسے کیا پایا

مہر

صاحبزادے میر آفتاب علیخاں ـــــ حیدرآباد کے ذی علم اور خاندانی بزرگ نظام کالج کے پروفیسر اُستاد داغ کے قدیم شاگرد ہیں، حیدرآباد کے بہترین شعراء میں شمار ہوتا ہے۔

اسطرح کی شوخیاں گر آپ کرتے جائینگے
مرنیوالے موت سے پہلے ہی مرتے جائینگے

لٹنے والے دلکے بھولیں گے نہ تیری یاد کو — بستیاں اُجڑی ہوئی آباد کرتے جائینگے
چاہنے والے چھپائیں لاکھ اپنا دردِ عشق — رنگ اُڑتے جائینگے چہرے اُترتے جائینگے
حشر میں خاموش جانیسے بھلا کیا فائدہ — تم ستاتے جاؤ ہم فریاد کرتے جائینگے

موجد

محمد حسین ـــــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور صدر محاسبی سرکار عالی کے صیغہ دار ہیں، شعر خوب کہتے ہیں،

جس کو دیکھو بنا ہوا ہے غنی — شاہِ عثماں کی دُرفشانی سے
شہ کو دائم نصیب ہو راحت — عشرت و عیش و کامرانی سے

مونس

مونس احمد ـــــــ اُستاد جلیل کے فرزند ہیں پہلے وکالت کرتے تھے اب "آئینہ ادب" کے نام سے ایک ماہوار رسالہ نکالتے ہیں شعر بھی خوب کہتے ہیں،

محفلیں گرم ہوئیں اب عیش منانے کیلئے — جشنِ سیمیں ہی دولت ہے زمانے کیلئے
زلف کے واسطے لیلو دلِ صد چاک میرا — بگڑی بیٹھی ہے بہت دیر سے شانے کیلئے
روز آتی ہے صبا انکا اشارا پاکر — شمع تربت میری دامن سے بجھانے کیلئے
غش جو آیا ہے عنادل کو تو دیتی ہے صبا — دامنِ گل کی ہوا ہوش میں لانے کیلئے

مہدی

محمد مہدی ـــــــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور بڑے اچھے شاعر ہیں غزل خوب کہتے ہیں،

خاطرِ ناشاد اپنی شاد کرتا ہے کوئی
آج رہ رہ کر تجھے پھر یاد کرتا ہے کوئی

کچھ نظر سے کچھ تبسم سے گرا کر بجلیاں
دل کی دُنیا کو میری آباد کرتا ہے کوئی

کھا رہا ہے پھر فریبِ عہد و پیمانِ شوق
اک جہان آرزو آباد کرتا ہے کوئی

کچھ خبر بھی ہے کسی کی بھولنے والے تجھے
مرتے مرتے بھی تجھی کو یاد کرتا ہے کوئی

مہدی علی صدیقی

جامعہ عثمانیہ کے طالب العلم ہیں ۱۹۳۱ء میں مجلہ عثمانیہ کے حصۂ انگریزی کے مدیر رہے، شعر خوب کہتے ہیں،

صاحبِ تخت و صاحبِ افسر
در بدر پھر رہے ہیں خاک بسر

حسنِ تدبیر ہے نہ عزمِ عمل
اور الزام سارا قسمت پر

فکرِ اصلاحِ ملک و سطوت ہیچ
بے بری بے زری و عزمِ سفر

کوششوں میں شہید ہو جانا
زندگی سے یہ موت ہے بہتر

مالکِ شہرتِ دوام ہوئے
قاعدِ مصر و غازیٔ انور

نام زندہ ہیں اہلِ ہمت کے
موت سے گو نہیں کسی کو مفر

خضر کی عمر تنگ نادر ہے
آبِ حیوان نثارِ اسکندر

میکش

میر محمد علیخاں ـــــ صاحبزادے اور جامعہ عثمانیہ کے طیلسانی ہیں، نظم اور نثر دونوں اچھی لکھتے ہیں، غزل بھی خوب کہتے ہیں، طبیعت میں ایک خاص بات ہے،

میری محبوبیت کو گرما کر ہنسے
برق سی ہونٹوں پہ لہرا کر ہنسے

ہنس کے دیکھا دیکھ کر تڑپا دیا
دیکھنے والے کو تڑپا کر ہنسے

کچھ تکلّف سے گرائی برق بھی
جب ہنسی آئی تو شرما کر ہنسے

میرے ملنے سے نہ جانے کیا ملا
آنکھ میں اشکِ خوشی لا کر ہنسے

کھل گئی ساری حقیقت جور کی
اپنی بے مہری پہ پچھتا کر ہنسے

مجھ کو جب دیکھا تو آنسو بہہ گئے
میں نے جب دیکھا تو گھبرا کر ہنسے

اک تبسم تھا مرے ہر اشک میں
جب مرے نزدیک وہ آ کر ہنسے

مسکراہٹ ہے کہ پیغام حیات
زندگی پائی جو وہ آ کر ہنسے

دستِ نازک میرے شانے پر رکھا
بجلیاں رگ رگ میں دوڑا کر ہنسے

ن

نائبؔ

عبدالستار —— جامعۂ عثمانیہ کے ایم، اے۔ دارالترجمہ میں ملازم ہیں، شعر بھی اچھے کہتے ہیں،

اس کی وحدت میں نظر آتا ہے رازِ کثرت
کچھ تعجب نہیں ذرّہ کا بیاباں ہونا

وہ اگر چاہے تو دشوار نہیں ہے یہ بھی
مورِ کم مایہ کا ممکن ہے سلیماں ہونا

مر کے بھی ہم درِ جاناں پہ نہ جائینگے کبھی
وضع سے دُور ہے منت کشِ درباں ہونا

مر کے جینے کی یہ تمثیل بہت اچھی ہے
تخم کا دیکھ لے تو خاک میں پنہاں ہونا

ناچیزؔ

خواجہ محبوب علیشاہ —— حیدرآباد کے رہنے والے مشائخ بزرگ اور شاعر ہیں نعت اچھی کہتے ہیں،

مرحبا شوقِ زیارت ہے فزوں تر اپنا
حبّذا ہے سفرِ طیبہ مقرر اپنا

یاد فرماتے ہیں سرکار یہی باعث ہے
نظر آتا ہے بیاباں کی طرح گھر اپنا

اپنی کملی میں چھپالیں گے چھپانے والے ‌ ‌ ‌ ‌ قابلِ دید ہے آنا سرِ محشر اپنا

ناداںؔ

امراؤ مرزا ـــــــ استاد داغؔ کے برادر زادے تھے استاد داغؔ کے حیدرآباد آنے کے بعد یہ بھی آ رہے اور ایسے آئے کہ یہیں کے ہو گئے، نہایت اچھے شاعر تھے لاابالی رندمنش اور مرنجان مرنج تھے غزل بڑی اچھی کہتے تھے افسوس ہے کہ آپ کا پورا کلام دوسروں کے نام سے شہرت پایا، تقریباً بارہ سال ہوئے کہ حیدرآباد ہی میں انتقال کیا،

جو زہد پر تجھے زاہد غرور ہوتا ہے ‌ ‌ ‌ ‌ ثواب کر کے بھی رحمت سے دُور ہوتا ہے
کبھی اُداس طبیعت کبھی اُچاٹ ہے دل ‌ ‌ ‌ ‌ یہ حال تم جو نہ آؤ ضرور ہوتا ہے
کہاں سے صبح کو آتا ہے روز ای مدہوش ‌ ‌ ‌ ‌ اڑا ہوا ترے چہرے کا نور ہوتا ہے
بتوں کو دیکھ کے ایمان سے بتا واعظ ‌ ‌ ‌ ‌ یہ ڈیل ڈول یہ انداز حور ہوتا ہے
یہ پی پلا کے جو کرتا ہے توبہ لے ناداںؔ ‌ ‌ ‌ ‌ امیدوار شراب طہور ہوتا ہے

ناطقؔ

مرزا احمد بیگ ـــــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور بڑے اچھے شاعر ہیں،

عمر بھر لائیگا دکھڑا نہ زبان پر اپنا ‌ ‌ ‌ ‌ کاش سن لے کوئی حالِ دلِ مضطر اپنا
ہے یہی عالم حرماں تو خدا حافظ ہے ‌ ‌ ‌ ‌ کیا عجب اور بھی کچھ حال ہو ابتر اپنا

شکوہ کیسا کہ زبان پہ ہی لگی مہر سکوت — اور ہے بار امانت سے نگوں سر اپنا

ناظم

میر محمد علیخاں ——— نواب صولت جنگ عابد کے ہمشیر زادے اور حضرت ناصر کے فرزند تھے ۱۳۰۰؁ھ میں پیدا ہوئے حیدرآباد ہی میں تعلیم و تربیت پائی، فارسی کلام ترکی کو اور اردو استاد داغ کو دکھانے لگے صرفخاص میں ملازم تھے مگر آخر عمر میں مستعفی ہو کر فقیر ہو گئے اور ۱۳۵۴؁ھ میں انتقال کیا، آپ کے شاگردوں کی ایک کثیر تعداد ہے۔

ذرا سے دلکو دعویٰ ہی بڑا عشق و محبت کا — الٰہی یہ بھی ادنیٰ ہی کرشمہ تری قدرت کا
ہوا ہی اب تو یہ نقشہ عزیزوں کی محبت کا — کہ ہوتا ہی گماں صبح وطن پر شام غربت کا
ملے کیا خاک پوری طرح سے راحت زمانہ میں — کہ لکھا تک نہیں جاتا ہی ملکر لفظ راحت کا
جبیں پر ہے شکن ابرو پہ بل آنکھوں میں غصہ ہے — بنا ہی کیا برا نقشہ تمھاری اچھی صورت کا

ناظم

عبدالمقتدر خاں ——— حیدرآباد کے قدیم اور شریف گھرانے سے ہیں ہائیکورٹ کے وکیل اور نہایت زندہ دل، ملنسار، شاعر ہیں غزل اور نعت خوب کہتے ہیں،

سارے نبیوں میں ہے ممتاز پیمبر اپنا — ساری مخلوق سے افضل ہی پیمبر اپنا
اپنے خمخانۂ توحید سے دے جام پہ جام — سب کو سرشار بنا ساقی کوثر اپنا

دراقدس پہ جبیں رکھ کے بصد عجز و نیاز　　　حال سب انکو سنا اے دلِ مضطر اپنا
دفترِ حسنِ عمل اک ورق سادہ ہے　　　مُنہ دکھانے کا نہیں ہی سرِ محشر اپنا

ناظم

ظہور الحسن ——— سیوہارہ ضلع بجنور کے رہنے والے اور عالم و فاضل بزرگ ہیں دس بارہ سال سے حیدرآباد میں ہیں، حدیث، فقہ، تاریخ وغیرہ پر کئی ایک تصانیف شائع کرچکے ہیں، شعر بھی خوب کہتے ہیں۔ تاریخ گوئی میں بڑا کمال ہے، لمبے لمبے قصائد ایسے کہتے ہیں جن کے مصرعوں میں کئی کئی تاریخیں نکلتی ہیں، بڑی خوبیوں کے بزرگ ہیں،

پیمبر اسکا حامی ہو خدا اسکا نگہباں ہو　　　فریدوں فر ہو جم شوکت ہو ثانی سلیماں ہو
ملے عمر خضر بخت سکندر دولت کسریٰ　　　الٰہی میر عثمان علی خاں شاہ شاہاں ہو
جبتک فلک پہ گردشِ خورشید و ماہ ہو　　　جبتک کہ سطح ارض پہ پیدا گیاہ ہو
ناظم کی یہ دعا ہی بصد حشمت و جلال　　　دُنیا ہو یارب اور میرا بادشاہ ہو

ناظر

بابالال ——— راجہ گردھاری پرشاد باقی کے نواسے اور راجہ نرسنگ راج عالی کے ہمشیر زادے تھے، تائب لکھنوی سے تلمذ تھا، شعر بڑے اچھے کہتے تھے۔

کئی دن سے نہیں ملتا ہے دل　　　نہیں معلوم کس نے لے لیا دل

اگر وہ لے گئے دل کچھ نہیں غم　　خدا سے مانگ لیں گے دوسرا دل
ہوئے جب غیر سے گرم سخن وہ　　بھڑک اُٹھا کلیجہ پھنک گیا دل
یہ سودا کس کی الفت کا ہوا ہے　　بکا جاتا ہے بے داموں مرا دل

نامی

سید عبدالغفور خاں ——— حیدرآباد کے قدیم اور شریف گھرانے کے بزرگ اور نواب لطف الدولہ بہادر مرحوم کی پائیگاہ کے ناظم امور مذہبی ہیں، طبیعت بڑی اچھی پائی ہے خوب شعر کہتے ہیں۔

میں جان سے گیا تمہیں رنج و محن ہوا　　کیا خوب میری جان کا غم جانِ من ہوا
کافر کی ضد تو دیکھو مسلمان ہو گیا　　میں اپنا دین چھوڑ کے جب برہمن ہوا
قبضے میں جو نہیں ہے وہ کس کام کا ہے مال　　کیا ہمکو اس سے کوئی اگر سیم تن ہوا
کوئی تمہاری چال چھپائے نہ چھپ سکی　　رُسوا زمانہ بھر میں تمہارا چلن ہوا

نامی گوہ سوار

دکن کے رہنے والے اور بڑے اچھے شاعر ہیں مذاق بہت ستھرا ہے، شعر خوب کہتے ہیں،

جسمیں پھرتی ہو خزاں اب وہ گلستاں ہم ہیں　　جسمیں چلتے ہیں بگولے وہ بیاباں ہم ہیں
باعث ننگِ جہاں مورد آلام جہاں　　سچ اگر پوچھیے دُنیا میں وہ انسان ہم ہیں

نواب محمد نجیب الدین خاں ـــــــ غرۂ شوال سنہ ۱۳۳۰ھ کو تولد ہوئے نواب شمس الملک ظفر جنگ کے فرزند ہیں، نہایت زندہ دل روشن خیال، نیک نفس امیر ہیں، شعر بھی خوب کہتے ہیں۔

سجھ کے ہم نے دربار بے خیالی میں — گھسی ہے کعبہ کی دہلیز پر جبیں برسوں
کبھی نصیب نہ ہوگی شبِ وصال اے دل — رہیں گے ہجر کے دن دیکھتا یونہیں برسوں

ہمنشیں رہتا ہی ہر وقت تصور تیرا — حوصلہ کیوں نہ بڑھے پھر مری تنہائی کا
کوئی دیوانہ کہے یا کوئی سودائی کہے — کچھ ہوا اک نام تو مشہور ہے شیدائی کا

نسیم

سلطان محی الدین خاں ـــــــ نواب محمد مسیح الدینخاں بہادر مرحوم کے فرزند ہیں حیدرآباد ہی میں پیدا ہوئے اور یہیں تعلیم و تربیت پائی شعر بھی خوب کہتے ہیں۔ قادر الدینخاں تمکین کے بھائی ہیں۔

مدعا ہے یہ سرِ راہ تمنائی کا — کاش جلوہ نظر آئے تری رعنائی کا
او تقاضائے جنوں رحم کہ گھبراتا ہوں — چھوٹ جائے کہیں دامن نہ شکیبائی کا

نشتر

عبد الجلیل ـــــــ جامعہ عثمانیہ کے بی۔ اے اور سررشتۂ ٹپہ کے ناظر (انسپکٹر) ہیں، شعر بڑے اچھے کہتے ہیں، غالب پسندوں کے لئے ایک

نثار

سید علی الحسن ــــــ مشائخ گھرانے کے بزرگ ہیں حیدرآباد کے شطاری خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، شعر بھی خوب کہتے ہیں۔

جنت میں بادہ کش ہی جائینگے سب سے اول　　محشر میں سب سے پہلے ان کا حساب ہوگا
ہم دل جلوں کو کیا غم تاریکی لحد کا　　یہ داغ دل ہمارا اک آفتاب ہوگا

نجم

محمد احمد صدیقی ــــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور خاصے شاعر ہیں،

زخم جگر پھر از سرِ نو تازہ ہو گئے　　سرسبز پھر بہار سے سارا چمن ہوا
مدت کے بعد آج وہ آئے ہیں میرے گھر　　ماتم کدہ غریب کا رشک چمن ہوا

نجم

نجم الدین انصاری ــــــ بی، اے۔ ایچ، سی، ایس، نہایت کامیاب شاعر اور صاحبِ ذوق ہیں۔

تمہارے ہجر میں یہاں جان پر بنی رضیہ　　تمہاری یاد کی جو ہوک دل میں اُٹھتی ہے
وہ کرتی ہی مجھے خود اپنے آپ سے باہر　　پھر ایسے وقت میں کیا خاک سوجھتا مجھ کو
سوائے اسکے کہ رسموں کی بیڑیاں کاٹوں　　جلوں میں پھاڑ کے کپڑوں کو جانبِ صحرا
تمہارے نام کے واں اسطرح بھروں نعرے　　تمام بستی وہ ویرانہ ایک کر ڈالوں

نظم کہی ہے جو محض بے معنیٰ اور فقط شوکت الفاظ سے مملو ہے،

دہوم مسرت سے ہے آج لڑ گئے داماں کے پہول ۔۔۔ سہرہ یہی سہرے کا تاج پہلو میں جاناں کے پہول
دیکہئے پہولوں کا رنگ عالم حیرت ہی دنگ ۔۔۔ حسن جہاں کی امنگ عارض تاباں کے پہول
اُف ری وہ روشن جبیں آنکھ جہپکتی نہیں ۔۔۔ گر نہ پڑے تا کہیں جنبش مژگاں کے پہول
نرگس بیمار دل دیکھ کے ہے منفعل ۔۔۔ چہرۂ خوباں کے تل دیدۂ حیراں کے پہول

نشتر

محمد شریف ——— حیدرآباد کے باشندے اور بڑے اچھے شاعر ہیں،

مہر سے بڑھ کے نہ کیوں چمکے مقدر اپنا ۔۔۔ جلوہ دکھلائیں رسول عربی گر اپنا
پھر تو کیا پوچھنا ہے عرصۂ محشر اپنا ۔۔۔ مصطفیٰ اپنے ہیں اور خالق اکبر اپنا
اس کی سوتی ہوئی تقدیر جگا دیتی ہیں ۔۔۔ جس کو دکھلاتے ہیں حضرت رخ انور اپنا
کب بلائینگے دکن سے ہمیں طیبہ کو حضور! ۔۔۔ کب کھلے گا نہیں معلوم مقدر اپنا

نظم

سید علی حیدر ——— نواب حیدر یار جنگ بہادر طباطبائی ۱۲۷۰ھ میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے، اودھ کے ایک مشہور اور ممتاز گھرانے کے عالم فاضل بزرگ تھے، حیدرآباد کو وطن بنا لیا تھا۔ مئی/محرم ۱۹۳۳ء/۱۳۵۲ھ میں حیدرآباد ہی میں انتقال کیا، نظم طباطبائی اور صورت تغزل دیوان اور ایک شرح دیوان غالب اور بعض چھوٹی چھوٹی کتابیں یادگار ہیں، نہایت زندہ دل

لطیفہ پسند نیک طبیعت بزرگ تھے، غزل اور قصیدہ بڑا اچھا کہتے تھے۔ انگریزی نظم کا ترجمہ نظم میں بھی خوب کرتے تھے، ریختی بھی خوب کہتے تھے،

جلے ہیں غیر کیا کیا جب میری خلوت سے وہ نکلے
پریشاں باندھ کر جوڑا ڈوپٹا اوڑھ کر الٹا

کھلے دو پھول نیلوفر کے آنکھیں اپنی جو کھولیں
ستم کیسا کیا شہر ہا کے ہاتھوں سے جو مل ڈالا

وہ کھلیں کلیاں وہ مہکی پھول دے جلدی شراب
وہ ہوا آئی وہ ساقی ابر تر پیدا ہوا

دیکھا نشتر کوئی کاری تو زبانِ منت
دیکھا پتھر کوئی بھاری تو وہ احسان دیکھا

نظم

ٹھاکر پرشاد ——— حیدرآباد کے شرفا سے اور تائب لکھنوی کے شاگرد تھے شعر بڑے اچھے کہتے تھے،

کسی پر ہو گیا جب سے فدا دل
نہیں قابو میں ہے میرے مرا دل

جب اسکا اور میرا مل گیا دل
عدو کا رشک سے ٹکڑے ہوا دل

رہوں محو تماشائے حقیقت
الٰہی کر دے تو ایسا مرا دل

کبھی لیتے کبھی دیتے ہیں واپس
کھلونا بن گیا ان کو مرا دل

نظمی

میر نظام الدین علیخاں ——— نواب احتشام جنگ بہادر کے پوتے اور صاحبزادوں میں سے ہیں، اردو و فارسی کی تعلیم پائی ہے پچیس چھبیس سال

کی عمر ہے شعر بڑے اچھے کہتے ہیں،

افسوس دل لگاکے ہم اس سنگدل کیساتھ | بیٹھے بٹھائے ہوگئے بدنام چار میں
آپ کے عشق نے پابند کیا ہی مجھ کو | میں تو ابتک کسی آفت میں گرفتار نہ تھا
خط پہ خط میرے نام آتے ہیں | روزان کے پیام آتے ہیں
دوست دنیا میں ہیں وہی نظمی | جو مصیبت میں کام آتے ہیں

نوازؔ

نوازش حسین ـــــــ ۱۳۳۲ھ میں تولد ہوئے حیدرآباد ہی میں تعلیم و تربیت پائی، شعر بڑے اچھے کہتے ہیں اُستاد جلیل سے مشورہ کرتے ہیں طبیعت بڑی اچھی پائی ہے، راقم الحروف کے کرم فرما اور دوست ہیں،

نوازؔ بھی ہے عجب بلبل ریاض وفا | یہی ہیں تذکرے لیل و نہار پھولوں میں
کوہ کا کاٹنا فرہاد کا حصہ تھا مگر | دن مصیبت کے بتاؤ کوئی کیونکر کاٹے
جتنے ہیں پھول سب کے گریباں ہیں چاک چاک | کیسا پڑا ہے ہاتھ نسیم بہار کا
جی رہا ہوں اسی تمنا میں | کبھی پوچھوگے مدعا کیا ہے
چال ان کی ہے ایسی مستانہ | جیسے پی کر کوئی شراب چلے
غیر کے گھر وہ مجھ سے شرما کر | رخ پہ ڈالے ہوئے نقاب چلے
کیا ماجرائے غم ہو بیاں انکے سامنے | سب حال جانتے ہیں مگر بولتے نہیں
خالی ظروف ہی سے صدا آتی ہے نوازؔ | سفلوں کے آگے اہل ہنر بولتے نہیں



نوازش حسین - نواز

نور

نور الحق ـــــــ حیدر آباد کے رہنے والے ہیں خوب شعر کہتے ہیں

جوبلی آئی ہے رنگ اپنا جمانے کیلئے
باغِ عالم میں گُل عیش کھلانے کیلئے

تہنیت لب پہ ہی پھرتی ہی نسیم سحری
خادمانِ درِ شاہی کو سنانے کیلئے

مشتری زہرہ بھی باساز طرب آئی ہیں
شادیانے درِ دولت پہ بجانے کیلئے

میر عثمان علیخاں سے ہی شانِ اسلام
قابلِ فخر یہ ہستی ہے زمانے کیلئے

نور

محمد شاہ نور خاں ـــــــ نقشبندیہ گھرانے سے اور حیدر آباد کے رہنے والے ہیں شعر بھی خوب کہتے ہیں

حضور آصف سابع ہیں ہم پہ مہرباں کیا کیا
رہِ دل سے دعا دیتا ہی ہر پیر و جواں کیا کیا

ترو تازہ تجھی سے گلشنِ اسلام ہی شاہا!
تجھی سے فیض کے چشمے ہوئے ہر سو رواں کیا کیا

نہ بھولیں گے قیامت تک تری ذرہ نوازی کو
ہمارے حال پر ہیں تیرے لطف بیکراں کیا کیا

ادا کیا مجھ سے مدحت ہو تری ای آصفِ سابع
ترے اوصاف عالی کو کرے کوئی بیاں کیا کیا

نور

محمد نور الدینخاں ـــــــ حیدر آباد کے قدیم خاندان کے فرد ہیں، شعر بھی خوب کہتے ہیں،

ہمصفیرانِ چمن نے ٹھان لی پرواز کی
اب چمن باقی رہے یا آشیاں برباد ہو

خوگر رنج و الم ہوں میں سراپا درد ہوں　　تو ستم سے کام لے یا بر سر بیداد ہو

نور

سید عبدالکریم ـــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور اچھے شاعر ہیں توفیق سے تلمذ تھا،

کہدو اے رہروانِ ملک عدم　　کس قدر دور ہو کہاں ہو تم
کس حکومت کی سرزمین ہے وہ　　نام کیا اس کا ہے جہاں ہو تم
بے ٹھکانا ہو یا ٹھکانا ہے　　ہے مکاں یا کہ بے مکاں ہو تم
یا ہو لطف آشنائے فصلِ بہار　　یا ستم دیدۂ خزاں ہو تم
کیوں خموشی پسند ہے تم کو　　ہے زباں یا کہ بے زباں ہو تم

نوری

نور اللہ محمد ـــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور "مدرسہ وسطانیہ اردو" کے مدرس اور شاعر ہیں، حال ہی میں ایک کتاب "داغ" شائع کی ہے،

بلند میکدے میں ہے صدائے نا و نوش　　ہے کوئی بیخود و سرشار اور کوئی مدہوش
پلا دے وہ مے دیرینہ اے مرے ساقی　　فسردہ طبع میں پیدا ہو جس سے جوش و خروش

نہار

سید محمد علی ـــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور اچھے شاعر ہیں،

ساقیا تیری مہربانی سے　　مست ہوں جام ارغوانی سے

چشم تر نے یہ فیض بخشی کی — آگ دل کی بجھی ہے پانی سے

نیساں

حکیم میر ثامن علی ——— حیدرآباد کے رہنے والے اور اچھے شاعر ہیں،

زہر دیدو تم اسے آج دوا سے پہلے — کام بیمار کا آخر ہو شفا سے پہلے

جتنا جی چاہے ستم بعد میں تم ڈھا لینا — دل تو لے لو مری جاں ناز و ادا سے پہلے

ہاتھ آ لے وہ اگر نکلے تمنا دل کی — جستجو مجھ کو اثر کی ہے دعا سے پہلے

سلسلہ
زاویہ ادبیہ
دکن
حیدرآباد

سخنوران دکن

و

واثق

ارشاد حسین ——— حیدرآباد کے اچھے شعراء میں سے ہیں اکثر مشاعروں میں پڑھتے ہیں، شعر خوب کہتے ہیں،

دیکھ لے آج پلا کر مجھے اے ساقی — ذرۂ خاک کا خورشید درخشاں ہونا
مجھ کو لینا ہی پڑا خون کا دعویٰ واپس — حشر تھا حشر میں قاتل کا پشیماں ہونا

وارث

عبدالوارث خاں ——— موروثی بخشی گیری کی خدمت سے سرفراز اور اُستاد داغ کے شاگرد ہیں، شعر بہت اچھے کہتے ہیں،

شعاع مہر سے رنگ اسکا ہو گیا کالا — جو رخ پہ بکھری رہی زلف عنبریں برسوں
سمجھا زاہد نے بھی محراب عبادت اسکو — سجدہ گہ بنگیا پرتو تیری انگڑائی کا
کر دیا میری نگاہوں میں زمانہ تاریک — مُنہ ہو کالا کہیں یارب شب تنہائی کا

واصل

صاحبزادہ میر قادر علیخاں ـــــــ نواب صلابت جنگ بہادر کی اولاد سے اور محکمۂ مال میں غالباً تحصیلدار ہیں شعر بھی خوب کہتے ہیں،

اسکے مژگاں کے قریں گیسو خمدار بھی ہے ، پاس جلّاد کے خنجر بھی ہے تلوار بھی ہے
کیسی اللہ کی رحمت ہے یہ مجھ عاصی پر ، یار بھی ساقی و بادہ بھی ہے گلزار بھی ہے

واصف

محمد علی ـــــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور محکمۂ نظم جمعیت میں صیغہ دار تھے، حفیظ الدین یاس سے تلمذ تھا، ۲۱ آبان ۱۳۴۱ف کو انتقال کیا، بڑے اچھے شاعر تھے،

زمانہ کا جب داؤں چل جائیگا ، غرورِ دوروزہ نکل جائیگا
یہ مہمان ہے آج کل جائیگا ، جوانی کا جوبن جو ڈہل جائیگا
حسینوں کا نقشہ بدل جائیگا

واصفی

سید عبد الصمد ـــــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور کہنہ مشق شاعر ہیں، اُستاد داغ کے شاگرد ہیں شعر بڑے اچھے کہتے ہیں، پچاس سال سے متجاوز عمر ہے،

سر اپنا کعبہ کے در پر بھی مدتوں رگڑا ، بتوں کے در پہ بھی گھستے رہی جبیں برسوں

وہ بیقرار ہوں مجھکو کرینگے دفن جہاں تو زلزلے میں رہیگی وہ سرزمیں برسوں
لیکے تم جسکو ملا کرتے ہو بیدردی سے وہ نہیں غنچۂ گل، دل ہے تمنائی کا
وقت مینوشی ہمارے کام میں تھے دونوں ہاتھ دست ساقی ایک میں اور ایک میں پیمانہ تھا

واقف

داؤد علیخاں ــــــ حیدرآباد کے شرفا اور قدما سے ہیں بڑی کہنہ مشق اور اچھے شاعر ہیں، شعر خوب کہتے ہیں،

گل شمع شبستاں کو ہوا کرکے چلی ہے زخم دلِ سوزاں کو ہرا کرکے چلی ہے
چھوڑا یہ نیا بادِ بہاری نے شگوفہ دامن سے گریباں کو جدا کرکے چلی ہے
سرمایۂ نازش ہو نہ کیوں یاد تمہاری صد شکر کہ ایمان کو بنا کرکے چلی ہے
اک خنجر بیداد ہے یا بادِ خزاں ہے نقش گل ریحاں کو فنا کرکے چلی ہے

وجد

سکندر علی ــــــ حیدرآباد کے رہنے والے جامعہ عثمانیہ کے بی۔ اے ہیں شعر خوب کہتے ہیں، طبیعت بڑی اچھی پائی ہے۔

مطلب میری رونے کا جو پا جائے ستم ہے وہ شوخ جو ایسے میں چلا آئے ستم ہے
دنیائے محبت میں پرستار محبت ناکردہ گناہوں کی سزا پائے ستم ہے
ہر حال میں اک آفتِ جاں ہے وہ ستمگر آئے تو غضب اور نہ آئے تو ستم ہے
نگاہوں میں دل میں سمائے چلا جا یونہی میری ہستی پہ چھائے چلا جا

زمانے پہ پھر بے خودی چھا رہی ہے
خودی کا ترانہ سُنائے چلا جا
ہے ذوق نظر معرضِ گفتگو میں
ذرا رُخ سے آنچل ہٹائے چلا جا
ابھی زندگی کے ہیں کچھ سانس باقی
چراغِ سحر جھلملائے چلا جا
تری ضو سے ہے ہستیٔ وحید روشن
مرے داغ دل جگمگائے چلا جا

وجودی

سید بادشاہ محی الدین قادری ـــــــ حیدرآباد کے قدما اور شرفا سے ہیں قادریہ گھرانے کے بزرگ اور شمسیہ گھرانے سے صاحب خرقہ و خلافت ہیں،

یہی اسکی ہے بقا تجھ میں فنا ہو جانا
ورنہ دشوار ہے بندے کا خدا ہو جانا
یونہی تقدیر تھی قسمت کا لکھا ہو جانا
آنکھ کی طرح سے ملتے ہی جدا ہو جانا
زندگی ہے تو قیامت بھی کوئی دور نہیں
دیکھ لیں گے تیرے وعدہ کا وفا ہو جانا
ذوق دیوانگی جوش جنوں کیا کہنا
جان دینے کو سمجھتا ہوں رہا ہو جانا

وحید

سید وحید اللہ قادری ـــــــ ۱۳۱۹ھ میں پیدا ہوئے، تلنگنڈہ کے رہنے والے سررشتہ تعلیمات سرکارعالی سے ملازمتی تعلق ہے حضرت توفیق مرحوم سے تلمذ تھا۔ شعر اچھے کہتے ہیں،

آنکھ ساغر سے مری جاں لڑاتے کیوں ہو
بجلیاں ہوش پہ رندوں کے گراتے کیوں ہو
رکھ کے سینہ پہ مرے دستِ حنائی اپنا
آگ جذبات کی دُنیا میں لگاتے کیوں ہو

تم نے جو آرزو کا میری خون کر دیا
رنگین اور شوق کا مضمون کر دیا
ملحوظ رکھ کے ذوق کو قلب شہید کے
اک لالہ زار میں اسے مدفون کر دیا

وحید

محمد عبد الوحید —— محمد عبد الغفور صاحب مرحوم کے فرزند، شریف اور باعزت گھرانے سے ہیں حیدرآباد ہی میں پیدا ہوئے اور تعلیم و تربیت پائی فارسی اردو دونوں زبانوں میں شعر خوب کہتے ہیں، دفتر دیوانی کے منتظم ہیں فارسی میں قدسی تخلص کرتے ہیں،

عشق میں رنج و الم پیہم رہے
عمر بھر ہم مبتلائے غم رہے
اور کیا یہ کشتۂ تیغ جفا لیجائیں گے
شکوۂ جور بتاں پیش خدا لیجائیں گے
چشم پرخوں آہ سوزاں دل طپاں داغ فراق
اور کیا دنیا سے تیرے مبتلا لیجائیں گے
عشق کا سب سے نرالا ڈھنگ ہے
آہ ہیں جوش جنوں کا رنگ ہے

وحید

خواجہ محمد وحید الدین خاں —— حیدرآباد کے قدیم اور شریف گھرانے سے ہیں محکمۂ آبکاری کے انسپکٹر ہیں، خوب شعر کہتے ہیں،

منتظر ہم بھی تھے اسدن کے خدا دکھلایا
شہ کی ہی سالگرہ جشن کا دربار بھی ہے
دیکھیئے منزل مقصود کو پہونچوں کیونکر
آبلہ پا بھی ہوں اور راستہ پرخار بھی ہے

وفاؔ

رکن الدین احمد ——— نواب عزیز جنگ بہادر ولاؔ مرحوم کے صاحبزادے اور مددگار صدر محاسب سرکار عالی ہیں، شعر بھی خوب کہتے ہیں، نہایت زندہ دل خوش خلق نیک نفس جوان العمر شاعر ہیں،

کس شان سے آئی ہے بہار اب کے دکن میں
رنگ اور ہی آتا ہے نظر آج چمن میں

یہ جوبلی کا جشن منانا ہو مبارک
جس سے ہے خوشی عید کی ہر سمت وطن میں

چشمے تری فیاضی کے کس جا نہیں جاری
ایران میں توران میں اور شام و یمن میں

ہیں مثل مہ و خور ترے اوصاف درخشاں
تو آنکھ کا تارا ہے سلاطین زمن میں،

وفاؔ

غلام محمد انصاری ——— مولوی غلام محمود انصاری کے فرزند ہیں آپ کے اجداد شاہان عادل شاہیہ کے متوسل تھے، ابتداً آپ کے دادا حیدرآباد تشریف لائے اور بحیل جمعدار سندھی کے پاس نائب تحصیلدار مقرر ہوئے، آپ کے والد عالم و فاضل اور نہایت اچھے خطاط تھے جن کے سینکڑوں شاگرد تھے، آپ کی ولادت حیدرآباد ہی میں ہوئی اپنے والد ہی سے عربی اور فارسی کی تعلیم پائی اور خطاطی سیکھی، بچپن ہی سے شعر و سخن اور کاپی نویسی کا شوق تھا احمد علی صاحب کاتب مطبع مفید دکن اور مولوی سید احمد انورؔ خوش نویس معتمدی فینانس سے اس فن کو سیکھا اور مختلف مطبعوں میں کام کرنے کے بعد

تاج پریس کے نام سے اپنا ذاتی مطبع قائم کرلیا جو اب تک کامیابی سے چل رہا ہے، حیدرآباد میں فائن آرٹ پرنٹنگ اور لیتھو کی رنگین تصویروں کی ابتدا آپ ہی نے کی اور لکھائی چھپائی کا ایک ذوق پیدا کر دیا، بیدر گزٹ اور عثمان گزٹ کی ادارت بھی مدت تک کی کئی ایک اسٹیج کے ڈرامے لکھے جو بہت کامیاب اور مقبول ہوئے آجکل ایک دکنی محاورات کا لغات مرتب کر رہے ہیں، رسالہ تاج دو دفعہ جاری کیا اور بڑی محنت و عمدگی سے چلایا مگر دونوں دفعہ بھی خاصا نقصان برداشت کرنا پڑا۔

ابتداً نظم کہتے تھے مگر بعد میں غزل گوئی شروع کی اور اب رباعی پر اتر آئے ہیں رشید کے رنگ کی رباعیاں بڑی اچھی کہتے ہیں جملہ اصناف سخن پر عبور ہے فکاہیہ بھی خوب کہتے ہیں پختہ مشق طبیعت دار، زندہ دل، یار باش، شاعر ہیں۔ راقم الحروف سے بھی خلوص ہے، ابتداً برتر غازی پوری سے اصلاح لیتے رہے پھر ذہین مرحوم سے مشورہ کرتے تھے اب بطور خود کہتے ہیں چند شعر اور دو ایک رباعیاں نقل کی جاتی ہیں،

نظر جب بتِ پُر جفا آ گیا ۔ مجھے یاد میرا خدا آ گیا

دردِ دل چارہ ساز کیا جانیں ۔ مری آہوں کا راز کیا جانیں

مرتبہ کیا ہے خاکساروں کا ۔ اس کو گردن فراز کیا جانیں

ستمگر کو تو اب توفیق ایسی دے خداوندا ۔ وہ مجھ پر رحم کرنے کیلئے مجبور ہو جائے

یہی آب و ہوائے خاکِ ہندوستان سے ظاہر | کہ جتنا ضبط کرتے جائیے تولید ہوتی ہے

برباد شباب ہو چکا ہونے دو | پیری نے مجھے لوٹ لیا رونے دو
اے ہچکیو! تھم جاؤ قضا آتی ہے | کیوں مجھ کو ستاتی ہو ذرا سونے دو

عالم تھا جوانی کا بہت بھاگے ہیں | ہم سب سے گناہوں میں بہت آگے ہیں
اب تھک گئے ہیں سنبھال ہمکو پیری | سو جائیں گے چل! رات بہت جاگے ہیں

وفا

حبیب اللہ ـــــ حضرت ذکا مرحوم (جو غالب کے شاگرد تھے) کے نواسے اور پرجوش شاعر، کسی مدرسہ کے مدرس ہیں، غزل اور نظم دونوں خوب کہتے ہیں،

ماہرانِ فنِ تعلیمی بڑی مشکل میں ہیں | لا نہیں سکتے زباں پر راز جو کچھ دل میں ہیں
گوشۂ مغرب میں لیلیٰ علم کی ہے جلوہ گر | سوئے مشرق ہم تلاشِ پردۂ محمل میں ہیں
حالیہ تعلیم سے تبدیل فطرت ہو گئی | وہ کہاں جذبات قدرت جو دل جاہل میں ہیں
پڑھنے والوں کو شکایت، نوکری ملتی نہیں | زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں کس مشکل میں ہیں

وفا

صدیق الزماں ـــــ حضرت امیر مینائی کے نواسے اور عالم و فاضل بزرگ ہیں آجکل مہتمم شعبہ سرکار عالی ہیں شعر خوب کہتے ہیں،

گل شمع لحد کو جو صبا کر کے چلی ہے | گلپوش مزار شہدا کر کے چلی ہے

ہر گام پہ ساقی مئے گلگوں کی صراحی — اک سجدۂ شکرانہ ادا کر کے چلی ہے
اللہ رے اس چشم سخن گو کے کرشمے — مطلب کو اشاروں میں ادا کر کے چلی ہے
صیاد بڑا کام کیا تیری چھری نے — بلبل کو اسیری سے رہا کر کے چلی ہے

وفا

صالح بن عمر ——— اورنگ آباد کے رہنے والے اور عرب خاندان سے تھے شعر خوب کہتے تھے پیوستہ سال عین شباب میں انتقال کیا،

خانہ ویرانیاں میری مت پوچھ — شکر پروردگار ہے پیارے
درد دلمیں تیری محبت کا — کس قدر خوشگوار ہے پیارے
دل عبث بیقرار ہے پیارے — تجھ پہ کیا اختیار ہے پیارے
جانتا ہوں حقیقت غم ہجر — یہ میرا اعتبار ہے پیارے
ترا عشق! اور اسقدر درد ہلکا — ذرا غم کی لو کو بڑھانا پڑے گا
ڈبو دے نہ اشک ندامت جہاں کو — یہ سیلاب الٹا بہانا پڑے گا

وفا

عمر خاں ——— نواب برق الدولہ برق جنگ کے فرزند اور بڑے اچھے شاعر تھے، نظم و نثر بڑی اچھی لکھتے تھے علمی، ادبی، انہماک بہت تھا، عین جوانی میں انتقال کیا، دو تین کتابیں اور ایک دیوان یادگار ہے۔

عید کے روز وہ ملتے ہیں مگر وائے نصیب / ہم ہی ملتے ہیں گلے غیر ہی آملتا ہے
دست بردار ہوئے چاہ سے کہکر غمِ دل / آپ بھی روئیے ہم اسکو بھی رُلا کے اُٹھے
نگاہِ حق نگر کی شیخ عینک ہے مے گلگوں / طبیعت خود بخود اللہ والی ہوتی جاتی ہے
پیا پے میکدے میں آج دورِ جام چلتا ہے / صراحی دمبدم رندوں کی خالی ہوتی جاتی ہے

وفاؔ

مہر ولایت علی ——— حیدرآباد کے شرفا سے ہیں، فریضۂ حج بھی ادا کر چکے ہیں نہایت کامیاب وکیل اور اچھے شاعر ہیں،

زندگی چین سے گزرتی ہے / شہ عثماں کی حکمرانی سے
محو حیرت ہے آج سب عالم / جس کے اخلاق و دلستانی سے
شاد و خرم خدا رکھے برسوں / عمر و دولت سے زندگانی سے
مہرباں ہیں وفاؔ پہ اہلِ جہاں / شہ کے الطاف خسروانی سے

وقارؔ

کاظم علیخاں ——— نواب صادق جنگ بہادر مرحوم کے فرزند اور بڑے اچھے شاعر ہیں،

دل جنوں پر آگیا ہے یاد تیری فرض ہے / سخت حیران ہوں کہ یا رب آ ایک میں کیا کیا کروں
مقتضا تسلیم کا شیوہ وفا کا ہے یہی / تم مجھے چاہو نہ چاہو میں تمہیں چاہا کروں

اس درد کی ناممکن ہے دوا آ آکے ہراک کا کہہ جانا
بیمار محبت کا اُن کے مُنہ دیکھنا اور چُپ رہ جانا
کیا حالِ وقار آخر دیکھا، اے عیسیٰ دوراں یہ کیا تھا
چادر کو اٹھا کر منہ تکنا اور تھام کے دل کو رہ جانا

وکیل

سید عبدالقادر ـــــــ حیدرآباد کے مشہور رضوی خاندان سے اور وکیل ہیں فکاہیہ رنگ میں شعر خوب کہتے ہیں،

کیا خاک اب جوارشِ سقراط کام دے　　　پیشنٹ کوئی چاہیئے غم کی دوا مجھے
روزے نماز کی تو پُرانی ہے ہسٹری　　　واعظ شراب خانے کے قصے سنا مجھے
کہتا ہوں جی ہی جی میں فلم آنکا دیکھکر　　　ایسا تماشا پھر نہ دکھائے خدا مجھے
یہ انفلوئنس کا ہے اثر مانتا ہوں میں　　　جو پست تھا بلند نظر آ گیا مجھے

وکیل

عنایت حسین ـــــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور نظامت امور مذہبی کے صیغہ دار ہیں اور شاعر بھی،

دل لگا کر میں یار جانی سے　　　ہاتھ دھو بیٹھا زندگانی سے
گھر مرا آج رشکِ جنت ہے　　　کسی گلرو کی مہمانی سے
ناز اٹھائیگا پھر تمہارے کون　　　ہم تو جاتے ہیں دارِ فانی سے

ولاؔ

عبدالعزیز —— شمس العلماء خان بہادر عزیز جنگ خطاب تھا، نائطہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے قلم سے ایک درجن سے زائد کتابیں نکل چکی ہیں، فارغ التحصیل اور عالم بزرگ تھے، ایک کلیات اور ایک سراپا "سراپائے نور" کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ دس سال ہوئے کہ انتقال کیا،

خوشنویسی کے قلمرو میں ہیں کاتب حاکم　　دفترِ نقل میں تصحیف کو ضم کرتے ہیں
نقل مسودۂ تحریر میں ہے انکو کمال　　نقشِ تحریف سے تزئین رقم کرتے ہیں
سنگ سازانِ مطابع پہ پڑیں گے پتھر　　کہیں لفظوں کو زیادہ کہیں کم کرتے ہیں
کسرِ شان اپنی سمجھتے ہیں اضافت کو مدام　　لفظ کو زیر و زبر جزم کو ضم کرتے ہیں



ہاتف

عاشق حسین خاں ـــــــ حیدرآباد کے رہنے والے، یونانی طبیب اور حاجی تھے، حضرت آغا داؤدؒ سے بیعت تھی، اپنے گھر پر مطب کرتے تھے نہایت شریف اور قابل بزرگ تھے، چند سال ہوئے کہ انتقال کیا، دیوان اور کئی مجموعے طبع ہو چکے ہیں،

"مرقع پیری" کے نام سے ایک مثنوی بھی ۱۳۲۸ھ میں طبع ہو چکی ہے۔ آپ کے ایک صاحبزادے حکیم خواجہ شفیع حسن خاں موجود ہیں جو شرر تخلص کرتے ہیں،

جو تھا طفل وہ نوجواں ہو گیا — بہارِ گل گلستاں ہو گیا
جوانی سے خوبی ہے انسان کی — جوانی نگہبان ہے جان کی
سماعت۔ بصارت جوانی سے ہے — کمالِ شجاعت جوانی سے ہے

جوانی بلا ہے جوانی غضب جوانی خوشی ہے جوانی طرب

ہاشمی

سید ہاشمی فرید آبادی ——— یو۔پی کے شریف اور اہل علم گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں، ابتداً حیدرآباد آکر دارالترجمہ کے رکن ہوئے اور اب مددگار معتمد عدالت دکوتوالی امور عامہ ہیں، نظمیں خوب کہتے ہیں، تاریخ دکن کے مولف اور اکثر کتابوں کے مترجم ہیں،

زندگی فطرت میں اپنی زینتِ جاوید ہے
کہنگی خود کہنہ تر کی کوششِ تجدید ہے
مستیٔ دل اس طرح کرتی ہے خارج میں ظہور
ہر قدم پر وجد ہے ہر سانس میں اک عید ہے
جو صدا سنتا ہوں بن جاتی ہے ذوقِ سامعہ
آنکھ پڑتی ہے جدھر سامانِ عیشِ دید ہے
ناگہاں ماہ رجب چمکا افق پر اب کھلا
ہمنشیں یہ سب طلسم لمحۂ امید ہے

ہرمز

شیخ ہرمز ——— عرب خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، جمعیت نظام محبوب میں ملازم ہیں کہنہ مشق اور حیدرآباد کے مقبول و مشہور

شاعر ہیں،

سرِ بام آ کہ خلقت کا تماشا ہو ہی جاتا ہے
بر آمد وہ جہاں ہوتے ہیں میلا ہو ہی جاتا ہے
بہار باغ ہے ساقی ہے اور گلرو ہے پہلو میں
نصیب اچھا ہے تو سب کام اچھا ہو ہی جاتا ہے

جاگنے سے ہوئے بیزار محلّے والے نالہ ہائے دلِ بیمار نے سونے نہ دیا
قید خانہ میں ہوئی نیند اسیروں کی اچاٹ میری زنجیر کی جھنکار نے سونے نہ دیا

جب محمدؐ کو ہوئے پورے برس اکا ون
شوق خالق کو ہوا دیکھنے جمال روشن

ہوا جبریل کو یہ حکمِ خداوندِ زمن
لے کے جا جلد براق اب تو سوئے جانِ حسنؑ

اور کہنا کہ ہیں آراستہ جنت کے چمن
چلکے بھر لو گلِ مقصود سے اپنا دامن

آئے جبریل محمدؐ کا جہاں تھا مسکن
عرض کرنے لگے قدمو نپہ جھکا کر گردن

پیارے نبی تورے دیکھن کو جیا للچائے

ہلال

محمد محی الدین اکبری ــــــــ حیدرآباد کے رہنے والے اور اچھے شاعر ہیں'

آئے حنا کا رنگ نہ خونِ وفا کے بعد
سو بار اگر لگائیں حنا وہ حنا کے بعد

اظہارِ شوقِ دید یہ پردے سے یوں کہا
کچھ اور ہوگی آرزو اس مدعا کے بعد

رباعی

عادی ہوں میں اللہ خطا کوشی کا
خوگر ہوں میں احسان فراموشی کا

عصیاں کی سیاہی مری دل سے دھوئے
ہاں واسطہ کعبہ کی سیہ پوشی کا

ہوش

سید ناظر الحسن بلگرامی ــــــــ سادات بلگرام سے اور بہت قابل بزرگ ہیں، بلگرام میں تولد ہوئے وہیں تعلیم پائی نواب عماد الملک کی تربیت نے طبیعت کے جوہر نکھار دئے ۱۹۱۵ء میں حیدرآباد سے ایک ماہوار معیاری رسالہ ذخیرہ کے نام سے نہایت عمدگی سے نکالا جو ایک مدت تک کامیابی سے نکلتا رہا، اب معتمدی افواج سرکار عالی کے مددگار ہیں'

نہایت با مذاق، زندہ دل، مرنجان مرنج، سادہ مزاج آشنا پرست اور دوست نواز بزرگ ہیں نظم و نثر خوب لکھتے ہیں۔ آپ کی ایک کتاب "بدیہہ گوئی" اور ایک مجموعۂ مضامین "عروس ادب" طبع ہو چکا ہے

شعر کم کہتے ہیں مگر خوب کہتے ہیں،

جو عاشقی میں محبت کا حق ادا نہ کرے — اسے وصال صنم ہو کبھی خدا نہ کرے
میں جانتا ہوں کہ تیغ انکی خوبصورت ہے — گلے کا ہار بناؤں اگر دغا نہ کرے
وہ قتل کر کے مجھے آج سب سے کہتے ہیں — کیا وہ کام ادا نے کہ جو قضا نہ کرے
لکھا خط میں یہ اس نے کہ جو مجھے چاہے — جفا کی قدر کرے شکوۂ جفا نہ کرے
ہزار بار ستاؤ مجھے نہیں پروا — کروں میں شکوۂ جور و جفا خدا نہ کرے
نکال پردے سے ظالم نہ دستِ رنگیں کو — کسی کا خون ترے ہاتھ کی حنا نہ کرے
وصال یار کی امید گر نہ ہو لے ہوش — تو ہجر میں کوئی مر مر کے پھر جیا نہ کرے

ی

یزدانی

محمود علی ——— مولوی کامل، منشی فاضل کامیاب اور مدرسۂ وسطانیہ بیڑ کے مدرس ہیں شعر بھی اچھے کہتے ہیں، حیدرآباد ہی کے رہنے والے ہیں،

پائی حیات تو لبِ نوشین یار سے — کیا اور چاہیئے ہمیں آبِ بقا کے بعد
مرنے کے بعد قبر پہ آیا وہ بے وفا — آیا اثر دعا میں ہماری فنا کے بعد
دنیا میں عافیت کی ہمیں سوجھتی نہیں — بیکار ہی کھلیں بھی جو آنکھیں فنا کے بعد

یٰسین

غلام یٰسین خاں ——— ۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۱۰ھ کو حیدرآباد میں تولد ہوئے نظم جمعیت کے جمعدار ہیں، مولوی عالم اور جوڈیشل کا امتحان کامیاب کیا ہے۔ صاحب تالیف و تصنیف ہیں شعر بڑے اچھے کہتے ہیں،

جوشِ دریا کا حباب ناتواں حائل نہیں — موجِ طوفاں آشنا منت کشِ ساحل نہیں

کس طرح سرِ نہانِ روحِ انسانی کھلے — جب شناسائی نبضِ جستجو حاصل نہیں
ہو رہا ہے ہر قدم پر روشناسِ آرزو — جادہ پیمائے طلب آسودۂ منزل نہیں
سینکڑوں ذرات نشین ہوتی ہیں پس کر فنا — کیا فروغ عالم ہستی کا یہ حاصل نہیں

یقین

سید غوث قادری ——— حیدرآباد کے قدما اور شرفا سے ہیں حضرت تسلی کے ہمشیرزادے اور پائیگاہ سر آسمان جاہ بہادر میں موعود الخدمت تحصیلداری ہیں، منشی فاضل کامیاب کیا ہے، حکیم بہبود علی صفی کے شاگرد ہیں، شعر اچھے کہتے ہیں،

بعد مرنے کے کھلا راز محبت میرا — مع تعویذ سے شق ہو گئی تربت میری
ہوش آنے پر ہوا معلوم میں مقروض ہوں — جیب میں پائی نہیں ہے پاس اک پیسا نہیں
وہ کوئی اور ہونگے جو ترے ظاہر پہ مرتے تھے — مگر ہم آجتک سمجھی محبت کے لئے ترسے
نہ نکلی ایک نکلی آرزو لیکن نکل آئے — چمن سے پھول آنسو آنکھ سے موتی سمندر سے

یکتا

سید فریدالدین ——— حیدرآباد کے ایک کہنہ مشق شاعر ہیں دس بارہ سال پہلے آپ کا کلام ملک کے رسائل میں طبع ہوتا تھا، معلوم نہیں آجکل کہاں ہیں،

اٹھا کہسار سے کیا جھوم کے کالا بادل — برقِ خاطف کا لئے ہاتھ میں تیغا بادل

حدتِ شمس پہ کرنے لگا دھاوا بادل　　کہیں چمکا کہیں گرجا کہیں برسا بادل

نہر جاری ہوئے تالاب بھی پُر آب ہوئے
کوہ بھی دشت بھی گلزار بھی شاداب ہوئے

ٹھنڈی ٹھنڈی وہ ہوا اور وہ گھنگھور گھٹا　　ننھی ننھی وہ پھواریں وہ سما بارش کا
دیکھتے ہی دلِ رندانِ ازل لوٹ گیا　　یوں لگے کہنے عبث آج ہی فکرِ فردا

تند و پُرشور سیہ مست ز کہسار آمد
میکشاں مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

کیاریوں میں گل خوشرنگ کا تختہ ہی کھلا　　کہیں جوہی کہیں شبو ہے کہیں ہے بیلا
گل صد برگ کہیں اور کہیں ہے لالا　　کہیں سوسن کہیں چمپا ہی کہیں ہے کیوڑا

تو بہ تڑواتی ہیں نرگس کی نشیلی آنکھیں
سحر کرتی ہیں اشاروں میں رسیلی آنکھیں

یوسف

نواب یوسف علیخاں ــــــ حیدرآباد کے جاگیردار اور اچھے شعر کہنے والے ہیں،

لطفِ وفا ملیگا نہ اہلِ وفا کے بعد　　پچتاؤ گے تم اپنی جفا پر جفا کے بعد
بیتا بیاں نہ پوچھئے اس نا امید کی　　ہے جس کو انتظار اثر کا دعا کے بعد
حالت مریضِ دردِ محبت کی چارہ گر　　پہلے دوا کے ٹھیک تھی بگڑی دوا کے بعد

آتے لحد پہ فاتحہ پڑھتے چڑھاتے پھول
یہ بھی نہ ان سے ہو سکا میری قضا کے بعد

یوسف

یوسف علی ——— منصب دار اور کسی تعلقہ پر سب رجسٹرار ہیں نہایت اچھے شعر کہتے ہیں جوان عمر شاعر ہیں۔

آسانیاں ہیں منزل صبر و رضا کے بعد
صبح وصال آتی ہے شام بلا کے بعد

اب وہ خود مجھ سے گلہ کرتے ہیں خاموشی کا
بات جو کرتے نہ تھے شرم و حیا سے پہلے

ختم